واعظ انجمن
تحسینِ خطابت
جلد دوم
2021ء
مدیر
ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی
معاونین
مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی
مفتی عبد الرزاق ہنگورو قادری
مفتی محمد کاشف محمود ہاشمی
مفتی محمد احتشام
www.facebook.com/darahlesunnat

واعظ الجمعہ

تحسینِ خطابت

(جون تا دسمبر ۲۰۲۱ء)

جلد دُوم

تالیف وترتیب

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالی

موضوع: وعظ و نصیحت

نام کتاب: واعظ الجمعہ (تحسینِ خطابت، ۲۰۲۱ء) جلد دُوم

تالیف و ترتیب: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی

مُعاونین: مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی، مفتی عبد الرزاق ہنگورو قادری، مفتی محمد کاشف محمود ہاشمی، مفتی محمد احتشام حفظہم اللہ تعالٰی

مجموعی تعدادِ صفحات: ۸۷۲

عددِ صفحات جلد دُوم: ۴۴۰

سائز: 13×21

ناشر: ادارۂ اہلِ سنّت کراچی

: idarakhutbatejuma@gmail.com

:00971559421541

:00923458090612

www.facebook.com/darahlesunnat

آن لائن/نشرِ اوّل

۱۴۴۴ھ/۲۰۲۳ء

ISBN #

فہرستِ مضامین

فہرستِ مضامین

تحسینِ خطابت

جلد دُوم

(جون تا دسمبر ۲۰۲۱ء)

تواضُع، عاجزی، اِنکساری اور اس کی برکات

(جمعۃ المبارک ۲۳ شوّال المکرّم ۱۴۴۲ھ - ۰۴/۰۶/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

عاجزی وانکساری کا معنی ومفہوم

برادرانِ اسلام! لوگوں کے مقام ومرتبہ اور طبیعتوں کے اعتبار سے، ان کے لیے نرمی کا پہلو اختیار کرنا، اور خود کو کمتر جاننا، عاجزی وانکساری کہلاتا ہے[1]۔

انسان چاہے کتنے ہی بڑے مقام ومرتبے پر فائز، اور صاحبِ فضیلت کیوں نہ ہو، اسے چاہیے کہ اپنے منصب اور جاہ وحَشمت سے قطع نظر، عام لوگوں میں گھل مل جائے، انہیں خود سے دُور نہ رکھے، اپنی فضیلت وبرتری کے زعم میں مبتلا نہ ہو، دوسروں پر خود کو معمولی ظاہر کرے، اور تواضُع وانکساری اختیار کرے! مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے محبوبِ خدا، سردارِ انبیاء، اور تمام مخلوقات سے افضل ترین ہونے کے باوُجود، خود کو عام لوگوں کی طرح ظاہر کیا، گورا ہو یا کالا، عربی ہو یا عجمی، سب کے

---

(۱) انظر: "فيض القدير" حرف الهمزة، ر: ۹۲۵، ۱/ ۹۲۵، ملخّصاً.

ساتھ برابر سُلوک فرمایا، اور رنگ ونسل کی بنیاد پر کسی سے کوئی امتیازی سُلوک نہیں فرمایا۔ اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی عاجزی وانکساری کے اس وصف کو، قرآنِ پاک میں یوں بیان فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾[1] "آپ فرمادیجیے کہ ظاہری صُورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہوں!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "اس آیتِ مبارکہ میں حضور ﷺ کو اپنی ظاہری صورتِ بشریّہ کے بیان کا اِظہار، تواضُع (عاجزی وانکساری) کے لیے حکم فرمایا گیا"[2]۔

عاجزی وانکساری کی اہمیت وفضیلت

عزیزانِ گرامی قدر! دینِ اسلام میں عاجزی وانکساری کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے، اور اس پر بڑا اجر وثواب بھی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾[3] "یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور ایمان والے اور ایمان والیاں، اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار خواتین، اور سچے مرد اور سچی خواتین، اور صبر والے اور صبر والیاں، اور عاجزی کرنے

---

(۱) پ۱٦، الكهف: ۱۱۰.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱٦، الکہف، زیرِ آیت: ۱۱۰، ۵٦۹۔

(۳) پ۲۲، الأحزاب: ۳۵.

والے اور عاجزی کرنے والیاں، اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں، اور روزے والے اور روزے والیاں، اور اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں، اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں، ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے!"۔

عاجزی وانکساری اختیار کرنا، بلندئ درجات اور رفعت کا سبب ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لله إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ»[1] "جس نے اللہ تعالی (کی رضا) کی خاطر عاجزی اختیار کی، اللہ تعالی اُسے بلندی عطا فرماتا ہے!"۔

عاجزی وانکساری اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پسند اور مطلوب ہے، حضرت سیّدنا قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَإِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا، حَتَّى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلَا يَبْغِي أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ»[2] "یقیناً اللہ تعالی نے میری طرف وحی فرمائی، کہ تم لوگ عاجزی کرو، یہاں تک کہ تم میں سے کوئی کسی کے سامنے فخر نہ کرے، اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے!"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "عجز وانکسار اختیار کرو! تاکہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر تکبّر نہ کرے، نہ مال میں، نہ نسَب وخاندان میں، نہ عزّت یا جتھّہ میں۔ اور کوئی مسلمان کسی بندے پر ظلم نہ کرے، نہ مؤمن پر، نہ کافر پر، ظلم سب پر حرام ہے، مگر کبر وفخر مسلمان پر حرام ہے،

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصلة، ر: ٦٥٩٢، صـ١١٣١، ١١٣٢.

(٢) المرجع نفسه، كتاب الجنّة ونعيمها وأهلها، ر: ٧٢١٠، صـ١٢٤٢.

مسلمان کا کفّار کے سامنے فخر کرنا عبادت ہے؛ کہ یہ نعمتِ ایمان کا شکر ہے"[1]۔

عاجزی وانکساری اختیار کرنے کی برکتیں

حضراتِ ذی وقار! اللہ ربّ العزّت کو اپنے بندوں کی عاجزی بڑی پسند ہے، جو شخص عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالی اُسے بلند مقام ومرتبے پر فائز فرماتا ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «تَوَاضَعُوا وَجَالِسُوا الْمَسَاكِينَ، تَكُونُوا مِنْ كُبَرَاءِ الله، وَتَخْرُجُونَ مِنَ الْكِبْرِ»[2] "عاجزی وانکساری اختیار کرو، مسکینوں کے ساتھ بیٹھا کرو، اللہ تعالی کے یہاں بڑے مرتبے والے بن جاؤ گے، اور تکبّر سے بری ہو جاؤ گے!"۔

اپنے مسلمان بھائی کے سامنے عاجزی وانکساری اختیار کرنا، بلندی ورفعتِ مقام کا سبب ہے، جبکہ مسلمان کے سامنے غرور وتکبّر آمیز رویہ اختیار کرنا، ذِلّت ورُسوائی کا باعث ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے روایت ہے، سرکارِ دو جہاں صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ تَوَاضَعَ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ رَفَعَهُ اللهُ، وَمَنِ ارْتَفَعَ عَلَيْهِ وَضَعَهُ اللهُ»[3] "جس نے اپنے مسلمان بھائی کے سامنے عاجزی اختیار کی، اللہ تعالی اسے بلندی عطا فرمائے گا! اور جس نے مسلمان بھائی پر بڑائی کا اظہار کیا، اللہ تعالی اسے ذلیل ورُسوا کر دے گا!"۔

عاجزی اختیار کرنے سے عبادت میں حلاوَت پیدا ہوتی ہے، حدیثِ پاک میں ہے، نبئ کریم صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ سے فرمایا: «مَا لِي لَا أَرَى عَلَيْكُم

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" فخر وتعصّب کا بیان، پہلی فصل، زیرِ حدیث: ۴۸۹۸، ۶/۳۹۹۔

(۲) "كنز العمّال" كتاب الأخلاق، قسم الأقوال، ر: ۵۷۲۲، ۳/ ۴۹.

(۳) "المعجم الأوسط" بقية من اسمه محمد، ر: ۷۷۱۱، ۵/ ۳۹۰.

حلاوۃَ الْعِبَادَۃِ؟» "کیا وجہ ہے کہ مجھے تم میں عبادت کی حلاوَت دکھائی نہیں دیتی!" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! عبادت کی حلاوَت کیا ہے؟ رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «التَّوَاضُع»[۱] "عاجزی وانکساری اختیار کرنا"۔

میرے محترم بھائیو! عاجزی اختیار کرنے کی بڑی برکتیں اور اس پر اجر وثواب ہے، عاجزی کرنے والوں کے لیے فرشتے بلندی کی دعا کرتے ہیں، ایسے لوگ بروزِ قیامت منبروں پر بیٹھے ہوں گے، عاجزی اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے، ان کی نمازوں کو قبول فرماتا ہے، انہیں ساتویں آسمان تک بلندیاں عطا کی جاتی ہیں، ایسوں پر اللہ تعالیٰ اپنا خاص فضل وکرم اور رحم فرماتا ہے، انہیں بزرگی عطا کرتا ہے، اور ان کا شمار اپنے چُنیدہ بندوں میں فرماتا ہے[۲]۔

عاجزی سے متعلق بزرگانِ دین کے فرامین

حضراتِ گرامی قدر! ہمارے بزرگانِ دین بھی عاجزی وانکساری کے پیکر ہوا کرتے، ان کے اقوال واعمال میں عاجزی کی جھلک نمایاں نظر آیا کرتی۔ حُجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی شُہرہ آفاق کتاب "اِحیاء العلوم" میں عاجزی وانکساری سے متعلق، بزرگانِ دین کے متعدّد اقوال اور واقعات تحریر فرمائے ہیں، ان میں سے چند اقوال حسبِ ذیل ہیں:

(۱) حضرت یوسف بن اَسباط رحمہ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "زیادہ کوشش اور مجاہدے کی بہ نسبت، تھوڑی عاجزی کافی ہے"۔

---

(۱) "الزواجر عن اقتراف الكبائر" الكبيرة الرابعة، ۱/ ۱٤۰.

(۲) "إحياء علوم الدين" فضيلة التواضع، ۳/ ۳٦۰، ملخّصاً.

(۲) حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عاجزی وانکساری کے تقاضوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "عاجزی یہ ہے کہ تم حق کے سامنے جھک جاؤ اور اس کی پیروی کرو، اور اگر بچے یا کسی بڑے جاہل سے بھی حق بات سنو تو اسے قبول کرو"۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "اصل عاجزی یہ ہے کہ تم دنیوی نعمتوں میں اپنے سے کمتر کے سامنے بھی عاجزی کا اظہار کرو، حتیٰ کہ یقین کرلو کہ تمہیں دنیوی اعتبار سے اس پر کوئی فضیلت حاصل نہیں"۔

(۴) حضرت سیّدنا کعب الاَحبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ بندے کو دنیا میں جو نعمت عطا فرماتا ہے، اگر وہ اس پر شکر ادا کرے، اور عاجزی کا اظہار کرے، تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی اس سے نفع عطا فرماتا ہے، اور آخرت میں بھی اس کا درجہ بلند کرتا ہے"۔

(۵) حضرت سیّدنا ابنِ سماک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ عزوجل جس شخص کو اچھی صورت، اچھا خاندان اور مالی وُسعت عطا فرمائے، اور وہ حسن میں پاکدامنی، مال کے ذریعے غمخواری، اور حسب نسَب میں عاجزی کا اظہار کرے، وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں لکھ دیا جاتا ہے"۔

(۶) حضرت سیّدنا حسَن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عاجزی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ "عاجزی یہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے نکلو، تو جس مسلمان کو دیکھو، اُسے اپنے سے افضل گمان کرو"۔

(۷) حضرت سیّدنا زِیاد نُمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "زُہد وتقویٰ اپنانے والا، عاجزی کے بغیر، بے پھل درخت کی طرح ہے"۔

(۸) حضرت سیّدنا یحیٰ بن خالد بَرمکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "شریف آدمی عبادت کرکے عاجزی کا اظہار کرتا ہے، اور بے وقوف شخص عبادت کرکے خود کو بڑا سمجھنے لگتا ہے"[1]۔

تکبّر عاجزی کی ضد ہے

عزیزانِ گرامی قدر! انسان کتنے ہی بڑے مقام ومرتبہ پر کیوں نہ پہنچ جائے، اسے چاہیے کہ اپنی حیثیت، اَصلیت اور حقیقت کو کبھی فراموش نہ کرے، اور اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھے، کہ خالقِ کائنات عزّوجلّ نے اس کی تخلیق ایک مخلوط نُطفے سے فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ﴾[2] "یقیناًہم نے انسان کو مخلوط نُطفے (Mixed Sperm) سے پیدا فرمایا ہے"۔

اللہ ربّ العالمین کے سامنے ہمارے مال، دَولت اور اقتدار کی کچھ حیثیت نہیں، جب ہمیں اپنی بھوک پیاس، خوشی غم، اور زندگی موت پر ہی کچھ اختیار حاصل نہیں، تو پھر غرور وتکبّر کس بات کا؟! اللہ تعالی تکبّر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، اُسے تو بندوں کی عاجزی وانکساری پسند ہے، جبکہ تکبّر، عاجزی وانکساری کی ضد ہے۔ اللہ ربّ العالمین تکبّر کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ﴾[3] "یقیناًوہ تکبّر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا!"۔

---

(١) "إحياء علوم الدين" فضيلة التواضع، ٣/ ٣٦١- ٣٦٢، ملتقطاً.

(٢) پ٢٩، الدهر: ٢.

(٣) پ١٤، النحل: ٢٣.

اللہ ربّ العالمین کے سامنے عاجزی وانکساری سے مراد؟

میرے محترم بھائیو! اللہ ربّ العالمین کے سامنے عاجزی وانکساری سے مراد یہ ہے، کہ اس کی اِطاعت وفرمانبرداری کی جائے، قرآن وسنّت کے اَحکام پر عمل کیا جائے، خشوع وخضوع کا اظہار کیا جائے، عذابِ قبر سے ڈرے، بندہ جہنم اور اس کی ہولناکیوں کو یاد کرکے، اللہ تعالی سے پناہ مانگے، اپنے گناہوں کی مُعافی چاہے، صرف اللہ ورسول کی رِضا کی خاطر اس کی مخلوق سے محبت کرے، کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے، اور خلافِ شریعت اُمور کے ارتکاب سے بچتا رہے!۔

تکبّر کی سزا

جو سرکش ومتکبر لوگ ساری حدیں عبور کرجائیں، اللہ جَلّ جَلالُہ ان کے دلوں پر مہر ثبت فرما دیتا ہے، پھر ان کی واپسی کی ساری راہیں مَسدود (بند) ہو جاتی ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾[1] "اللہ یونہی مہر کردیتا ہے متکبّر سرکش کے سارے دل پر!"۔

تکبّر کس قدر ناپسندیدہ امر ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ بروزِ قیامت متکبرین (تکبّر کرنے والوں) کو اَوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا! حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ، كَبَّهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَى وَجْهِهِ فِي النَّارِ!»[2] "جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبّر ہوگا، اللہ تعالی اُسے اَوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا!"۔

---

(١) پ٢٤، المؤمن: ٣٥.

(٢) "شعب الإيمان" ٥٧- باب في حسن الخلق، ر: ٨١٥٤، ٦/ ٢٧٧٢.

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اس دنیا میں فرعون، ہامان، قارُون اور نمرود جیسے کتنے ہی مغرور، متکبر، نافرمان اور سرکش لوگ گزرے، مال ودَولت، جاہ وحَشمت اور اقتدار سب کچھ ہونے کے باوُجود، اُن میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا، ذِلّت ورُسوائی اُن کا مقدّر ٹھہری، اللہ جَلَّ جَلالُہٗ نے اُن کا غرور وتکبّر سب خاک میں ملا دیا، اور آج حال یہ ہے کہ وہ لوگ رہتی دنیا کے لیے نشانِ عبرت بن چکے ہیں!۔

عاجزی، اِنکساری اور تواضُع سے متعلَق چند ضروری آداب

میرے پیارے بھائیو! ہمیں چاہیے کہ اللہ جَلَّ جَلالُہٗ کے فرمانبردار بندے بن جائیں، عاجزی وانکساری اختیار کریں، اپنے مسلمان بھائیوں کو اپنے سے کمتر، اور خود کو اُن سے برتر نہ جانیں! اللہ کا عاجز اور متواضع بندہ بن کر رہیں، دل سے عاجزی اختیار کریں، کسی سے نفرت نہ کریں، بدحال لوگوں کو حقارت سے نہ دیکھیں، ضرور تمندوں کو نہ دُھتکاریں، غریبوں کے لیے اپنے دلوں کو کشادہ کریں، انہیں اپنے دسترخوان پر اپنے برابر میں جگہ دیں، ان کی ضروریات کا خیال رکھیں، اپنے غریب رشتہ داروں یا ہمسائیوں میں سے کوئی بیمار ہو تو ان کی عیادت کریں، اگر وہ لوگ کسی دعوت پر مدعو کریں تو انہیں غریب یا حقیر سمجھ کر نظر انداز نہ کریں!!۔

اگر آپ کوئی امیر کبیر شخصیت، بزنس آئی کون (Business Icon) یا سیاستدان (Politician) ہیں، تو گھر سے باہر نکلتے وقت پورا لاؤ لشکر لے کر، رعُونت کا مُظاہرہ ہرگز نہ کریں! وی آئی پی موومنٹ (VIP Movement) کے نام پر لوگوں کے کاروبار اور راستے ہرگز بند نہ کروائیں، پروٹوکول (Protocol) کے نام پر عوام سے دُور رہ کر امتیازی حیثیت اختیار نہ کریں، بلکہ عاجزی وانکساری اپنائیے، عوام میں گھل مل کر اُن کے مسائل حل کرنے کی کوشش کیجیے، اُن کے دکھ سکھ میں شریک ہوا کریں!۔

اسی طرح مذہبی جماعتوں کے قائدین اور نامورَ علمائے دین بھی، سیکیورٹی (Security) کے نام پر اپنے کارکنان، مریدین اور عوام النّاس سے دُوریاں ہرگز نہ بڑھائیں، بلکہ ان کے اتنے قریب ہوں کہ وہ آپ کے قُرب سے زیادہ سے زیادہ فیضیاب ہوکر، اَحکامِ شریعت سے آگاہی حاصل کر سکیں!۔

عاجزی کے نام پر ڈھونگ مت کیجیے!

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! بنا استری صرف سادہ کپڑے پہن لینے، میٹھی میٹھی باتیں کرنے، مصنوعی سنجیدگی، بناوَٹی مسکراہٹ، ہاتھ باندھے گردن جھکائے، جھوم جھوم کر چلنے پھرنے، اور دوسروں کو گھمانے کا نام عاجزی انکساری نہیں! زمانے کے اُتار چڑھاؤ اور تقاضوں کو پیشِ نظر رکھیے، لوگوں کی انگلیاں اٹھنے کا سبب نہ بنیں، اپنے دینی منصب کے تقاضوں کے مطابق صاف ستھرے کپڑے پہنیں، لوگوں سے مسکرا کر خندہ پیشانی سے ملیے، سب کے لیے ہمدردی کے جذبات رکھیے، عاجزی کا ڈھونگ رَچانے کے بجائے اپنے دل و دماغ سے عاجزی اختیار کیجیے، بحیثیت انسان سب کو برابر سمجھیں، اور سب کے ساتھ یکساں حُسنِ سُلوک سے پیش آئیے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں عاجزی وانکساری اپنانے کی توفیق عطا فرما، ہمیں فخر، غرور اور تکبّر سے نجات عطا فرما، مسلمان بھائیوں کے لیے تواضُع اختیار کرنے، اور کفّار کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے رہنے کی طاقت وہمت مَرحمت فرما، ہمیں عاجزی کے نام پر ٹیڑھی گردنوں میں چھپے نفاق سے محفوظ فرما، ہمیں عاجزی کا ڈرامہ رچانے کے بجائے حقیقی تواضُع وانکساری اختیار کرنے کا جذبہ عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

صدر الشریعہ علّامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(جمعۃ المبارک ۳۰ شوّال المکرّم ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۱/۰۶/۱۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں، بالخصوص اہلِ علم کے یہاں، صدر الشریعہ بدر الطریقہ، حضرت علّامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام کسی تعارُف کا محتاج نہیں۔ آپ امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشہور ومعروف خُلفاء وتلامذہ میں سے ہیں۔ آپ کی دینی عظمت وعلمی رفعت کی شہرت چار دانگ عالَم میں پھیلی ہوئی ہے، گزشتہ ایک صدی سے دنیائے سُنّیت کے علاوہ، علمی شغف رکھنے والے دیگر مَکاتبِ فکر کے لوگ بھی "بہارِ شریعت" کی صورت میں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی فیوض وبرکات سے فیضیاب ہو رہے ہیں!۔

ولادتِ باسعادت

عزیزانِ محترم! صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں مشرقی اُتر پردیش UP (ہندوستان) کے ایک مشہور قصبہ "گھوسی" ضلع مئو (اعظم گڑھ

سابقاً) میں پیدا ہوئے، آپ کا تعلق ایک علمی خانوادے سے ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدِ ماجد حضرت مولانا حکیم جمال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اور دادا حضرت مولانا خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علم وفضل اور فنِ طب میں باکمال شخصیت کے مالک تھے، بلکہ خود حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی حصولِ علمِ دین کے بعد، کچھ عرصہ تک حکمت کے پیشے سے وابستہ رہے[1]۔

تعلیم وتربیت

حضراتِ گرامی قدر! حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِبتدائی تعلیم اپنے جدِّ امجد حضرت مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی، کچھ عرصہ اپنے قصبے میں واقع "مدرسہ ناصر العلوم" میں بھی زیرِ تعلیم رہے، بعدازاں "مدرسہ حنفیہ جونپور" تشریف لے گئے، وہاں علوم وفنون میں مہارت اور درسِ نظامی کی تکمیل کے لیے، استاذُ الکُل حضرت علّامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری ثم جونپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں، حاضر ہوکر زانوئے تلمذ طے کیے۔

علوم وفنون میں مہارتِ تامّہ حاصل کرنے کے بعد مدرسۃ الحدیث (پیلی بھیت) پہنچے، یہاں اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتہائی عزیز دوست، شیخ المحدثین علّامہ مولانا شاہ وصی احمد محدِّث سُورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر، دورۂ حدیث شریف مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی، اور ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۳ء میں سندِ فراغت پائی۔

علومِ دینیہ کی تکمیل کے تقریباً تین ۳ سال بعد، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکیم عبدالولی (جھوائی ٹولہ، لکھنؤ) سے علمِ طب حاصل کیا، اور ایک سال تک اسے بطورِ پیشہ بھی اپنایا[2]۔

دَورانِ تعلیم حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذَوق وشَوق اور علمی اِنہماک کا کیا عالَم

---

(۱) دیکھیے: "تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت" مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ۲۰۱۔ و "تذکرۂ صدر الشریعہ" ۵۔

(۲) دیکھیے: "تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت" مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ۲۰۱، ۲۰۲، ملخصًا۔

تھا، اس بارے حضور محدِّث سُورتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے ساری زندگی میں یہ ایک طالبِ علم ملا، جو محنتی بھی ہے اور سمجھدار بھی، اور علم سے شَوق و دلچسپی بھی رکھتا ہے"[۱]۔

درس و تدریس

حضراتِ ذی وقار! حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تدریسی خدمات کا اِحاطہ تو اس مختصر سی تحریر میں ممکن نہیں، مختصر یہ کہ آپ انتہائی محنتی اور قابل استاذ تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا شمار اپنے وقت کے بہترین اساتذہ میں ہوتا تھا، آپ کو پڑھانے کے لیے اگر اچانک "ہدایہ" جیسی کوئی مشکل کتاب پیش کر دی جاتی، تو آپ اُسے اتنے اچھے اور احسن انداز میں پڑھاتے کہ پڑھنے، سننے اور دیکھنے والے دنگ رہ جاتے[۲]۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ زندگی بھر درس و تدریس میں مشغول رہے، آپ نے سب سے پہلے اپنے استاد، حضور محدِّث سُورتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مدرسہ میں تدریسی فرائض انجام دیے، بعد ازاں جب آپ طب کے پیشے سے وابستہ ہوئے، تو حضور محدِّث سُورتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی خواہش پر حکمت کو خیر آباد کہا، اور اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے "مدرسہ منظرِ اسلام" بریلی شریف میں درس و تدریس کا فریضہ انجام دینے لگے[۳]۔

اس کے علاوہ حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے "دار العلوم مُعینیہ عثمانیہ" اجمیر شریف، "دار العلوم حافظیہ سعیدیہ" دادوں ضلع علیگڑھ، اور "مظہر العلوم" کچی باغ بنارس میں

---

(۱) "حیاتِ صدر الشریعہ" استاذ کی ستائش، ص۲۵۔

(۲) ایضًا، امتحان گاہ، ص۲۷، ملخصًا۔

(۳) دیکھیے: "تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت" مولانا محمد امجد علی اعظمی، ص۲۰۲، ملخصًا۔

بھی سالہاسال تک تدریسی فرائض انجام دے کر، تشنگانِ علم کی سیرابی کا ساماں فرمایا[۱]۔

تلامذہ

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے براہِ راست اِکتسابِ فیض کرنے والے تلامذہ (شاگردوں) کا دائرہ بہت وسیع ہے، پاک وہند کے علاوہ بنگال (Bengal)، بلخ (Balkh)، بخارا (Bukhara)، سمرقند (Samarkand)، افغانستان (Afghanistan)، ترکی (Turkey)، ایران (Iran) اور افریقہ (Africa) جیسے دُور دراز مقامات سے، تشنگانِ علم اپنی پیاس بجھانے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے، آپ کے مشہور و معروف تلامذہ میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں:

(۱) محدّثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی، (۲) مُناظرِ اعظم مولانا حشمت علی خاں، (۳) مولانا محمد الیاس سیالکوٹی، (۴) مولانا محراب الدین پشاوری ثم مکّی، (۵) مولانا اعجاز ولی خاں رضوی، (۶) مولانا حکیم شمس الہدیٰ (فرزندِ اکبر)، (۷) مولانا محمد یحیٰی (فرزند ارجمند)، (۸) مولانا عطاء المصطفیٰ اعظمی (فرزند ارجمند)، (۹) مولانا سیّد غلام جیلانی میرٹھی، (۱۰) حافظِ ملّت مولانا عبد العزیز مبارکپوری (بانی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)، (۱۱) مجاہد ملّت مولانا حبیب الرحمن صاحب، (۱۲) مولانا رفاقت حسین کانپوری، (۱۳) مولانا شمس الدین جونپوری، (۱۴) مفتیِ اعظم پاکستان مفتی وقار الدین (دار العلوم امجدیہ، کراچی)، (۱۵) مولانا تقدّس علی خاں (جامعہ راشدیہ، پیر جوگوٹھ، سندھ)، (۱۶) مولانا قاضی شمس الدین، (۱۷) مولانا سلیمان

---

(۱) ایضاً، ص۲۰۴، ۲۰۵۔

بھاگلپوری، (۱۸) مولانا مختار الحق (خطیب اعظم دارالسّلام ٹوبہ، ضلع فیصل آباد) (۱۹) مولانا محمد علی اجمیری ازہری، (۲۰) اور مولانا قاری محبوب رضا خاں[1]۔

اولادِ اَمجاد

حضراتِ گرامی قدر! خالقِ کائنات عزّوجلّ نے حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو نیک اور سعادت مند اولاد سے نوازا، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بیٹیوں سمیت اپنی تمام اولاد کو علومِ دِینیہ کی تعلیم دی، اللہ تعالی نے آپ کو نو ۹ صاحبزاد گان سے نوازا، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) مولانا حکیم شمس الہدیٰ اعظمی، (۲) مولانا محمد یحییٰ، (۳) شیخ الحدیث علّامہ عبد المصطفیٰ اَزہری (دارالعلوم امجدیہ کراچی)، (۴) مولانا عطاء المصطفیٰ اعظمی، (۵) مولانا حافظ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی (کراچی)، (۶) محدّث کبیر علّامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی (۷) مولانا ثناء المصطفیٰ اعظمی، (۸) مولانا فداء المصطفیٰ اعظمی، (۹) مولانا بہاء المصطفیٰ اعظمی[2]۔

صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بیٹوں میں اس وقت صرف تین بیٹے حیات ہیں، تینوں ہندوستان میں رہائش پذیر ہیں، ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں: (۱) محدّث کبیر علّامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی، (۲) مولانا فداء المصطفیٰ اعظمی، (۳) مولانا بہاء المصطفیٰ اعظمی۔ اللہ رب العزّت ان حضرات کا سایہ اہل سنّت پر تا دیر سلامت رکھے، اور ہمیں ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین!۔

---

(۱) "خلفائے امام احمد رضا" ص۵۵-۵۶۔

(۲) ایضًا، ص۵۷، ملخصًا۔

بیعت وخلافت

عزیزانِ مَن! صدر الشریعہ بدر الطریقہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے دستِ حق پرست پر، سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت ہوئے، اٹھارہ ۱۸ برس تک شیخِ کامل کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوتے رہے، اور کمال عروج تک پہنچے[1]۔

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ کو حضور سیّدنا شاہ آلِ رسول مارَہروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے عرسِ پاک کے موقع پر، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بغیر کسی طلب کے، صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو خلافت سے نوازا، اور جملہ سلاسلِ قادریہ قدیمہ وجدیدہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سُہروردیہ کی اجازتِ تامّہ وعامّہ عطا فرمائی، اپنا خلیفۂ مطلق کیا، اور اپنا عمامہ شریف سرِ اقدس سے اُتار کر صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے سر پر باندھا، اور فرمایا کہ "جملہ وظائف واَذکار واَعمال، اور اپنی تمام مرویات حدیث وفقہ وجملہ علوم کی، اور اپنی تمام تصانیف کی بلا استثناء میں اجازت تامّہ وعامّہ دیتا ہوں"[2]۔

فقہی بصیرت

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک ایسی نابغۂ روزگار ہستی ہیں، جو صدیوں بعد پیدا ہوتی ہے، اللہ تعالی نے جملہ علوم وفنون میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو مہارتِ تامّہ عطا فرمائی، لیکن تفسیر، حدیث اور فقہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو ایک خاص شغف تھا، مزید یہ کہ امامِ اہلِ سنّت کی بارگاہ سے فیضیاب ہوکر، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی فقہی صلاحیتوں میں مزید نکھار پیدا ہوگیا۔ "فقہی جُزئیات ہر وقت نوکِ زباں پر رہا

(۱) دیکھیے: "تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت" مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، ص۲۰۲۔

(۲) "حیاتِ صدر الشریعہ" سلاسلِ تصوّف کی خلافت، ص۴۸، ۴۹۔

کرتیں، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی اسی خوبی کی بناء پر اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے آپ کو "صدر الشریعہ" کے لقب سے نوازا"(۱)۔

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی فقہی بصیرت اور مہارت کے حوالے سے آپ پر کس قدر اعتماد کرتے تھے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ایک بار امامِ اہلِ سنّت نے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "آپ کے یہاں موجودین میں، تفقُّہ جس کا نام ہے، وہ مولوی امجد علی میں زیادہ پائیے گا! اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں، اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، (ان کی) طبیعت اَخّاذ ہے، (اور) طرز سے واقفیت ہوچلی ہے"(۲)۔

دورِ حاضر میں "بہارِ شریعت" کی امتیازی حیثیت

میرے محترم بھائیو! ہزارہا آسان فہم مسائل پر مشتمل تصنیف "بہارِ شریعت" حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی فقہی بصیرت و مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے! آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا امّتِ مسلمہ پر یہ ایک ایسا احسانِ عظیم ہے، جس کا شاید بدلہ نہ چکایا جاسکے! آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے "بہارِ شریعت" میں عقائد، نماز، روزہ، زکات، حج، قربانی، تجارت اور آدابِ زندگی سمیت، ان تمام ممکنہ مسائل کا اِحاطہ کرنے کی کوشش کی ہے، جو انسان کو اس کی پیدائش سے لے کر وفات تک درپیش آسکتے ہیں۔ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کس قدر عرق ریزی سے اس کتاب کو مرتّب فرمایا، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ یہ کتاب مرتّب کرنے میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو تقریبًا ستائیس ۲۷ سال کا عرصہ لگا، ان ۲۷ سالوں میں

---

(۱) دیکھیے: "تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت" مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، صـ۲۰۷، ملخصًا۔

(۲) ایضًا، صـ۲۰۳۔

جب بھی آپ کو تحریر کے لیے وقت میسّر آتا، آپ کچھ نہ کچھ صفحات تحریر فرما لیا کرتے۔
اس کتاب میں سینکڑوں عربی کتب سے مفتیٰ بہ اقوال (یعنی علمائے امّت کے وہ اقوال جن کے مُطابق فتویٰ دیا جاتا ہے) کو چن چن کر، نہ صرف یکجا کر دیا گیا ہے، بلکہ ہر ہر موضوع کی مناسبت سے سینکڑوں آیات واحادیثِ مبارکہ بھی درج کی گئی ہیں۔

فقہی اعتبار سے یہ کتاب کتنی اہمیت واِفادیت کی حامل ہے؟ اس بارے میں خود صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "اگر اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (بادشاہ) اس کتاب (بہارِ شریعت) کو دیکھتے، تو مجھے سونے سے تولتے!"[(۱)]۔

اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "بہارِ شریعت" کے ابتدائی حصوں کا بذاتِ خود مطالعہ فرمایا، اور پھر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ "آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی، کہ عوام بھائی سلیس اُردو میں صحیح مسئلے پائیں، اور گمراہی واَغلاط کے مصنوع وملمّع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں!"[(۲)]۔

حقیقت یہ ہے کہ اردو زبان میں علمِ فقہ پر، اس معیار وانداز کی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ یہ عظیم کتاب اپنے اُسلوب، لب ولہجہ، جمع وتحقیق، تنقیحِ مسائل اور اُصول وفُروع پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے، سب سے منفرد وممتاز کتاب ہے، بلکہ بعض اعتبارات سے اس کتاب کا امتیاز، عربی اور فارسی کتبِ فقہ میں بھی واضح دکھائی دیتا ہے!۔

مفتی وقاضیٔ شرع کا منصب

حضراتِ ذی وقار! اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور صدر الشریعہ

---

(۱) "تذکرۂ صدر الشریعہ" ص۴۶۔

(۲) "بہارِ شریعت" "تصدیق"، حصّہ ۲، ۱/۴۱۴۔

رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی فقہی مہارت کو دیکھتے ہوئے، علمائے اَعلام کی موجودگی میں آپ کو، اور حضور مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو، مفتی اور قاضیٔ شرع کا منصب عطا کیا، اور ارشاد فرمایا کہ "شریعت کی جانب سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے، جو اختیار مجھے عطا فرمایا ہے، اس کی بنا پر میں ان دونوں کو اس کام پر مامور کرتا ہوں! نہ صرف مفتی بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضِی مقرّر کرتا ہوں! کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی، جو ایک قاضیٔ اسلام کی ہوتی ہے"۔ یہ فرمانے کے بعد امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ان دونوں حضرات کو، اپنے سامنے تخت پر بٹھایا اور اس کام کے لیے قلم دوات وغیرہ سپرد کیا[1]۔

تصانیف وتراجم

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ساری زندگی دین کی خدمت میں گزاری، آپ تادمِ زیست قوم وملّت کی رُشد وہدایت کا فریضہ، زبان وقلم کے ذریعے انجام دینے میں مصروفِ عمل رہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک بہترین مُدرِّس اور خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ، ایک اچھے مصنّف بھی تھے، اگرچہ گوناگوں مصروفیات کے باعث تصنیف کے لیے وقت نکالنا، آپ کے لیے بہت مشکل تھا، اس کے باوُجود آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تصنیف وتالیف کے لیے بھی کچھ نہ کچھ وقت نکالا، آپ کی جتنی تصانیف ہیں، سب کی سب انتہائی مفید اور مقبولِ عام ہیں۔ آپ کی معروف تصانیف میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

(۱) بہارِ شریعت (۱۷ حصّے)، (۲) فتاوی امجدیہ (۴ جلدیں)، (۳) حاشیہ

(۱) دیکھیے: "حیاتِ صدر الشریعہ" منصبِ اِفتاء وقضا کی تفویض، ص۴۵۔

طحاوی شریف، (۴) التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل، (۵) قامع الواہیات من جامع الجزئیات، (۶) اِتمامِ حجتِ تامّہ (ہندو مسلم اتحاد کے حامی سیاسی قائدین پر قائم کیا گیا سوال نامہ)، (۷) اسلامی قاعدہ (بچوں کے لیے بے جان اشیاء پر مشتمل تصویری قاعدہ)[۱]۔

ترجمہ کنز الایمان اور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

میرے محترم بھائیو! امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مشہور و معروف ترجمۂ قرآن "کنز الایمان" آج کئی گھروں میں موجود ہے، یہ قرآن پاک کا صحیح ترین اردو ترجمہ ہے۔ اس کی اہمیت واِفادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ اس پر پی ایچ ڈی لیول (Ph.D level) کا مقالہ بھی لکھا گیا ہے[۲]، اور اس پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی ایوارڈ ہوچکی ہے۔ آپ کو یہ جان کر خوشگوار حیرت ہوگی، کہ اپنی تمام تر لفظی ومعنوی رعنائیوں سے مزیّن یہ ترجمۂ قرآن بھی، حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریک کا نتیجہ ہے، آپ کے شدید اِصرار پر اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ ترجمہ اِملاء کروایا[۳]۔

یقیناً امّتِ مسلمہ کے لیے یہ ترجمۂ قرآن کسی نعمت سے کم نہیں! اللہ کریم حضور صدر الشریعہ کو اس خدمت پر اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور آپ کو نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قُربِ خاص کی عظیم نعمت سے نوازے، آمین!۔

---

(۱) دیکھیے: "سیرت صدر الشریعہ" ص۱۰۹-۱۳۹، ملتقطاً۔

(۲) یہ مقالہ "کنز الایمان اور معروف تراجمِ قرآن" کے نام سے، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی سے شائع ہوچکا ہے۔

(۳) دیکھیے: "تذکرۂ صدر الشریعہ" ترجمۂ کنز الایمان، ص۱۷-۱۸۔

وصال

حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا وصال شریف ۲ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ/۶ستمبر ۱۹۴۸ء کو ہوا۔ آپ کا مزار شریف قصبہ گھوسی، ضلع مئو (اعظم گڑھ سابقاً) اُترپردیش UP (ہندوستان) میں ہے[1] اور آج بھی زیارت گاہِ عام وخاص ہے۔

دعا

اے اللہ! حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مزار پُرانوار پر اپنی کروڑہا کروڑ رحمتیں نازل فرما، ہمیں ان کی خدمات یاد رکھنے کی توفیق مرحمت فرما، ہمیں ان کی سیرت سے آگاہی رکھنے اور اس پر عمل کی توفیق دے، ہمیں ان کے نقشِ قدم کی پیَروی کرتے ہوئے حصول ونشرِ علم دین کا خوب جذبہ عطا فرما۔ اے اللہ! حضور صدر الشریعہ سمیت تمام بزرگانِ دین کے ظاہری وباطنی فیوض وبرکات کو تاقیامت جاری وساری فرما، آمین یارب العالمین!۔

(۱) "حیاتِ صدر الشریعہ" ص۱۱۔

کفن دفن کے اَحکام

(جمعۃ المبارک ۷ ذی القعدہ ۱۴۴۲ھ - ۱۸/۰۶/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

تجہیز وتکفین کا لُغوی واِصطلاحی معنی

برادرانِ اسلام! تجہیز کے لُغوی معنی ضرورت کا سامان مہیا کرنے، اور تکفین کے معنی کفن دینے کے ہیں۔ جبکہ اصطلاحِ شرع میں مَوت سے لے کر تدفین کے عمل تک، میّت کے لیے غسل، کفن، دفن اور نمازِ جنازہ سمیت جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، ان سب اُمور کے اہتمام کا نام "تجہیز وتکفین" ہے[1]۔

تجہیز وتکفین کا شرعی حکم

عزیزانِ محترم! مسلمان میّت کو نہلانا، کفن دینا اور اس کی نمازِ جنازہ ادا کرنا، یہ سب اُمور فرضِ کفایہ ہیں۔ حکمِ شریعت کے مُطابق فرضِ کفایہ کو بجالانا ہر مسلمان پر ضروری نہیں، بلکہ بعض لوگوں کے ادا کر لینے سے یہ فرض، سب کی

---

(١) انظر: "جامع العلوم" للقاضي عبد النّبي، باب التاء مع الجيم، ١/ ١٨٧.

طرف سے ادا ہو جاتا ہے۔ اور اگر معلوم ہونے کے باوُجود کسی نے بھی ادا نہ کیا، تو جس جس کو اطلاع ہوئی وہ سب گنہگار ہوں گے[1]۔

تجہیز وتکفین کے اہتمام کی فضیلت

حضراتِ گرامی قدر! دینِ اسلام میں اپنے مسلمان بھائی کی تجہیز وتکفین، اور اسے ادب واحترام سے دفن کرنے کا بے حد اجر وثواب ہے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ غَسَّلَ مَيِّتاً، وَكَفَّنَهُ، وَحَنَّطَهُ، وَحَمَلَهُ، وَصَلَّى عَلَيْهِ، وَلَمْ يُفْشِ عَلَيْهِ مَا رَأَى، خَرَجَ مِنْ خَطِيئَتِهِ مِثْلَ يَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ»[2] "جو کسی میّت کو نہلائے، کفن پہنائے، خوشبو لگائے، جنازہ اٹھائے، نماز پڑھے، اور اگر کوئی ناپسندیدہ بات نظر آئے اُسے چھپائے، تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے، جیسے اپنی پیدائش کے دن تھا"۔

تلقین کے اَحکام

عزیزانِ محترم! یہ دنیا فانی ہے، اس کی ہر چیز ایک نہ ایک دن فنا ہو جائے گی، ہم سب کو اپنی آخرت کی تیاری رکھنی چاہیے؛ کیونکہ موت برحق ہے، وہ کسی بھی وقت آسکتی ہے، اللہ رب العالمین قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾[3] "ہر جان کو موت چکھنی ہے!"۔

یہ دنیا ایک مسافر خانے کی طرح ہے، ہمیں اس میں اُس مسافر ہی کی طرح رہنا چاہیے، جس کی گاڑی کسی بھی وقت رخصت ہو سکتی ہے۔ لہذا بڑی بڑی عالی شان

(۱) دیکھیے: "بہارِ شریعت" "کتاب الجنائز، نمازِ جنازہ کا بیان، حصہ ۴، ۱/۸۱۰، ۸۱۷، ۸۲۵، ملخّصاً۔
(۲) "سنن ابن ماجه" كتاب الجنائز، باب ما جاء في غسل الميّت، ر: ١٤٦٢، صـ٢٤٧.
(۳) پ ٤، آل عمران: ١٨٥ .

کوٹھیاں بنگلے بنانے، مال ودَولت کی ہوَس کا شکار ہونے، اور دُنیاوی عیش وآرام کی خاطر لمبی لمبی منصوبہ بندی کے بجائے، ہمیں اپنی آخرت کی فکر کرتے ہوئے، موت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ»(۱) "دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر ہو، یا پھر راہ چلتے شخص (Passerby) کی طرح"۔

میرے محترم بھائیو! جس شخص کی موت کا وقت قریب آن پہنچے، اسے اللہ تعالی سے بخشش ومغفرت کی امید رکھنی چاہیے، لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنے گناہوں کو یاد کرکے، اللہ کے عذاب سے ڈرنا بھی چاہیے؛ کہ موت کے وقت یہ دونوں چیزیں یعنی امید اور خوف، جس شخص کے دل میں ہوں، اللہ تعالی اُسے اپنی رحمت سے مایوس نہیں فرمائے گا، اور گناہوں کے سبب اس کے دل میں موجود خوف سے اسے نَجات عطا فرمائے گا!۔

حضرت سیّدنا انَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے، جو قریب المرگ تھا، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے دریافت فرمایا: «كَيْفَ تَجِدُكَ؟» "تم اپنے آپ کو کس حال میں پاتے ہو؟" اس نے عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم! اللہ سے بڑی اُمید ہے، اور اپنے گناہوں سے ڈر بھی، حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «لاَ يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ عَبْدٍ فِي مِثْلِ هَذَا المَوطِنِ، إلّا أَعْطَاهُ اللهُ مَا يَرْجُو، وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ!»(۲) "یہ دونوں باتیں یعنی خوف اور امید،

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الرقاق، ر: ٦٤١٦، صـ١١١٤.

(۲) انظر: "سنن الترمذي" أبواب الجنائز، باب [الرجاء بالله والخوف بالذنب عند الموت] ر: ٩٨٣، صـ٢٣٩.

ایسے موقع پر جس کے دل میں جمع ہوں، اللہ تعالی اسے وہ کچھ عطا فرمائے گا جس کی وہ امید رکھتا ہے، اور اسے اس چیز سے امن میں رکھے گا جس سے وہ خوف کرتا ہے"۔

حضراتِ گرامی قدر! رُوح قبض ہونے کا وقت، انتہائی سخت اور نازک ہوتا ہے، شیطانِ لعین کی طرف سے مسلمان کے ایمان کو برباد کرنے کی پوری کوشش کی جاتی ہے، لہذا اگر کسی کو جان کَنی کے عالَم میں پائیں، اور اس کی رُوح گلے تک نہ آئی ہو، تو شریعتِ مطہَّرہ کی طرف سے حکم ہے، کہ اُس کا رُخ قبلہ رُو کرکے اُس کے پاس بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا جائے؛ تاکہ آپ کی آواز سن کر وہ بھی کلمہ پڑھنے کی کوشش کرے۔ یہ عمل تلقین کہلاتا ہے، اسے (یعنی مرنے والے کو) پڑھنے کا حکم دینا درست طریقہ نہیں۔ جب وہ کلمہ پڑھ لے تو تلقین موقوف کر دیں، اور اُس کے بعد اُسے گفتگو کے لیے مجبور نہ کیا جائے، اگر تلقین کے بعد مذکورہ شخص نے گفتگو کی، تو اُسے دوبارہ تلقین کی جائے، یعنی اس کی آخری گفتگو صرف کلمہ شریف ہونی چاہیے[1]۔

حضرت سیّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ "لَا إِلَهَ إِلَّا الله" دَخَلَ الْجَنَّةَ»[2] "جس کا آخری کلام لا الٰہ اِلّا اللہ (یعنی کلمہ شریف) ہوا، وہ جنّت میں داخل ہوگیا!"۔

چند اہم مسائل وتدابیر

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! جب کسی مسلمان کی رُوح نکل جائے، تو چند اہم مسائل وتدابیر کا خاص خیال رکھا جانا چاہیے، صدر الشریعہ بدر الطریقہ، علّامہ امجد علی

---

(١) "بہارِ شریعت" کتاب الجنائز، موت آنے کا بیان، حصّہ چہارُم ٤، ١/٨٠٨، ملخّصاً۔

(٢) "سنن أبي داود" كتاب الجنائز، باب في التلقين، ر: ٣١١٦، صـ٤٥٧.

اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ انہی اُمور وتدابیر کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) جب رُوح نکل جائے، تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر لے جاکر گِرہ دے دیں؛ کہ منہ کھلا نہ رہے، اور آنکھیں بند کر دی جائیں، اور انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیے جائیں، یہ کام اس (میّت) کے گھر والوں میں جو زیادہ نرمی کے ساتھ کر سکتا ہو- باپ یا بیٹا- وہ کرے۔

(۲) اس کے پیٹ پر لوہا، یا گیلی مٹی، یا اَور کوئی بھاری چیز رکھ دیں؛ کہ پیٹ پھول نہ جائے، مگر ضرورت سے زیادہ وزنی نہ ہو؛ کہ باعثِ تکلیف ہے۔

(۳) میّت کے سارے بدن کو کسی کپڑے سے چھپا دیں، اور اس کو چار پائی یا تخت وغیرہ کسی اونچی چیز پر رکھیں؛ کہ زمین کی سیل (نمی) نہ پہنچے۔

(۴) مرتے وقت (معاذاللہ) اس کی زبان سے کلمۂ کفر نکلا تو کفر کا حکم نہ دیں گے؛ کہ ممکن ہے موت کی سختی میں عقل جاتی رہی ہو! اور بے ہوشی میں یہ کلمہ نکل گیا۔

(۵) اس کے ذمّہ قرض یا جس قسم کے دَین ہوں، جلد سے جلد ادا کر دیں۔

(۶) میّت کے پاس تلاوتِ قرآن مجید جائز ہے، جبکہ اس کا تمام بدن کپڑے سے چھپا ہو، اور تسبیح و دیگر اَذکار میں مطلقاً حرج نہیں۔

(۷) غسل وکفن ودفن میں جلدی چاہیے؛ کہ حدیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے، حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «يَا عَلِيُّ! ثَلاَثٌ لاَ تُؤَخِّرْهَا: (۱) الصَّلاَةُ إِذَا أَتَتْ، (۲) وَالجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، (۳) وَالأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفْئًا»[۱] "اے

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب الجنائز، ر: ۱۰۷۵، صـ۲۵۹.

علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ! تین ۳ کاموں میں تاخیر نہ کرنا: (۱) نماز ادا کرنے میں جب اس کا وقت ہو جائے، (۲) جنازہ لے جانے میں، جب وہ تیار ہو جائے، (۳) بے خاوند عورت کے نکاح میں، جب اس کا کُفوْ (مناسب رشتہ) مل جائے"۔

(۸) پڑوسیوں اور میّت کے دوست اَحباب کو اطلاع کر دیں؛ کہ نمازیوں کی کثرت ہو گی، اور اس کے لیے دعا کریں گے؛ کہ ان پر حق ہے کہ اس کی نماز پڑھیں اور دعا کریں[1]۔

میّت کو غسل دینے کا طریقہ

برادرانِ اسلام! میّت کو غسل دینا فرضِ کفایہ ہے، یعنی بعض لوگوں نے غسل دے دیا، تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ میّت کو غسل کس طرح دیا جائے؟ اسے بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ علاّمہ امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ "جس چارپائی یا تخت یا تختہ پر (میّت کو) نہلانے کا ارادہ ہو، اُس کو تین ۳ یا پانچ ۵ یا سات ۷ بار دھونی دیں، یعنی جس چیز میں وہ خوشبو سلگتی ہو اُسے اتنی بار چارپائی وغیرہ کے گرد پھرائیں، اور اُس پر میّت کو لِٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں، پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے اِستنجاء کرائے، پھر نماز کی طرح وضو کرائے، یعنی منہ، پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئیں، پھر سر کا مسح کریں، پھر پاؤں دھوئیں، مگر میّت کے وضو میں گٹّوں تک پہلے ہاتھ دھونا، اور کُلّی کرنا، اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے۔ ہاں کوئی کپڑا یا رُوئی کی پھریری بھگو کر، دانتوں، اور مسوڑوں، اور ہونٹوں، اور نتھنوں پر پھیر دیں، پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں، تو گُلِ خَیرو (ایک نیلے رنگ کا پھول جو بطورِ دوا استعمال ہوتا ہے) سے دھوئیں، یہ نہ ہو تو پاک صابن اسلامی کارخانہ کا بنا ہوا، یا بیسن، یا کسی اَور چیز سے، ورنہ خالی پانی بھی کافی ہے۔ پھر بائیں کروٹ

---

(۱) "بہارِ شریعت" "کتاب الجنائز، موت آنے کا بیان، حصّہ ۴، ۱/۸۰۸ تا ۸۱۰، ملتقطاً۔

پر لِٹاکر سر سے پاؤں تک بیری کا پانی بہائیں کہ تختہ تک پہنچ جائے، پھر داہنی کروَٹ پر لِٹاکر یوہیں کریں، اور بیری کے پتّے جوش دیا (یعنی گرم کیا) ہوا پانی نہ ہو، تو خالص پانی نیم گرم کافی ہے۔ پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھیریں، اگر کچھ نکلے دھوڈالیں، وضوو غسل کا اِعادہ نہ کریں۔ پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافُور (Camphor) کا پانی بہائیں، پھر اُس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ دیں"[1]۔

کفن پہنانے کا طریقہ اور بعض شرعی مسائل

حضراتِ گرامی قدر! میّت کو کفن دینا فرضِ کفایہ ہے۔ مرد کے لیے کفن کے طور پر سنّت تین ۳ کپڑے ہیں: (۱) لفافہ، (۲) اِزار، (۳) قمیص۔ جبکہ عورت کے لیے ان تین ۳ کے ساتھ ساتھ مزید دو ۲ کپڑے، یعنی (۴) اوڑھنی (۵) اور سینہ بند بھی سنّت ہیں۔

میّت نے اگر کچھ مال چھوڑا ہو تو کفن اُس کے اپنے مال سے ہونا چاہیے، اور اگر اس کا اپنا مال نہ ہو، تو جو شخص زندگی میں اس کی کفالت کا ذمّہ دار تھا، کفن بھی اُسی کے ذمّے ہے۔ مسلمان عورت وفات پا جائے تو اس کا کفن اس کے شوہر کے ذمّہ ہے، اگرچہ اس (عورت) نے موت کے وقت کوئی مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو، لیکن اگر شوہر وفات پاجائے، اور اس کی بیوی مالدار ہو، تب بھی اس پر اپنے مال سے شوہر کو کفن دینا واجب نہیں[2]۔

میّت کو کفن دینے کے حوالے سے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے، کہ میّت کو غسل دینے کے بعد بدن کسی پاک

---

(۱) ایضًا، میّت کے نہلانے کا بیان، ۱/ ۸۱۰، ۸۱۱۔

(۲) ایضًا، کفن کا بیان، ۱/ ۸۱۷ تا ۸۲۰، ملتقطاً۔

کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں؛ کہ کفن تر نہ ہو، اور کفن کو ایک یا تین ۳ یا پانچ ۵ یا سات ۷ بار دُھونی دے لیں، اس سے زیادہ نہیں، پھر کفن یوں بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر، پھر تہبند، پھر کفنی، پھر میّت کو اس پر لٹائیں اور کفنی پہنائیں، اور داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں، اور مَواضعِ سجود یعنی ماتھے، ناک، ہاتھ، گھٹنے، قدم پر کافُور لگائیں، پھر اِزار یعنی تہبند لپیٹیں، پہلے بائیں جانب سے پھر دہنی طرف سے، پھر لفافہ لپیٹیں، پہلے بائیں طرف سے، پھر دہنی طرف سے؛ تاکہ دہنا اوپر رہے، اور سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں؛ کہ اُڑنے کا اندیشہ نہ رہے۔

عورت کو کفنی پہنا کر اُس کے بال کے دو ۲ حصّے کر کے، کفنی کے اوپر سینہ پر ڈال دیں، اور اوڑھنی نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر پر لا کر، منہ (چہرے) پر مثلِ نقاب ڈال دیں کہ سینہ پر رہے، کہ اُس کا طول (لمبائی) نصف پشت سے سینہ تک ہے، اور عرض (چوڑائی) ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک ہے۔

اور یہ جو لوگ کیا کرتے ہیں کہ زندگی کی طرح اُڑھاتے ہیں، یہ محض بے جا وخلافِ سُنّت ہے۔ پھر بدستور اِزار ولفافہ لپیٹیں، پھر سب کے اُوپر سینہ بند بالائے پستان سے ران تک لا کر باندھیں"[1]۔

جنازے کو کندھا دینے کی فضیلت

حضراتِ ذی وقار! کسی مسلمان بھائی کے جنازے کو کندھا دینا بھی عبادت اور اجر وثواب کا سبب ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ حَمَلَ جِنَازَةً أَرْبَعِينَ خُطْوَةً، كُفِّرَتْ لَهُ أَرْبَعُونَ كَبِيرَةً»[2] "جو چالیس ۴۰ قدم

---

(۱) ایضاً، صـ۸۲۰، ۸۲۱۔

(۲) انظر: "المبسوط" كتاب الصلاة، باب حمل الجنازة، الجزء۲، صـ٥٦.

جنازہ اٹھاکر چلے، اس کے چالیس ۴۰ کبیرہ گناہ مٹادیے جاتے ہیں"۔

جنازے کوکندھادینے کاصحیح طریقہ

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اَعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جنازہ کو کندھا دینے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں کہ "سنّت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے، اور ہر بار دس ۱۰ دس قدم چلے۔ اور پوری سنّت یہ کہ پہلے دہنے سرہانے کندھا دے، پھر دہنی پائنتی، پھر بائیں سرہانے، پھر بائیں پائنتی، اور دس ۱۰ دس قدم چلے، تو (یوں) کُل چالیس ۴۰ قدم ہوئے"[1]۔

نمازِ جنازہ پڑھنے کی فضیلت

میرے محترم بھائیو! نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے، یعنی اگر کسی ایک مسلمان نے بھی پڑھ لی، تو سب برئ الذِمّہ ہو جائیں گے۔ نمازِ جنازہ کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔ کسی مسلمان کا جنازہ پڑھنے، اور اس کی تدفین کے عمل میں شریک ہونے کا، حدیث پاک میں بڑا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے، حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةً حَتَّى يُقْضَى دَفْنُهَا، كُتِبَ لَهُ ثَلَاثَةُ قَرَارِيطَ، الْقِيرَاطُ مِنْهَا أَعْظَمُ مِنْ جَبَلِ أُحُدٍ»[2] "جو کسی جنازے کے ساتھ چلے اس کی تدفین تک، اس کے لیے تین ۳ قیراط اجر لکھا جاتا ہے، ان میں سے ہر قیراط اُحد پہاڑ سے بڑا ہے"۔

---

(۱) "بہارِ شریعت" "کتاب الجنائز، جنازہ لے چلنے کا بیان، حصّہ ۴، ۱/۸۲۲۔

(۲) "المعجم الأوسط" باب الهاء، من اسمه: هاشم، ر: ۹۲۹۲، ٦/ ٤۲۹.

نمازِ جنازہ کی بدَولت میّت کی بخشش و مغفرت

نمازِ جنازہ ایک ایسا عمل ہے، جس کے ذریعے میّت کی بھی بخشش و مغفرت کردی جاتی ہے، حضرت سیّدنا مالک بن ہُبیرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبیٔ مکرّم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَمُوتُ، فَيُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، بَلَغُوا أَنْ يَكُونُوا ثَلَاثَ صُفُوفٍ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ!»[1] "جب کسی مسلمان کے جنازے پر، مسلمان تین ۳ صف ہوکر نماز ادا کرتے ہیں، اس کی مغفرت کردی جاتی ہے"۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے، نبیٔ کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ، فَقَدْ أَوْجَبَ»[2] "جس پر تین ۳ صفیں نماز پڑھیں، اُس کے لیے جنّت واجب ہوگئی"۔

بلاوجہِ شرعی تجہیز وتکفین میں تاخیر

حضراتِ محترم! نمازِ جنازہ میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کا شریک ہونا، میّت کے حق میں بہت ہی اچھا کام ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ مِئَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، غُفِرَ لَهُ»[3] "جس پر سو ۱۰۰ مسلمان نماز پڑھیں، وہ بخشا جاتا ہے"۔ لہذا کوشش کرکے ہر مسلمان بھائی کے جنازے میں بروقت پہنچیں، لیکن اس غرض سے تجہیز وتکفین یا نمازِ

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند المدنيّين، ر: ١٦٧٢٤، ٥/ ٦١٢.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب الجنائز، باب كيف الصلاة ...إلخ، ر: ١٠٢٨، صـ٢٤٨.

(۳) "سنن ابن ماجه" كتاب الجنائز، باب ما جاء فيمن صلّى عليه جماعة من المسلمين، ر: ١٤٨٨، صـ٢٥٠.

جنازہ کی ادائیگی میں تاخیر مکروہ ہے۔ نیز اس مقصد سے کہ جمعہ کے بعد جماعتِ عظیم شریکِ جنازہ ہو، نمازِ جنازہ اور دفن میں تاخیر مکروہ ہے[1]۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "جُمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوا، تو اگر جمعہ سے پہلے تجہیز وتکفین ہو سکے تو پہلے ہی کر لیں، اس خیال سے روک رکھنا کہ جمعہ کے بعد مجمع زیادہ ہوگا، مکروہ ہے"[2]۔

دعا

اے اللہ! ہمیں تجہیز وتکفین کے اَحکام سیکھنے اور انہیں یاد کرنے کی توفیق مرحمت فرما، اپنے فوت شدگان کی تدفین میں سنّتِ رسول کا لحاظ رکھنے کا جذبہ عنایت فرما، فکرِ آخرت کی غرض سے اپنے مسلمان بھائیوں کے جنازوں میں شریک ہونے کی سوچ عطا فرما، ہماری اور ہمارے فوت شدگان کی بخشش ومغفرت فرما، آمین یارب العالمین!۔

(۱) انظر: "الدّر" کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنائز، ۵/ ۳۲۸.

(۲) "بہارِ شریعت" کتاب الجنائز، نمازِ جنازہ کا بیان، حصّہ چہارُم ۴، ۱/۸۴۰۔

نماز کی اَہمیت اور بے نمازی کا انجام

(جمعۃ المبارک: ۱۴ذی القعدہ ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۱/۶/۲۵ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

نماز کی اہمیت

برادرانِ اسلام! نماز دِین کا سُتون ہے، یہ وہ عظیم عبادت ہے جس کی تاکید تمام عبادات میں سب سے زیادہ کی گئی ہے۔ یہ دینِ اسلام کا دوسرا اہم رکن ہے، اِس کی اہمیت دیگر تمام عبادات سے منفرِد اور نمایاں ہے۔ اللہ تعالی نے اس کی فرضیت مصطفی جانِ رحمت ﷺ پر معراج کی رات آسمانوں کی بلندیوں میں بُلا کر فرمائی۔ یہ وہ فریضہ ہے جس کی ادائیگی ہر عقلمند، بالغ، آزاد، قیدی، غلام، طاقتور، کمزور، تندرست، بیمار، امیر، غریب، مقیم، مسافر اور مرد وعورت پر لازم ہے۔

نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ بروزِ قیامت سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں پوچھا جائے گا، تمام عبادات میں نماز کو گویا وہ مقام ومرتبہ حاصل ہے، جو پورے بدن میں دل کا ہے، اگر کسی کا دل سلامت ہے تو سب کچھ

سلامت ہے، اور اگر دل میں خدانخواستہ تکلیف یا بیماری ہو، تو پورے بدن کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح تمام اعمال کے صحیح ہونے کا دار و مدار نماز پر ہے، اگر کسی کی نماز صحیح ہے، تو نماز کی برکت سے اُس کے بقیہ اعمال بھی درست ہو جاتے ہیں، اور اگر کسی کی نماز ہی نامکمل اور صحیح نہ ہو، تو اِس کے اثرات بقیہ اعمال پر بھی مرتّب ہوتے ہیں، اور بالآخر وہ اعمال اپنے اندر رُوحانیت نہ ہونے کے باعث ضائع ہو جاتے ہیں، لہٰذا جس نے نماز کی حفاظت کرلی، اُس نے نماز کے ساتھ ساتھ بقیہ عبادات کی بھی حفاظت کرلی، اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا، گویا اُس نے اپنے دیگر اعمال کو بھی ضائع کر دیا!۔

بے نمازی کا حشر

عزیزانِ گرامی قدر! قرآنِ پاک میں نماز کی بڑی تاکید آئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾[1] "تو اُن کے بعد اُن کی جگہ وہ ناخلَف آئے، جنہوں نے اپنی نمازیں گنوائیں (ضائع کیں)، اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے، تو عنقریب وہ دوزخ میں غَی کا جنگل پائیں گے!"۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علّامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ "غَی" سے متعلق فرماتے ہیں کہ "غَی جہنّم میں ایک وادی کا نام ہے، جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے، اس میں ایک کنواں ہے جس کا نام "ہَبہَب" ہے، جب جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے، تو اللہ رب العالمین اس کنوئیں کو کھول دیتا ہے، جس سے وہ آگ بدستور (پہلے کی طرح) بھڑکنے لگتی ہے۔ یہ کنواں بے نمازیوں، زانیوں، شرابیوں، سُود خوروں اور ماں باپ کو اِیذاء دینے والوں کے لیے ہے[2]۔

---

(۱) پ ١٦، مريم: ٥٩.

(۱) "بہارِ شریعت" نماز کا بیان، حصّہ سوم ۳،۱/۴۳۴۔

حضراتِ گرامی قدر! جہنم میں لے جانے والے اعمال میں سے ایک عمل، نماز نہ پڑھنا بھی ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ۙ۝۴۰ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۙ۝۴۱ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝۴۲ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۙ۝۴۳ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ﴾[1] "باغوں میں، پوچھتے ہیں مجرموں سے: تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی؟ وہ بولے: ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، اور مسکین کو کھانا نہیں دیتے تھے"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾[2] "تو اُن نمازیوں کے لیے خرابی ہے، جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں!"۔

نماز کی ادائیگی کی خاص طور پر تاکید کرتے ہوئے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوراً وَبُرْهَاناً وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُورٌ وَلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجَاةٌ، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ وفِرْعَوْن وَهَامَانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ!»[3] "جس نے (اپنی) نماز کی حفاظت کی، (اُس کی) نماز بروزِ قیامت اس کے لیے نُور اور (بوقتِ حساب) حُجّت اور نَجات کا سبب ہوگی، اور جس نے اپنی نماز کی حفاظت نہیں کی، اُس کے لیے نہ کوئی نُور ہوگا، نہ کوئی حُجّت اور نہ نَجات، اور اس کا حشر قارُون، فرعَون، (اس کے وزیر) ہامان اور (دشمنِ رسول) اُبَی بن خلَف (جیسے بدترین کافروں) کے ساتھ ہوگا!"۔

امام ذَہَبی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ارشاد فرمایا: "بے نمازی کا حشر اُن چار ۴ لوگوں کے ساتھ اس لیے ہوگا؛ کہ اگر اسے اس کے مال

---

(١) پ ٢٩، المدّثّر: ٤٠-٤٤.

(٢) پ ٣٠، الماعون: ٤، ٥.

(٣) "مسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بن عَمرو بن العاص، ر: ٦٥٨٧، ٢/ ٥٧٤.

نے نماز سے غافل رکھا تو وہ قارُون کے مشابہ ہے، لہذا اس کے ساتھ اٹھایا جائے گا، اگر اُس کی حکومت نے اُسے غفلت میں ڈالا تو وہ فرعون کے مشابہ ہے، لہذا اُس کا حشر اس کے ساتھ ہوگا، یا پھر اس کی غفلت کا سبب اُس کی وزارت ہوگی، تو وہ ہامان کے مشابہ ہوا، لہٰذا اس کے ساتھ ہوگا، یا اگر اُس کی تجارت اُسے غفلت میں ڈالے گی، تو وہ مکہ کے کافر اُبَی بن خلَف کے مشابہ ہونے کے باعث، اس کے ساتھ اٹھایا جائے گا"[1]۔

ترکِ نماز پر کچھ وعیدیں

حضراتِ ذی وقار! نماز تمام فرض اعمال میں نہایت اہم واعظم فرض ہے، احادیثِ مبارکہ میں نماز قائم کرنے کی بڑی تاکید، اور اس کے ترک پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ لِيُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلاَةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلاً فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ!»[2] "اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میرے دل میں خیال آیا کہ لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دُوں، پھر نماز کا حکم دُوں تو اُس کے لیے اذان کہی جائے، پھر کسی کو حکم دُوں کہ لوگوں کی امامت کرے، پھر میں ایسے لوگوں کی طرف نکل جاؤں (جو بلاعذرِ شرعی نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے) اور اُن کے گھروں کو آگ لگا دُوں!"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، کہ میں نے

(١) "الكبائر" الكبيرة الرابعة في ترك الصلاة، صـ١٩.

(٢) "صحيح البخاري" باب وجوب صلاة الجماعة، ر: ٦٤٤، صـ١٠٦.

نبیٔ کریم ﷺ کو فرماتے سنا: «إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ العَبْدُ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ: صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ»[۱] "قیامت کے دن سب سے پہلے، بندے سے جس عمل کا حساب ہوگا وہ اس کی نماز ہے، اگر نماز صحیح ہوئی تو اس نے فلاح ونَجات پالی، اور اگر اس کی نماز میں خرابی ہوئی، تو وہ ناکام ہوا اور اُس نے نقصان اٹھایا!"۔

حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، حضورِ اکرم نورِ مجسَّم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ تَرَكَ صَلَاةً، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ!»[۲] "نماز ترک کرنے والا اللہ تعالی سے اس حال میں ملے گا، کہ رب العالمین اس پر غضبناک ہوگا!"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا: «وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا، إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُومُ النِّفَاقِ»[۳] "ہم صحابہ میں یہ بات معروف تھی کہ نماز سے پیچھے صرف ایسا منافق رہتا ہے، جس کے نِفاق سے لوگ آگاہ ہوں!"۔

حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا صَلَاةَ لَهُ»[٤] "جو نماز ادا نہیں کرتا، اس کا کوئی دین نہیں!"۔

حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو فرماتے سنا: «إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ، تَرْكَ الصَّلَاةِ!»[٥]

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب الصلاة، ر: ٤١٣، صـ١١١، ١١٢.

(٢) "المعجم الكبير" عكرمة عن ابن عبّاس، ر: ١١٧٨٢، ١١/ ٢٣٤.

(٣) "صحيح مسلم" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، ر: ١٤٨٧، صـ٢٦٤.

(٤) "المعجم الأوسط" باب الألف، من اسمه أحمد، ر: ٢٢٩٢، ١/ ٦٢٦.

(٥) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ٢٤٦، صـ٥١.

"یقیناً آدمی اور کفر وشرک کے درمیان (فرق) نماز چھوڑنا ہے!"۔

ایک اَور مقام پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: «بَيْنَ العَبْدِ وَبَيْنَ الكُفْرِ، تَرْكُ الصَّلَاةِ!»[1] "بندے اور کفر کے درمیان (فرق) نماز کا چھوڑنا ہے!"۔

نماز کی اہمیت سے متعلق حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے ایک اَور صحیح روایت میں ہے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «بَيْنَ الكُفْرِ وَالإِيمَانِ، تَرْكُ الصَّلَاةِ!»[2] "کفر اور ایمان کے درمیان (فرق) نماز کا چھوڑنا ہے!"۔

حضرت سیّدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے مجھے دس ۱۰ کلمات کی وصیت فرمائی (جن میں سے ایک وصیت یہ تھی): «وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّداً؛ فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّداً، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللهِ!»[3] "جان بوجھ کر کوئی فرض نماز نہ چھوڑنا؛ کیونکہ جو جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑتا ہے، اُس سے اللہ تعالی کا ذمّہ ختم ہوجاتا ہے!"۔

حضرت سیّدنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: «خَمْسُ صَلَوَاتٍ كَتَبَهُنَّ اللهُ عَلَى الْعِبَادِ، فَمَنْ جَاءَ بِهِنَّ لَمْ يُضَيِّعْ مِنْهُنَّ شَيْئاً اسْتِخْفَافاً بِحَقِّهِنَّ، كَانَ لَهُ عِنْدَ اللهِ عَهْدٌ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَمَنْ لَمْ يَأْتِ بِهِنَّ فَلَيْسَ لَهُ عِنْدَ اللهِ عَهْدٌ، إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ، وَإِنْ شَاءَ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ»[4] "اللہ تعالی نے بندوں پر پانچ ۵ نمازیں

---

(١) "سنن الترمذي" باب ما جاء في ترك الصلاة، ر: ٢٦٢٠، صـ٥٩٥.
(٢) المرجع نفسه، ر: ٢٦١٨.
(٣) "مسند الإمام أحمد" حديث مُعاذ بن جبل، ر: ٢٢١٣٦، ٨/ ٢٤٩، ٢٥٠.
(٤) "سنن أبي داود" كتاب الصلاة، باب فيمن لم يوتر، ر: ١٤٢٠، صـ٢١٢.

فرض کی ہیں، جس نے انہیں اس انداز سے ادا کیا کہ ان کے حقوق کو کم تر سمجھتے ہوئے ضائع نہ کیا، اس کے لیے اللہ کا ذمّہ ہے کہ اسے جنّت میں داخل فرمائے گا۔ اور جس نے ایسا نہ کیا (یعنی پنجوقتہ نمازیں ادا نہ کیں) اُس کے لیے اللہ تعالی کا کوئی ذمّہ نہیں، اب چاہے اُسے عذاب میں مبتلا کردے، اور چاہے تو جنّت میں داخل فرمائے"۔

حضرت سیّدنا نَوفل بن مُعاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ فَاتَتْهُ الصَّلاَةُ، فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ!»[1] "جس کی نماز فوت ہوئی، گویا اُس کے اہل وعِیال اور مال ودولت سب لُٹ گئے، برباد ہو گئے!"۔

عزیزانِ محترم! قصداً نماز ترک کرنا، گویا اعلانیہ کفر کرنے کے مترادِف ہے، حدیث پاک میں حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّداً، فَقَدْ كَفَرَ جِهَاراً»[2] "جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی، (گویا) اُس نے اِعلانیہ کفر کیا!"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں، نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «العَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ!»[3] "ہمارے اور کافروں کے درمیان عہد (فرق) نماز ہی ہے، جس نے اُسے چھوڑا اُس نے کفر کیا، (یعنی اللہ عزوجل کے حکم کی نافرمانی کی)۔

بے نمازی... صحابۂ کرام کی نظر میں

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! ایسی اَور بہت سی احادیث ہیں، جن کا

---

(١) "مسند الإمام أحمد" حديث نوفل بن معاوية، ر: ٢٣٧٠٣، ٩/ ١٦٣.
(٢) "المعجم الأوسط" باب الجيم، من اسمه جعفر، ر: ٣٣٤٨، ٢/ ٢٩٩.
(٣) "سنن الترمذي" باب ما جاء في ترك الصلاة، ر: ٢٦٢١، صـ٥٩٥.

ظاہری معنی ہے کہ قصداً نماز کا ترک کفر ہے۔ بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُم مثلاً حضرت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم، سیّدنا عبد الرحمن بن عَوف، سیّدنا عبد اللہ بن مسعود، سیّدنا عبد اللہ بن عبّاس، سیّدنا جابر بن عبد اللہ، سیّدنا مُعاذ بن جبل، سیّدنا ابوہریرہ، اور سیّدنا ابودَرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُم کا یہی مذہب ہے۔

جبکہ بعض ائمۂ کرام رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہِم مثلاً امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہَوَیہ، عبد اللہ بن مبارک اور امام نخعی رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہِم کا بھی یہی مذہب ہے۔ اگرچہ ہمارے امامِ اعظم ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ اور بہت سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُم تارکِ نماز کو کافر نہیں کہتے، پھر بھی یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ اِن جلیل القدر حضرات کے نزدیک بے نمازی شخص کافر ہے؟![1]۔

لٰہذا ہمیں چاہیے کہ ہم خود بھی نمازوں میں سستی و کاہلی سے بچیں، اور اپنی اولاد کو بھی بچپن ہی سے نماز کی تلقین کرتے رہیں، بلکہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّم نے تو ارشاد فرمایا: «عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلَاةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرٍ!»[2] "بچہ جب سات ۷ برس کا ہو تو اُسے نماز سکھاؤ، اور جب دس ۱۰ سال کا ہو (کر بھی نہ پڑھے) تو اسے مار کر پڑھاؤ!"۔

نماز اور خشوع وخضوع

حضرات ذی وقار! نماز ایک ایسا عمل ہے، کہ دیگر تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار نماز کی قبولیت پر ہے، لہذا اسے مکمل خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنا چاہیے! مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «الصَّلَاةُ ثَلَاثَةُ أَثْلَاث:

---

(۱) "بہارِ شریعت" نماز کا بیان، حصہ سوم ۳، ۱/۴۴۲۔

(۲) "سنن الترمذي" أبواب الصلاة، ر: ٤٠٧، صـ١١٠.

(١) الطَّهورُ ثُلُثٌ، (٢) وَالرُّكُوعُ ثُلُثٌ، (٣) وَالسُّجُودُ ثُلُثٌ، فَمَن أدّاها بحقّها، قُبلتْ منه وقُبل منه سائرُ عَمَله، وَمَن رُدَّتْ عَلَيه صَلَاتُهُ رُدَّ عَلَيه سَائرُ عَمَلِه!»[1] "نماز کے تین ۳ حصے ہیں: ایک تہائی طہارت، ایک تہائی رکوع، اور ایک تہائی سجدہ ہے۔ تو جس نے نماز کا صحیح حق ادا کیا، اُس کی نماز قبول کرلی جاتی ہے، نیز اس کے دیگر اعمال بھی قبول کر لیے جاتے ہیں۔ اور جس کی نماز قبول نہیں، اُس کے دیگر اعمال بھی قبول نہیں کیے جاتے!"۔

جبکہ اس کے برعکس مکمل خشوع وخضوع اور سنّت کے مطابق نماز ادا کرنے والے کے لیے، فلاح، کامرانی اور اجر وثواب کا مژدۂ جانفزا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾[2] "یقیناً وہ ایمان والے مراد کو پہنچے، جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں!"۔

نماز کی برکتیں

میرے محترم بھائیو! نماز ایک ایسی بابرکت عبادت ہے، جس کے سبب زندگی کے بہت سارے کام آسان ہو جاتے ہیں، رزق میں برکت ہوتی ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْـَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾[3] "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے، اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہیے! ہم نے رزق کا ذمّہ دار آپ کو نہیں بنایا، آپ کا رزق ہمارے ذمّے ہے، اور پرہیزگاری کا انجام بہترین ہے!"۔

(١) "مسند البزّار" مسند أبي حمزة أنس بن مالك، ر: ٩٢٧٣، ١٦/ ١٦٤.
(٢) پ١٨، المؤمنون: ١، ٢.
(٣) پ١٦، طه: ١٣٢.

نماز جیسی پیاری عبادت کی ایک برکت یہ بھی ہے، کہ یہ بندے کو تقویٰ وپرہیزگاری پر قائم رکھتی ہے، اور گناہوں سے بچاتی ہے، اللہ تعالی کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾[1] "نماز قائم کیجیے، یقیناً نماز بے حیائی اور بُری بات سے روکتی ہے، اور یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے، اور جو تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے!"۔

فرائض وواجبات میں سُستی، اللہ تعالی کی ناراضی کا باعث ہے

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! دینِ اسلام میں نماز کا مرتبہ ومقام بہت بلند وبالا ہے، نماز میں سستی اور غفلت دونوں جہاں میں نقصان اور رب العالمین کی ناراضی کا باعث ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾[2] "جب نماز کو کھڑے ہوں تو لوگوں کو دکھانے کے لیے، سستی وکاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں، اور اللہ کو تھوڑا یاد کرتے ہیں!"۔

یاد رکھیے! سستی، کاہلی اور تنگدلی، عبادت کی قبولیت میں حائل ہونے والی رکاوٹوں میں سے ایک بڑی رکاوٹ ہے، اللہ تعالی کا ارشادِ پاک ہے: ﴿وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَ لَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ﴾[3] "وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں، اُسے قبولیت سے اس لیے روکا گیا کہ وہ اللہ ورسول کے منکِر ہوئے، نماز کو تھکے دل سے آتے ہیں، اور ناگواری سے خرچ کرتے ہیں!"۔

---

(١) پ٢١، العنكبوت: ٤٥.
(٢) پ٥، النساء: ١٤٢.
(٣) پ١٠، التوبة: ٥٤.

لہذا ہم سب پر لازم ہے، کہ اپنی نفسانی خواہشات پر غالب رہنے کی کوشش کریں، نمازوں میں چستی کا مظاہرہ کریں، اور اللہ تعالی کے تمام اَحکام پر عمل پیرا ہونے کے لیے کمر بستہ رہیں، اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اَحکامِ شریعت کی پاسداری کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، اس میں سستی و کاہلی سے بچا۔ اے اللہ! ہمیں اپنی صحیح بندگی میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی سچی محبت اور اِخلاص سے بھرپور اِطاعت کی توفیق عطا فرما! ہمیں اُن کی شفاعت نصیب فرما! ہم سب مسلمانوں کو اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے سچے غلاموں کے ساتھ جنّت الفردوس میں داخل فرما، آمین یارب العالمین!۔

ائمۂ مساجد اور انہیں درپیش مسائل

(جمعۃ المبارک ۲۱ ذی القعدہ ۱۴۴۲ھ - ۲/۰۷/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

ائمۂ کرام کا مقام ومرتبہ

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام میں ائمۂ مساجد کا مقام ومرتبہ بہت بلند وبالا ہے، انہیں قوم کی رَہبری ورَہنمائی کا درجہ حاصل ہے۔ امامت وپیشوائی ایک ایسا وصف ہے، جو اللہ تعالی کے خاص بندوں کی پہچان ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾[1] "وہ جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے، اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا (امام) بنا"۔ یعنی ہمیں ایسا پرہیزگار، عابد وخدا پرست بنا، کہ ہم پرہیزگاروں کی پیشوائی کے قابل

---

(١) پ ١٩، الفرقان: ٧٤.

ہوں، اور وہ دینی اُمور میں ہماری اِقتداء کریں[1]۔

امامت کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ خود مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ اور ان کے تمام خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس عظیم منصب کو بنفسِ نفیس رَونق بخشتے رہے، بلکہ امیر المؤمنین سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے منصب کے لیے، جن وُجوہ کی بنا پر ترجیح دی گئی، اُن میں ایک اہم وجہ نبئ کریم ﷺ کا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کے لیے مقرّر فرمانا بھی تھا، حضرت سیّدنا مولا علی -کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم- کا ارشاد ہے: «لَمَا قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ نَظَرْنَا فِي أَمْرِنَا، فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ ﷺ قَدْ قَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ فِي الصَّلاَةِ، فَرَضِينَا لِدُنْيَانَا مَنْ رَضِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِدِينِنَا، فَقَدَّمْنَا أَبَا بَكْرٍ»[2] "نبئ رحمت ﷺ کے وصال کے بعد، جب ہم نے غور کیا (تو اس نتیجہ پر پہنچے) کہ جب نماز کے مُعاملہ میں نبئ کریم ﷺ نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدّم فرمایا، اور انہیں ہمارے دِین کے لیے بطور امام پسند فرمایا، تو ہم دنیاوی مُعاملات میں بھی ان پر راضی ہوگئے"، یعنی ہم نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر کے انہیں خلیفۃ المسلمین مقرّر کردیا۔

میرے محترم بھائیو! امام کی حیثیت خالقِ کائنات عزّوجلّ اور ہمارے مابین گویا ایک ترجمان کی سی ہے، حضرت سیّدنا مَرثَد بن ابی مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنْ سَرَّكُمْ أَنْ تُقْبَلَ صَلاَتُكُمْ، فَلْيَؤُمَّكُمْ خِيَارُكُمْ؛ فَإِنَّهُمْ وَفْدُكُمْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۹، الفرقان، زیرِ آیت: ۷۴، صـ۶۸۰۔

(۲) "الطبقات الكبرى" ذكر بيعة أبي بكر رضي الله تعالى عنه، ۳/ ۱۸۳.

رَبِّكُمْ»[۱] "اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں، تو تم میں سے جو اچھے اور بہتر ہیں، ان کو اپنا امام منتخب کرو؛ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے پروَردگار کے درمیان ترجمان ہیں"۔

مسجد کا امام یا مؤذّن ہونا بڑی سعادت کی بات ہے؛ کیونکہ یہ ایک ایسا مقدّس اور پاکیزہ فریضہ ہے، جسے اختیار کرنے کا مشورہ خود حضور نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، حضرت سیّدنا داوٗد بن ابی ہند رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں، کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسولَ اللہ مجھے کوئی کام بتائیے! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «كُنْ إِمَامَ قَوْمِكَ، فَإِنْ لَمْ تَسْطِعْ فَكُنْ مُؤَذِّنَهُمْ!»[۲] "اپنی قوم کے امام بن جاؤ، اور اگر یہ نہ ہوسکے تو مُؤذِّن بن جاؤ!"۔

ائمۂ مساجد اور مؤذِّن حضرات اس لحاظ سے بھی بڑے خوش نصیب ہیں، کہ ان کے نامۂ اعمال میں سب نمازیوں کے ثواب کے برابر اجر وثواب لکھا جاتا ہے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «للإمامِ والمؤذّنِ مثلُ أجورِ مَنْ صلّى معهما»[۳] "امام ومؤذِّن کے لیے ان سب کے برابر ثواب ہے، جنہوں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی"۔

دنیا میں امامت کے منصب پر فائز رہنے والے خوش نصیب لوگ، بروزِ قیامت امتیازی شان وشوکت کے ساتھ، سیاہ کستوری کے ٹیلوں پر ہوں گے۔

---

(۱) "المعجم الكبير" ما أسند مرثد بن أبي مرثد الغَنَوي، ر: ۷۷۷، ۲۰/ ۳۲۸.

(۲) "مُصنَّف ابن أبي شَيبة" في فضل الصف المقدّم، ر: ۳۸۳۰، ۱/ ۳۷۸.

(۳) "كنز العمّال" الفصل الثاني في الإمامة ...إلخ، ر: ۲۰۳۷۰، ۷/ ۲۳۹.

حضرت سیّدنا ابوہریرہ اور سیّدنا ابوسعید رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں، کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: «ثَلاَثَةٌ عَلَى كَثِيبٍ مِنْ مِسْكٍ أَسْوَدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَهُولُهُمُ الْفَزَعُ، وَلَا يَنَالُهُمُ الْحِسَابُ: (١) رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ، وَأَمَّ بِهِ قَوْماً وَهُمْ بِهِ رَاضُونَ، (٢) وَرَجُلٌ أَذَّنَ فِي مَسْجِدٍ دَعَا إِلَى اللهِ، ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ، (٣) وَرَجُلٌ ابْتُلِيَ بِالرِّقِّ فِي الدُّنْيَا، فَلَمْ يَشْغَلْهُ ذَلِكَ عَنْ طَلَبِ الْآخِرَةِ»[١] "تین ۳ طرح کے لوگ ہیں جو بروزِ قیامت سیاہ کستوری کے ٹیلوں پر ہوں گے، نہ انہیں حساب کا خوف ہوگا، نہ کوئی گھبراہٹ: (ا) جس نے رِضائے الٰہی کی خاطر قرآنِ پاک پڑھا، اور لوگوں کی امامت کی، اس حال میں کہ وہ لوگ اس سے راضی تھے، (۲) جس نے رِضائے الٰہی کی خاطر مسجد میں اذان دی، اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا، (۳) جسے دنیا میں غلامی (یا ملازمت ونوکری وغیرہ کی صورت میں کسی کی ماتحتی) میں مبتلا کیا گیا، مگر اس آزمائش کے باعث وہ فکرِ آخرت سے غافل نہ ہوا"۔

عزیزانِ مَن! خود کو کسی منصب کے لیے پیش کرنا نہایت معیوب اَمر ہے، لیکن امامت ایک ایسا منصب ہے کہ اگر انسان اس کا اہل ہو، اور اس کا مقصود رِضائے الٰہی ہو، تو اس ذمّہ داری کی ادائیگی کے لیے خود کو پیش کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

حضرت سیّدنا عثمان بن ابی عاص رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مجھے اپنی قوم کا امام بنادیجیے! تو امام الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَنْتَ إِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ»[٢]

---

(١) "شعب الإيمان" فصل في إدمان تلاوة القرآن، ر: ٢٠٠٢، ٢/ ٨٢٦.

(٢) "سنن النَّسائي" كتاب الأذان، ر: ٦٦٨، الجزء ٢، صـ٢٥.

"تم اُن کے امام ہو، اب کمزوروں کا خیال رکھنا!" یعنی نمازِ باجماعت میں کمزور، ناتواں اور حاجتمند لوگ شریک ہوں، تو طویل قراءت سے اجتناب کرنا!۔

امام کی اہلیت کا معیار

حضراتِ ذی وقار! امامت کوئی معمولی منصب نہیں، ایک مسجد محلّے کی جتنی آبادی کو کفایت کرتی ہے، امامِ مسجد گویا اتنی آبادی کا رَہبر، رَہنما اور گویا اس خاندان اور قبیلے کا سردار ہوتا ہے۔ اس آبادی کو اچھے برے کی تمیز سکھانا، انہیں پُرامن رکھنا، اور وعظ ونصیحت کر کے انہیں دین کی طرف راغب کرنا، امامِ مسجد کی اہم ترین ذمّہ داری ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ کسی کو بھی امامِ مسجد مقرّر کرنے سے پہلے اس کی دینی اہلیت کو جانچ پرکھ لیا جائے! اور کسی بھی ایسے شخص کو امام مقرّر نہ کیا جائے، جو مطلوبہ معیار پر پورا نہ اُترتا ہو!۔

امامِ مسجد کی اہلیت کے بارے میں حضور صدر الشریعہ علّامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "سب سے زیادہ مستحق اِمامت وہ شخص ہے، جو نماز وطہارت کے اَحکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو، اگرچہ باقی علوم میں پوری دستگاہ (مکمل عبور) نہ رکھتا ہو، بشرطیکہ اتنا قرآن یاد ہو کہ بطورِ مسنون پڑھے اور صحیح پڑھتا ہو، یعنی حروف مَخارج سے ادا کرتا ہو، اور مذہب کی کچھ خرابی نہ رکھتا ہو، اور فَواحش (بے حیائی اور برے کاموں) سے بچتا ہو۔ اس کے بعد وہ شخص جو تجوید (قراءت) کا زیادہ علم رکھتا ہو، اور اس کے مُوافق ادا کرتا ہو۔ اگر کئی شخص ان باتوں میں برابر ہوں، تو وہ کہ زیادہ وَرع رکھتا ہو، یعنی حرام تو حرام، شُبہات سے بھی بچتا ہو۔ اس میں بھی برابر ہوں تو زیادہ عمر والا، یعنی جس کو زیادہ زمانہ اسلام میں گزرا۔ اس میں بھی برابر ہوں تو جس کے اَخلاق زیادہ اچھے ہوں۔ اس میں بھی برابر ہوں تو زیادہ وَجاہت والا یعنی تہجد گزار؛ کہ تہجد کی کثرت سے آدمی کا چہرہ زیادہ خوبصورت ہو

جاتا ہے۔ پھر زیادہ خوبصورت، پھر زیادہ حسب والا، پھر وہ کہ باعتبار نسَب کے زیادہ شریف ہو۔ پھر زیادہ مالدار، پھر زیادہ عزّت والا، پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں۔ غرض چند شخص برابر کے ہوں، تو اُن میں جو شرعی ترجیح رکھتا ہو، زیادہ حقدار ہے"[1]۔

ائمۂ کرام کے شخصی اَوصاف اور اَخلاقی ذمّہ داریاں

برادرانِ اسلام! امامت ایک عظیم منصب ہے، لہٰذا یہ منصب کسی ایسے شخص کے سپرد ہونا چاہیے جو نہایت متّقی، پرہیزگار اور عالمِ دین ہو، خوش اَخلاق اور خوش اَطوار ہو، حلال وحرام کی تمیز رکھتا ہو، اَحکامِ شریعت کا پاسدار ہو، زمانے کے نشیب وفراز سے آگاہ ہو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکَر کا جذبہ رکھتا ہو!۔

یاد رکھیے! امامِ مسجد کا کام صرف نماز پڑھانا نہیں، اُسے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جتنے مسلمان اس کی اِقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں، وہ درحقیقت ان سب کا پیشوا ہے، لہٰذا اُسے اپنا ہر قدم اٹھانے سے قبل خوب غور وفکر کرنا چاہیے، کہ میرے کسی عمل سے میرے مقتدیوں پر کوئی منفی اثر تو نہیں پڑے گا! ائمۂ مساجد کو جھوٹ، چُغلی، غیبت، بدگمانی، بدزبانی، اور وعدہ خلافی سمیت، تمام غیر اَخلاقی وغیر شرعی سرگرمیوں سے کوسوں دُور رہنا چاہیے۔ فُضول ہنسی مذاق اور غیر سنجیدہ گفتگو پر مبنی مَحافل کا حصہ بھی ہرگز نہیں بننا چاہیے!۔

حضراتِ گرامی قدر! اس بات کا یہ مطلب ہرگز نہیں، کہ امام صاحبان صرف مسجد تک محدود رہیں، نہیں نہیں! بلکہ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے مقتدیوں اور دیگر اہلِ محلّہ کی خوشی غمی میں بھی شریک ہوں، اگر کوئی نمازی مسجد میں آنے سے سستی برتنے لگے، تو اس کی وجہ معلوم کریں اور اُسے دوبارہ مسجد میں آنے کی ترغیب دیں۔ اگر وہ

---

(۱) "بہارِ شریعت" امامت کا بیان، امامت کا زیادہ حقدار کون؟ حصّہ ۳، ۱/۵۶۷۔

بیمار ہوتو اس کی عیادت کو جائیں، جو امام صاحبان مالی طور پر مستحکم ہوں، وہ اپنے غریب اور ضرور تمند مقتدیوں کی مالی طور پر خود مدد کریں، یا پھر کسی صاحبِ ثروَت شخص کو اس کی مدد کرنے کی ترغیب دیں۔ جہاں تک ممکن ہو اہلِ محلّہ کے چھوٹے چھوٹے مسائل، خانگی جھگڑوں اور باہمی ناچاقیوں کے حل میں بھی، بطورِ ثالث اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

اہلِ محلّہ کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے امامِ مسجد کے مقام و مرتبہ کو پہچانیں! اسے اپنا رَہبر اور بڑا تسلیم کریں، معمولی سی باتوں پر لڑ جھگڑ کر تھانے کچہریوں کے چکر لگانے، اور پانی کی طرح پیسہ بہانے کے بجائے، امامِ مسجد کو اپنا مُنصِف مان کر اس سے شریعت کے مُطابق فوری فیصلہ کروائیں! اور بلاوجہ پریشانیوں سے نَجات پائیں! ؏

سبق پڑھ پھر صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا![1]

ائمۂ مساجد کی توہین وتذلیل پر مبنی غیر اَخلاقی روِیے

حضراتِ گرامی قدر! یہود ونصاریٰ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت، مسلم مُعاشرے کو اِلحادی فکر (Atheistic Thought) کا شکار بنانے میں لگے ہیں، سوشل اور الیکٹرانک میڈیا (Social and Electronic Media) کے ذریعے، علمائے دین کی کردار کشی کرکے، ہماری نوجوان نسل کو دِین سے دُور کیا جارہا ہے، کسی بھی امامِ مسجد یا دینی پیشوا کی معمولی سے خطا کو، میڈیا (Media) کے ذریعے اس قدر اُچھالا جاتا ہے، کہ انسان سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے، کہ شاید دنیا بھر کے مسائل مَولویوں ہی کے پیدا کردہ ہیں! بحیثیت مسلمان کیا ہم نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارہ کی، کہ آخر ایسا

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، طلوعِ اسلام، حصہ ۳، ۲۹۷۔

کیوں ہورہاہے ؟اس کے پسِ پردہ کونسی قوّتیں کارفرماہیں ؟اوراُن کے کیاعزائم ہیں ؟!

میرے محترم بھائیو! اِلحاد (Atheism) اور سیکولرازم (Secularism) کے جراثیم غیر محسوس طریقے سے ہمارے مُعاشرے میں سرایت کرتے جارہے ہیں، اس کے نتیجے میں آج ہم اپنے علمائے دین، ائمہ ومُؤذِّنین، مذہبی پیشواؤں اور مساجد ومدارس کے خلاف کی جانے والی ہر بات کو صحیح سمجھ کر، اَغیار کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں! آخر کیا وجہ ہے کہ آج ہماری اکثریت ائمۂ مساجد اور مؤذِّنین وخادمین کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے! ان کی معمولی سی خطا کو رائی کا پہاڑ بنادیا جاتا ہے! ان کی ہر چھوٹی بڑی بات پر باز پُرس کی جاتی ہے!۔

میری بات کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان حضرات سے غلطِی کا صُدور ممکن نہیں، کوئی وزیر ہو یا بیورو کریٹ (Bureaucrat)، سیاستداں ہو یا بزنس مین (Businessman)، جج ہو یا وکیل، عالمِ دِین ہو یا امام مسجد، استاد ہو یا شاگرد، یقیناً بہ تقاضائے بَشریت ہر ایک سے غلطِی ہو سکتی ہے، تو پھر آخر مولوی بے چارے کا کیا قصور ہے؟ کہ سارے کا سارا میڈیا ہاتھ دھوکر، صرف اسی کی کردارکشی پر تُلا ہوا ہے! کیا اس کا قصور اس کی شرافت ہے یا غربت وکمزوری؟! میڈیا اپنی چرب زبانی سے کسی طاقتور پر ہاتھ کیوں نہیں ڈالتا؟! ان کے مکروہ عزائم اور غیر قانونی سرگرمیوں کا پردہ فاش کیوں نہیں کرتا؟! ہم میں سے تقریباً ہر ایک اس بات سے آگاہ ہے، کہ جب بھی میڈیا نے کسی بڑے سیاستداں (Politicians)، جج (judges) یا بزنس مین (Businessman) وغیرہ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی، اسے سختی سے خاموش کرادیا گیا!۔

دوسری طرف ایک مولوی بے چارہ اس قدر مظلوم ہے، کہ جس شخص کی گھر میں کوئی نہیں سنتا، وہ بھی بے چارے امامِ مسجد کو کھری کھری سناتا دکھائی دیتا ہے! اگر بأمرِ مجبوری امام صاحب کبھی نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد میں نہ آسکیں، یا کچھ تاخیر ہوجائے، تو مسجد کمیٹی سمیت تمام مقتدی حضرات، فوراً انہیں غیر ذمّہ دار ٹھہرانے سے بھی نہیں چُوکتے!۔

میرے محترم بھائیو! سوچنے کی بات ہے کہ جس امام صاحب کے پیچھے ہم پانچ ۵ وقت باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، کیا اُس کے ساتھ ایسا غیر اَخلاقی روِیہ ہمیں زیب دیتا ہے؟! قرآن وحدیث میں ان کا جو مقام ومرتبہ بیان کیا گیا ہے، اسے پیشِ نظر رکھتے ہوئے، کیا شریعت ہمیں اس بات کی اجازت دیتی ہے، کہ ہم ان کی توہین وتذلیل کریں؟! یا ان کے ساتھ کسی قسم کا غیر مناسب روِیہ اختیار کریں؟!

کسی مسلمان کو اَذیت دینے کا گناہ

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! بلاوجہِ شرعی کسی مسلمان کو لعن طعن کرنا، اسے برا کہنا، اور بھری مسجد میں توہین کرکے اسے اَذیت پہنچانا، حرام اشد حرام اور گناہ ہے! حضرت سیِّدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ آذَى مُسْلِماً فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى الله!»[۱] "جس نے کسی مسلمان کو اَذیت دی اس نے مجھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو) اَذیت پہنچائی، اور جس نے مجھے اَذیت پہنچائی، اس نے گویا اللہ تعالی کو تکلیف پہنچائی!"۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے، کہ ہم علمائے دین، حُفّاظِ کرام، اور ائمۂ مساجد کے مقام ومرتبہ کو سمجھیں، ان کا اَدب اور خوب احترام کریں، نیز ان کے ساتھ اُس

---

(۱) "المعجم الأوسَط" باب السين، من اسمه سعيد، ر: ۳٦۰۷، ۲/ ۳۸۷.

عزّت واحترام سے پیش آئیں جس کے وہ مستحق ہیں!۔

ائمۂ مساجد کو در پیش مسائل اور اہلِ محلّہ کی ذمّہ داری

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! ایک معزّز دینی منصب پر فائز ہونے کے باوُجود، آج ائمۂ کرام اور مؤذِّن وخادم صاحبان جن مسائل کا شکار ہیں، مسلم مُعاشرے کے کسی اَور فرد کو شاید ہی ان مشکلات کا سامنا ہو! لہذا جہاں ہم ائمۂ کرام یا خادم صاحبان سے یہ توقّع رکھتے ہیں، کہ وہ فُلاں فُلاں خوبیوں کے حامل ہوں، یا وہ فُلاں فُلاں ذمّہ داری ادا کریں، وہیں اہلِ محلہ اور مسجد کمیٹی پر بھی یہ ذمّہ داری عائد ہوتی ہے، کہ وہ ان حضرات کی ضروریات کا خیال رکھیں، اور انہیں در پیش مسائل حل کریں۔ موجودہ دَور میں ائمہ ومؤذِّنین اور خادم صاحبان کو جو مسائل در پیش ہیں، اُن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

معقول مُشاہرہ وتنخواہ

(۱) مسجد کے خادم، مؤذّن اور امام صاحبان کا موجودہ دَور میں سب سے بڑا مسئلہ معقول مُشاہرہ وتنخواہ کا نہ ہونا ہے! روز بروز بڑھتی مہنگائی کے اس طوفان کے باعث، محراب ومنبر سے وابستہ دینی طبقہ کافی مشکل صورتحال سے دوچار ہے! اپنی سفید پوشی اور غیرت وحمیّت کے باعث کسی سے مانگنا، اُن حضرات کے لیے پہاڑ کھودنے سے زیادہ دُشوار ہے! پنجوقتہ نماز کے لیے بروقت اذان، باجماعت نماز کی ادائیگی، اور مسجد کی صفائی ستھرائی کی ذمّہ داری کے باعث، یہ حضرات کوئی دوسری ملازمت کرنے سے بھی قاصر ہیں، لہٰذا اہلِ محلّہ اور مسجد کمیٹی موجودہ مہنگائی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، ان کی تنخواہ دس ۱۰ پندرہ ۱۵ ہزار روپے سے بڑھا کر پینتیس ۳۵، یا چالیس ہزار ۴۰۰۰۰ روپے مقرّر کریں!!۔

غیر اَخلاقی اور نامناسب روِیے

(۲) ان حضرات کے ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے، مسجد کمیٹی اس بات کو یقینی بنائے، کہ مقتدیوں میں سے کوئی شخص ان کے ساتھ غیر اَخلاقی اور نامناسب روِیہ اختیار نہ کرسکے!۔

(۳) امامِ مسجد، نائب امام، مؤذّن یا خادمِ مسجد سے، بہ تقاضائے بَشری اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے، تو اُسے خُوب اُچھالا جاتا ہے۔ ایسی صورتحال میں عَفو ودرگزر سے کام لینا چاہیے، ان کی عیب پوشی کی جائے، اور تنہائی میں اصلاح کرکے انہیں غلطی کا احساس دلایا جائے!۔

کردار کشی

(۴) اگر کسی غلطی یا اختلاف کے باعث اس منصب سے فارغ کرنا ضروری ہو، تب بھی ان حضرات کی کردار کشی نہ کی جائے! بلکہ انہیں باعزّت طریقے سے رُخصت کیا جائے؛ تاکہ عوام الناس پر دینی طبقے کے حوالے سے کوئی منفی تأثُر نہ پڑے! اور وہ لوگ کسی فردِ واحد کی غلطی کے باعث، دین سے مزید دُور نہ ہو جائیں!۔

معقول فیملی رہائش

(۵) ائمۂ مساجد کا ایک بڑا مسئلہ معقول فیملی رہائش کی عدم دستیابی بھی ہے۔ عموماً مساجد میں ائمۂ کرام کے لیے فیملی رہائش کا معقول انتظام نہیں ہوتا، رہائش کے نام پر بس ایک اسٹور نما چھوٹا سا حُجرہ دے کر جان چھڑا لی جاتی ہے! یہ انتہائی نامناسب بات ہے، ہمیں سوچنا چاہیے کہ کیا یہ حُجرہ امام صاحب کی شایانِ شان ہے؟! کیا اس میں وہ تمام ضروری سہولیات دستیاب ہیں، جو ہمیں اپنے گھروں

میں حاصل ہوتی ہیں؟! لہذا انتہائی ضروری ہے کہ امام صاحبان کو مسجد سے الگ فیملی رہائش کی بہترین سہولت مہیا کی جائے؛ تاکہ ان کی نجی زندگی میں کوئی خلل واقع نہ ہو، اور ان کے اہل وعِیال بھی ایک نارمل زندگی (Normal Life) گزار سکیں، نیز دیگر شہریوں کی طرح وہ لوگ بھی اپنی ذاتی اور شخصی زندگی اچھے انداز سے بسر کرسکیں!۔

بچوں کی تعلیم کا مسئلہ

(٦) محراب و منبر سے منسلک ہر فرد، چاہے امام مسجد ہو یا خطیب، مؤذِّن ہو یا خادِم مسجد، ان سب اَحباب کے لیے اپنے بچوں کی تعلیم بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ مُناسب سیلری پیکج (Salary Package) نہ ہونے کے باعث، یہ حضرات اپنے بچوں کو کسی اچھے اور معیاری اسکول میں تعلیم دلانے سے بھی قاصر ہیں۔ سرکاری اسکولوں کی حالتِ زار سب کے سامنے ہے، جبکہ پرائیویٹ اسکولز (Private Schools) کی بھاری فیسیں ادا کرنا سب کے بس کی بات نہیں! ان حالات میں محدود ترین تنخواہ کے حامل ائمۂ مساجد، مؤذِّن اور خادم صاحبان کے لیے اپنے بچوں کو کسی معیاری اسکول میں تعلیم دلانا، کسی طور پر ممکن نظر نہیں آتا۔ لہذا مسجد کمیٹی اور اہلِ محلّہ کو چاہیے کہ اس مسئلہ کو بھی پیشِ نظر رکھیں، اور حتی الاِمکان انہیں اچھے سے اچھا سیلری پیکج (Salary Package) دینے کی کوشش کریں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں امام صاحبان کے مقام ومرتبہ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرما، ان کی عزّت وتکریم کا جذبہ عنایت فرما، انہیں اپنا رَہبر ورَہنما سمجھتے ہوئے ان سے شرعی رَہنمائی لینے کی سوچ عطا فرما، ان کی توہین وتذلیل کے گناہ سے ہم سب کو محفوظ رکھ،

ان کے مسائل کو ہمیں اپنے مسائل سمجھنے کی توفیق دے، ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کی ہم سب کو توفیق مرحمت فرما، آمین یارب العالمین!۔

مقاصدِ حج

(جمعۃ المبارک ۲۸ ذی القعدہ ۱۴۴۲ھ- ۰۹/۰۷/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ من الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

حج کا لُغوی واصطلاحی معنی

برادرانِ اسلام! حج کے لُغوی معنی عظمت والی جگہ کا ارادہ کرنا ہے، جبکہ اصطلاحِ شریعت میں مخصوص صفات وشرائط کے ساتھ، مخصوص زمانے میں، بیت اللہ شریف جانے کا ارادہ کرنا، حج کہلاتا ہے[1]۔

حج سے متعلق شرعی حکم

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ حج سے متعلق شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حج نام ہے اِحرام باندھ کر، نویں ۹ ذی الحجہ کو عرَفات میں ٹھہرنے، اور کعبۂ معظّمہ کے طواف کا، اور اس کے لیے ایک خاص وقت مقرّر ہے، کہ اس میں یہ اَفعال کیے جائیں تو حج ہے۔ حج نو۹ ہجری میں فرض ہوا، جو اس کی

---

(۱) انظر: "التعريفات" باب الحاء، ر: ۵۳۰- الحج، صـ۷۱.

فرضیت کا انکار کرے کافر ہے، مگر عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ دکھاوے کے لیے حج کرنا اور مالِ حرام سے حج کو جانا حرام ہے"[1]۔

حج کی فرضیت

عزیزانِ محترم! حج دینِ اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے، جو مسلمان اس کی استطاعت رکھتا ہو، اس پر زندگی بھر میں ایک بار فرض ہے، اس کی فرضیت کا حکم بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾[2] "اللہ تعالی کی خاطر لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے، جو وہاں تک جانے پر قادر ہو"۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جب آیتِ مبارکہ: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ نازل ہوئی، تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی کہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش رہے، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بارگاہِ رسالت میں اپنا سوال پھر سے دہرایا، اس پر نبئ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا، وَلَوْ قُلْتُ: "نَعَمْ" لَوَجَبَتْ»[3] "نہیں، لیکن اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو واقعی (ہر سال کے لیے) فرض ہو جاتا"۔

حج کی فضیلت

حضراتِ گرامی قدر! حج ایک ایسا مبارک فریضہ ہے، جس کی ادائیگی کی بدَولت

---

(۱) "بہارِ شریعت" حج کا بیان، حصّہ ششم ۶، ۱/۱۰۳۵، ۱۰۳۶۔

(۲) پ ٤، آل عمران: ٩٧.

(۳) "سنن الترمذي" أبواب تفسير القرآن، ر: ٣٠٥٥، صـ٦٨٨.

انسان گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے، غربت، اِفلاس اور محتاجی سے نَجات ملتی ہے، بخشش، مغفرت اور شَفاعت کے پروانے عطا ہوتے ہیں۔ بار بار حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرتے رہنے کا حکم دیتے ہوئے رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد: «تَابِعُوا بَيْنَ الحَجِّ وَالعُمْرَةِ؛ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الفَقْرَ وَالذُّنُوبَ، كَمَا يَنْفِي الكِيرُ خَبَثَ الحَدِيدِ وَالذَّهَبِ وَالفِضَّةِ»[1] "حج وعمرہ کرتے رہا کرو؛ کہ یہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دُور کرتے ہیں، جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو دُور کر دیتی ہے"۔

حج کی سعادت سے بہرہ وَر ہونے والے حاجی کو، بروزِ قیامت اپنے عزیز واَقارب کی شَفاعت کا اختیار عطا کیا جائے گا، اس بارے میں رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: «الْحَاجُّ يَشْفَعُ فِي أَرْبَعِمِئَةِ أَهْلِ بَيْتٍ» یا فرمایا: «مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ»[2] "حاجی اپنے گھر والوں میں سے چار سو ۴۰۰ کی شَفاعت کرے گا، اور وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے، گویا آج ہی اپنی ماں سے پیدا ہوا ہو"۔

حج وہ عظیم فریضہ ہے کہ اگر اس کی ادائیگی کے دَوران انسان کی موت واقع ہو جائے، تو تا قیامت اس کے لیے اجر وثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ خَرَجَ حَاجّاً فَمَاتَ، كُتِبَ لَهُ أَجْرُ الْحَاجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»[3] "جو حج کے ارادے سے نکلا اور راستے میں مرگیا، تو قیامت تک اس کے لیے حج کا ثواب لکھا جاتا رہے گا"۔

---

(۱) المرجع نفسه، باب ما جاء في ثواب الحجّ والعمرة، ر: ۸۱۰، صـ۲۰۲.

(۲) "مسند البزّار" مسند أبي موسى رضي الله عنه، ر: ۳۱۹۶، ۸/ ۱۶۹.

(۳) "المعجم الأوسط" باب الميم، من اسمه محمد، ر: ۵۳۲۱، ٤/ ۹۳.

ایک اَور مقام پر تاجدارِ ختمِ نبوّت ﷺ نے فرمایا: «يُغْفَرُ لِلْحَاجِّ، وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ»[1] "حاجی کی مغفرت ہوجاتی ہے، اور جس کے لیے حاجی استغفار کرے اُس کی بھی مغفرت کردی جاتی ہے"۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس مقدّس فریضہ کی ادائیگی کے لیے بے قرار رہے، اور ہمہ وقت اس کوشش میں لگا رہے کہ کسی طرح حج کی سعادت حاصل ہو جائے، اگر ہمارا جذبہ ولگن صادق ہیں، تو بارگاہِ الٰہی سے امیدِ واثق ہے کہ -ان شاء اللہ- ایک نہ ایک دن ہم بھی اس دَر کی چوکھٹ کو ضرور چومیں گے، حج اور زیارتِ رسولِ پاک ﷺ کی سعادت سے اپنا مقدّر چمکائیں گے!۔

مقاصدِ حج

حضراتِ ذی وقار! حج عالمِ اسلام کا عظیم، پُر وقار اور رُوح پرَور اجتماع ہے، یہ دینِ اسلام کا پانچواں رکن اور قربِ الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔ اگر ہم فلسفۂ حج اور اس کے پسِ پردہ مقاصد پر غور وفکر سے کام لیں، تو یہ بات خوب سمجھ میں آجائے گی کہ حج صرف طواف، سعی، وُقوفِ عرَفہ اور رَمی وغیرہ کا نام نہیں، بلکہ اس میں قدم قدم پر اللہ ورسول کی نافرمانی اور گناہوں سے بچ کر، اعمالِ صالحہ، اَحکامِ الٰہیہ کو تسلیم، صبر واستقامت کا مُظاہرہ، اور کمزور ومساکین کا خیال رکھنے کا درس بھی پنہاں ہے۔

میرے محترم بھائیو! فریضۂ حج ہر صاحبِ حیثیت مسلمان پر زندگی بھر میں صرف ایک بار فرض کیا گیا ہے، یقیناً حکمتِ الٰہی کے علاوہ اس کے کچھ خاص مقاصد بھی ہیں، جن کی تکمیل اور رعایت بحیثیت مسلمان ہم سب پر لازم ہے۔ فریضۂ حج کی

---

(١) "مسند البزّار" مسند أبي حمزة أنس بن مالك، ر: ٩٧٢٦، ١٧/ ١٣٥.

ادائیگی کے متعدّد مقاصد میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

اعلانِ توحید

حج کا ایک بڑا مقصد اُمتِ مسلمہ کے قُلوب واَذہان میں عقیدۂ توحید کو راسخ کرنا ہے؛ تاکہ وہ کفر وشرک سے بچے رہیں۔ اللہ رب العالمین سورۂ حج میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾[1] "ایک اللہ کے ہوکر کہ اس کا شریک کسی کو نہ کرو، اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا آسمان سے گرا، کہ پرندے اسے اُچک لے جاتے ہیں، یا ہوا اُسے کسی دُور جگہ پھینکتی ہے"۔ مراد یہ ہے کہ شرک کرنے والا اپنی جان کو بدترین ہلاکت میں ڈالتا ہے![2]۔

ایک اَور مقام پر ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ڏ وَرَسُوْلُهٗ﴾[3] "اور مُنادی پکار دیتا ہے، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے، سب لوگوں میں بڑے حج کے دن، کہ اللہ اور اس کا رسول مشرِکوں سے بیزار ہیں"۔

طواف، سعی، رَمیٔ جمرات، اور وُقوفِ عرفہ ومُزدلفہ ومِنٰی وغیرہ میں حجّاجِ کرام، قدم قدم پر اعلانِ توحید کی صدائیں بلند کرتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں: «لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ! لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ! إِنَّ الْحَمْدَ

---

(١) پ١٧، الحجّ: ٣١.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۷، الحج، زیرِ آیت: ۳۱، ص۶۲۴۔

(٣) پ١٠، التوبة: ٣.

وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ! لَا شَرِيكَ لَكَ»[1] "میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں! تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں! یقیناً تمام تعریفیں، نعمتیں اور بادشاہی تیرے ہی لیے ہے! تیرا کوئی شریک نہیں"۔

اتحاد و یگانگت کا فروغ

مسلمان چاہے مشرق میں ہو یا مغرب میں، شمال میں ہو یا جنوب میں، یہ علاقائی سرحدیں ان کے لیے کوئی معنیٰ نہیں رکھتیں، وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اور ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھ کر محسوس کرتے ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾[2] "مسلمان مسلمان آپس میں بھائی ہیں" کہ آپس میں دینی رابطہ اور اسلامی محبت کے ساتھ مربوط (جڑے ہوئے) ہیں، یہ رشتہ تمام دنیاوی رشتوں سے مضبوط تر ہے[3]۔

تقویٰ و پرہیزگاری

حضراتِ محترم! حج کے عظیم مقاصد ومَطالب میں سے ایک اہم مقصد تقویٰ وپرہیزگاری کا حصول بھی ہے۔ ہم نے سفرِ حج کے لیے اکانومی کلاس (Economy Class) کا ٹکٹ لیا، یا بزنس کلاس (Business Class) کا، کسی عام سے ہوٹل میں ٹھہرے، یا کسی سیون اسٹار ہوٹل (7 - Star Hotel) میں، قربانی کا جانور سستا لیا یا مہنگا، اللہ تعالی کے ہاں ان تکلّفات کی کوئی اہمیت نہیں، اس کی بارگاہ میں صرف ہمارا تقویٰ، پرہیزگاری اور اِخلاص دیکھا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الحَج، باب التلبية ...، ر: ٢٨١١، صـ٤٨٩.

(٢) پ٢٦، الحجرات: ١٠.

(۳) دیکھیے: "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۶، الحجرات، زیرِ آیت: ۱۰، صـ۹۴۹۔

﴿ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ﴾[1] "اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں، اور نہ ان کے خون، ہاں اس تک تمہاری پرہیز گاری باریاب ہوتی ہے"۔ یعنی قربانی کرنے والے صرف نیّت کے اِخلاص اور شروطِ تقویٰ کی رعایت سے، اللہ تعالی کو راضی کرسکتے ہیں[2]۔

حکمِ شریعت کے سامنے سرِتسلیم خم کرنا

حج کا ایک اہم مقصد حکمِ شریعت کی تعمیل بھی ہے۔ تلبیہ، طواف، سعی، رَمی، وُقوفِ عرَفہ ومُزدلفہ ومِنی میں مخصوص اوقات کا لحاظ، اور اِحرام کی پابندی کے ذریعے، انسان حکمِ شریعت کے سامنے اپنا سرِتسلیم خم کرتا ہے، اور قَولی وفعلی طور پر اس بات کا اعتراف کرتا ہے، کہ وہ اللہ تعالی کا عاجز بندہ ہے، اور حکمِ شریعت کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں، چاہے وہ کتنے ہی بڑے مقام ومرتبہ یا منصب پر فائز ہو!۔

حکمِ شریعت کی پابندی کی ایک بہترین مثال، امیر المؤمنین سیّدنا عمر فاروق رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ کا وہ فرمان ہے، جو آپ نے حَجَرِ اَسود کو بوسہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ! لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَع! وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رسولَ الله ﷺ يُقَبِّلُكَ، مَا قَبَّلْتُكَ!»[3] "میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے، جو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے نہ چومتا!"۔

---

(۱) پ۱۷، الحجّ: ۳۷.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۷، الحج، زیرِ آیت: ۳۷، صـ۶۲۵۔

(۳) "صحيح البخاري" باب ما ذكر في الحجر الأسود، ر: ۱۵۹۷، صـ۲۵۹.

بخشش کا ذریعہ

عزیزانِ محترم! بخشش، مغفرت اور گناہوں کی مُعافی بھی حج کے اَہم مقاصد میں سے ایک ہے۔ جو مسلمان فریضۂ حج کی سعادت سے شرفیاب ہوتا ہے، اور دَورانِ حج فِسق وفجور اور معصیت ونافرمانی سے دُور رہتا ہے، اللہ تعالی اس کے گذشتہ گناہ مُعاف فرمادیتا ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ حَجَّ لله فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ»(۱) "جس نے اللہ تعالی کی خاطر حج کیا، اور اس میں کوئی فحش وگناہ کا کام نہیں کیا، وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوکر لَوٹے گا جیسا اُس دن تھا جب اپنی ماں سے پیدا ہوا"۔

درسِ مُساوات

حج کے مقاصد میں سے ایک اَہم مقصد دنیا سے رنگ ونسل اور امیر غریب کا فرق مٹاکر، باہم مُساوات قائم کرنا بھی ہے۔ حج کے موقع پر لاکھوں مسلمان چاہے وہ عربی ہوں یا عجمی، حاکم ہوں یا محکوم، پیر ہوں یا مرید، استاد ہوں یا شاگرد، عالم ہوں یا غیر عالم، سب اپنے مقام ومنصب کو پیچھے چھوڑ کر، ایک لباس، ایک حالت، اور ایک مقام پر، ایک ہی فریضہ انجام دینے میں مصروف ہوتے ہیں۔

ہر طرح کی امتیازی حیثیتوں سے بالاتر مُساوات کی ایسی مثال، بلاشک وشبہ دنیا کے کسی بھی دین، مذہب یا دنیاوی اجتماع میں دیکھنے کو نہیں ملے گی! یہ صرف دینِ اسلام ہی کا خاصہ ہے، جو اپنے ماننے والوں کے ذریعے، دنیا بھر کو طبقاتی فرق کے خاتمہ کا درس دے رہا ہے!۔

(۱) المرجع نفسه، ر: ۱۵۲۱، صـ۲۷٤.

دینِ حق کی شان وشوکت

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! حج مسلمانوں کا وہ عظیم الشان اجتماع ہے، جس سے دینِ حق کی شان وشوکت میں مزید اضافہ ہوتا ہے، شب وروز اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف کفّار ومشرکین، مسلمانوں کی اجتماعیت، نظم وضبط، اتحاد واتفاق دیکھ کر، مبہوت اور خائف ہوتے ہیں، کہ اگر یہ اتحاد واتفاق یونہی برقرار رہا، تو دینِ اسلام کے خلاف ہماری کوئی سازش کامیاب نہیں ہو پائے گی، اور دینِ اسلام روز بروز یونہی پھلتا پھولتا رہے گا!۔

نظم وضبط کی پابندی

میرے دوستو، بھائیو اور بزرگو! حج سمیت اسلام کی تمام عبادات میں ہمیں نظم وضبط اور وقت کی پابندی کا درس ملتا ہے، اور یہ وہ اَوصافِ حمیدہ ہیں جو باشُعور، مہذَّب اور ترقی یافتہ قوموں کی پہچان ہوا کرتے ہیں، یقیناً حج میں نظم وضبط اور وقت کی پابندی پر مبنی اعمال کے ذریعے، دینِ اسلام ہمیں یہ پیغام دے رہا ہے، کہ اے مسلمانو! خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ! اور جس حقیقی مقام ومرتبہ کے تم حقدار ہو اسے پہچانو! اس کے حصول کے لیے کوشش کرو! ورنہ تمہارا نام ونشان مٹ جائے گا، اور یہ دنیا تمہیں روندتے ہوئے آگے نکل جائے گی! ؏

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں![1]

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ دِرا، تصویرِ درد، حصہ اوّل، ۹۷۔

دعا

اے اللہ! ہمیں بار بار حج و عمرہ کی سعادت، اور مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے درِ دَولت کی باادب حاضری نصیب فرما، ہمیں حجِ مَبرور کی سعادت سے شرفیاب فرما، اِس مقدّس فریضۂ حج کے صدقے ہمارے صغیرہ کبیرہ گناہ مُعاف فرما، ہمیں حج کے مقاصد سے آگاہی عطا فرما، ان مقاصد پر پورا اترنے اور ان کے اہتمام کا جذبہ عنایت فرما، آمین یارب العالمین!۔

فلسفۂ قربانی اور ہمارا مُعاشرہ

(جمعۃ المبارک ۰۵ ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ - ۱۶/۰۷/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

قربانی کی تعریف

برادرانِ اسلام! ایامِ نحر (قربانی کے دنوں) میں قُربِ الٰہی کے حصول کی نیّت سے، جو جانور ذبح کیا جاتا ہے، اصطلاحِ شریعت میں اُسے قربانی کہتے ہیں[1]۔ صدر الشریعہ علّامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "مخصوص جانور کو، مخصوص دن میں، بہ نیّتِ تقرُّب ذَبح کرنا قربانی ہے۔ کبھی اس جانور کو بھی اُضحِیہ اور قربانی کہتے ہیں جو ذَبح کیا جاتا ہے۔ قربانی حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی سنّت ہے، جو اس اُمّتِ (محمدیّہ) کے لیے باقی رکھی گئی"[2]۔

---

(١) انظر: "التعريفات" باب الألف، ر: ١٦٠ - الأُضحِية، صـ٣١، ملخّصاً.

(۲) "بہارِ شریعت" قربانی کا بیان، حصّہ پانزدہم ۱۵، ۳/۳۲۷۔

قربانی کی مشروعیت

عزیزانِ محترم! ہر صاحبِ نصاب پر قربانی واجب ہے، اللہ تعالی نے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کو قربانی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾(۱) "توتم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو!"۔

قربانی ایک ایسی عبادت ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے پیارے نبی حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی جان کے فدیہ میں ذَبیحہ دے کر، لوگوں کے لیے اسے مقرّر فرمایا، ارشادِ ربّانی ہے: ﴿وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ﴾(۲) "ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اُس (اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام) کے فِدیہ میں دے کر اُسے بچالیا"۔

قربانی کا اجر وثواب

حضراتِ گرامی قدر! قربانی اسلامی شِعار اور نعمتِ الٰہی ہے، تقویٰ وپرہیز گاری اور رِضائے الٰہی کی خاطر، دی جانے والی قربانی کو اللہ تعالی قبول فرماتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾(۳) "اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے"۔ یعنی قربانی کرنے والے صرف نیّت کے اِخلاص اور شُروطِ تقویٰ کی رعایت سے، اللہ تعالی کو راضی کر سکتے ہیں(۴)۔

---

(۱) پ۳۰، الكوثر: ۲.

(۲) پ۲۳، الصافّات: ۱۰۷.

(۳) پ۱۷، الحج: ۳۷.

(۴) دیکھیے: "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۷، الحج، زیرِ آیت: ۳۷، ص۶۲۵۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنا نہایت پسندیدہ اَمر ہے، عید الاضحیٰ کے ایّام میں خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ کو قربانی سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں۔ اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ، أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّه لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلافِهَا، وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنْ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الأَرْضِ، فَطِيبُوْا بِهَا نَفْساً»[۱] "قربانی کے دن اللہ تعالی کی بارگاہ میں، مسلمان کا کوئی عمل خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ نہیں! قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کُھروں سمیت آئے گا، اور یقیناً اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے، اللہ تعالی کے ہاں مقامِ قبولیت حاصل کرلیتا ہے، لہٰذا خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو!"۔

سب سے عظیم دن

قربانی کا دن اللہ تعالی کے ہاں بہت عظیم دن ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ أَعْظَمَ الأَيَّامِ عِنْدَ اللهِ، يَوْمُ النَّحْرِ»[۲] "یقیناً اللہ تعالی کے ہاں سب سے عظیم دن، قربانی (۱۰ ذی الحجہ) کا دن ہے"۔

سب سے پیارا مال

قربانی کی خریداری کے سلسلے میں خرچ کیا گیا مال، سب سے پیارا مال ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) "سنن الترمذي" باب ما جاء في فضل الأُضحِية، ر: ۱٤۹۳، صـ۳٦۳.

(۲) "سنن أبي داود" كتاب المناسك [باب] ر: ۱۷٦٥، صـ۲٥۹.

«مَا أُنْفِقَت الْوَرِقُ فِي شَيْءٍ، أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ نَحيرٍ يُنْحَرُ فِي يَوْمِ عِيدٍ»[1]

"جو مال عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا، اس سے زیادہ کوئی مال پیارا نہیں!"۔

قربانی واجب ہونے کی شرائط

حضراتِ محترم! قربانی واجب ہونے کی کیا شرائط ہیں؟ اس بارے میں حضور صدر الشریعہ علّامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "(۱) اسلام، یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں۔ (۲) اِقامت یعنی مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں۔ (۳) تونگری یعنی مالکِ نصاب ہونا۔ یہاں مالداری سے مراد وہی (نصاب) ہے جس سے صدقۂ فطر[2] واجب ہوتا ہے، وہ مراد نہیں جس سے زکاۃ واجب ہوتی ہے۔ (۴) حُرّیت یعنی آزاد ہونا، جو آزاد نہ ہو اُس پر قربانی واجب نہیں؛ کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں، لہٰذا عباداتِ مالیہ اُس پر واجب نہیں۔ مرد ہونا اس (قربانی) کے لیے شرط نہیں، عورتوں پر (بھی) واجب ہوتی ہے جس طرح مَردوں پر واجب ہوتی ہے"[3]۔

قربانی کا وقت

حضراتِ گرامی قدر! قربانی کا وقت تین ۳ دن، یعنی ۱۰ ذی الحجہ کی صبح سے لے کر بارہ ۱۲ ذی الحجہ کا سورج ڈوبنے تک ہے۔ قربانی کے وقت کے بارے میں حضرت

---

(١) "المعجم الكبير" طاوس عن ابن عبّاس، ر: ١٠٨٩٤، ١١/ ١٥.

(۲) صدقۂ فطر یا قربانی واجب ہونے کے لیے، مسلمان آزاد مرد و عورت کا، عید الفطر یا قربانی کے ایام میں، ساڑھے سات تولے سونا، یا ساڑھے باوَن تولہ چاندی، یا چاندی کی مالیت کے برابر رقم (حالیہ حساب سے تقریباً 80,900 روپے پاکستانی) کا مالک ہونا ضروری ہے۔ جس کے پاس ان ایام میں (ضروریاتِ زندگی سے) زائد اتنی رقم ہو، اس پر قربانی واجب ہے، اس میں سال گزرنا شرط نہیں۔

(۳) "بہارِ شریعت" "قربانی کا بیان، حصّہ پانزدہم ۱۵، ۳/ ۳۳۲۔

نافع رحمۃ اللہ تعالٰی سے روایت ہے، کہ حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: «الأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الأَضْحَى»[١] "قربانی بقر عید کے بعد دو ۲ دن تک ہے"۔ حضرت سیّدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا، کہ مجھے حضرت سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کے مثل روایت پہنچی ہے[٢]۔ "یہ حدیث حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کی قوی دلیل ہے، کہ قربانی (دس ۱۰ ذی الحجہ کی صبح سے) ۱۲ویں کے سورج ڈوبنے تک ہے"[٣]۔

قربانی کے جانور سے متعلق حکمِ شرعی

عزیزانِ مَن! جس شخص پر قربانی واجب ہو، اسے چاہیے کہ جانور اچھا اور بے عیب خریدے، حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَرْبَعَةٌ لَا يَجْزِينَ فِي الْأَضَاحِي: (١) الْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا، (٢) وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا، (٣) وَالْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا، (٤) وَالْكَسِيرَةُ الَّتِي لَا تُنْقِي»[٤] "چار ۴ قسم کے جانوروں کی قربانی درست نہیں: (۱) وہ کانا جانور جس کا کاناپَن صاف معلوم ہو، (۲) ایسا بیمار جانور جس کی بیماری ظاہر ہو، (۳) ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑاپَن صاف معلوم ہو، (۴) ایسا کمزور وناتواں جانور جس کی ہڈیوں میں گُودا نہ رہا ہو"۔

---

(١) "موطّأ الإمام مالك" كتاب الضحايا، ر: ١٠٥٢، صـ٢٧٦.

(٢) المرجع نفسه، تحت ر: ١٠٥٢.

(۳) "مرآۃ المناجیح" قربانی کا باب، تیسری فصل، زیرِ حدیث: ۱۴۷۳، ۲/۳۷۶۔

(٤) "سنن النَّسائي" كتاب الضحايا، ر: ٤٣٧٧، الجزء ٧، صـ٢٢٨.

قربانی سے متعلق چند شرعی مسائل

برادرانِ اسلام! حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ قربانی کے چند اہم مسائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"(۱) قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے، جب وہ وقت آیا اور شرائطِ وُجوب پائے گئے، قربانی واجب ہوگئی۔

(۲) مالکِ نصاب نے قربانی کے لیے بکری خریدی تھی وہ گم ہوگئی، اور اس شخص کا مال نصاب سے کم ہوگیا، اب قربانی کا دن آیا تو اس پر یہ ضرور (لازم) نہیں کہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے۔ اور اگر وہ بکری قربانی ہی کے دنوں میں مل گئی، اور یہ شخص اب بھی مالکِ نصاب نہیں ہے، تو اُس پر اس بکری کی قربانی واجب نہیں۔

(۳) عورت کا مُہر شوہر کے ذمّہ باقی ہے، اور شوہر مالدار ہے، تو اس مُہر کی وجہ سے عورت کو مالکِ نصاب نہیں مانا جائے گا، اگرچہ مُہر معجّل ہو، اور اگر عورت کے پاس اس کے سوا بقدرِ نصاب مال نہیں ہے، تو عورت پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔

(۴) بالغ لڑکوں یا بی بی (زوجہ) کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے، تو اُن سے اجازت حاصل کرے، بغیر اُن کے کہے اگر کر دی تو اُن کی طرف سے واجب ادا نہ ہوا۔ اور نابالغ کی طرف سے اگرچہ واجب نہیں ہے مگر کر دینا بہتر ہے۔

(۵) یہ ضرور (لازم) نہیں کہ دسویں ۱۰ ہی کو قربانی کر ڈالے، اس کے لیے گنجائش ہے کہ پورے وقت (۱۰ ذی الحجہ کی صبح سے لے کر بارہ ۱۲ ذی الحجہ کے سورج ڈوبنے تک) میں جب چاہے کرے، لہٰذا اگر ابتدائے وقت میں اس کا اہل نہ تھا، وُجوب کے شرائط نہیں پائے جاتے تھے، اور آخر وقت میں اہل ہوگیا، یعنی وُجوب

کے شرائط پائے گئے تو اس پر واجب ہوگئی، اور اگر ابتدائے وقت میں واجب تھی اور ابھی کی نہیں، اور آخر وقت میں شرائط جاتے رہے، تو واجب نہ رہی۔

(۶) ایک شخص فقیر تھا مگر اس نے قربانی کر ڈالی، اس کے بعد ابھی وقت قربانی کا باقی تھا کہ غنی ہوگیا، تو اُس کو پھر قربانی کرنی چاہیے؛ کہ پہلے جو کی تھی وہ واجب نہ تھی، اور اب واجب ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ وہ پہلی قربانی کافی ہے۔

(۷) اگر باوُجود مالکِ نصاب ہونے کے اُس نے قربانی نہ کی، اور وقت ختم ہونے کے بعد فقیر ہوگیا، تو اس پر بکری کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے، یعنی وقت گزرنے کے بعد قربانی ساقط نہیں ہوگی۔

(۸) اور اگر مالکِ نصاب بغیر قربانی کیے ہوئے انہیں دنوں میں مرگیا، تو اس کی قربانی ساقط ہوگئی۔

(۹) قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے، کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی، مثلاً بجائے قربانی اُس نے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کردی، یہ ناکافی ہے۔

(۱۰) دسویں ۱۰ کے بعد کی دونوں راتیں ایّامِ نحر میں داخل ہیں، ان میں بھی قربانی ہوسکتی ہے، مگر رات میں ذبح کرنا مکروہ ہے۔

(۱۱) اگر شہر میں متعدّد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو، تو پہلی جگہ نماز ہوچکنے کے بعد قربانی جائز ہے، یعنی یہ ضرور نہیں کہ عید گاہ میں نماز ہوجائے جبھی قربانی کی جائے، بلکہ کسی (بھی) مسجد میں ہوگئی اور عید گاہ میں نہ ہوئی، جب بھی قربانی ہوسکتی ہے۔

(۱۲) مِنیٰ میں چونکہ عید کی نماز نہیں ہوتی، لہٰذا وہاں جو قربانی کرنا چاہے، طلوعِ فجر کے بعد سے کرسکتا ہے۔

(۱۳) قربانی کے دن گزر گئے اور اُس نے قربانی نہیں کی، اور جانور یا اس کی قیمت کو صدقہ بھی نہیں کیا، یہاں تک کہ دوسری بقر عید آگئی، اب یہ چاہتا ہے کہ سالِ گزشتہ کی قربانی کی قضا اس سال کرلے، یہ نہیں ہوسکتا، بلکہ اب بھی وہی حکم ہے کہ جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرے"(۱)۔

قربانی کا بنیادی فلسفہ اور مُعاشرتی طرزِ عمل

عزیزانِ محترم! عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی پیش کرنے میں بنیادی فلسفہ یہ ہے، کہ اگر راہِ خدا میں اپنی عزیز ترین چیز بھی نچھاور کرنی پڑے، تو اس سے دریغ نہ کیا جائے! اگر قربانی کے فریضہ سے اس فلسفے کو نکال دیا جائے، تو پھر اس کا مفہوم بے معنی سا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قربانی کرتے وقت یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ حضرت سیّدنا ابراہیم، جس وقت اپنے بیٹے حضرت سیّدنا اسماعیل علیہالسلام کو قربان کرنے کے لیے پیش کر رہے تھے، اس وقت ان کا مقصود ومطلوب شہرت یا نمود ونمائش ہرگز نہیں تھا، بلکہ انہوں نے خالصۃً رضائے الٰہی کے لیے اپنے جگر گوشہ کو راہِ خدا میں قربان کرنے کے لیے پیش کیا تھا، حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ قربانی، رہتی دنیا تک کے لیے ایک رَوشن مثال، اور مسلمانوں کے لیے اِطاعت واِیثار کا ایک حسین نمونہ ہے!۔

میرے محترم بھائیو! ہونا تو یہ چاہیے کہ سُنّتِ ابراہیمی کو پورا کرنے کی غرض سے، ذبح کیے جانے والے جانور کے ساتھ ساتھ، شہرت اور رِیاکاری جیسی دنیاوی خواہشات، اور اپنی اَنانیت کو بھی قربان کردیا جائے، اور خالصۃً رِضائے الٰہی اور تقویٰ وپرہیزگاری کے حصول کے لیے قربانی پیش کی جائے؛ کیونکہ بحیثیت مسلمان ہمارا یہ

---

(۱) "بہارِ شریعت" قربانی کا بیان، حصّہ پانزدہم ۱۵، ۳/۳۳۳ تا ۳۳۹، ملتقطاً۔

عقیدہ ہے کہ ربّ تعالی کو ہمارے جانوروں کے گوشت اور خون کی حاجت نہیں، بلکہ وہ ہمارا جذبۂ قربانی، اِیثار اور تقویٰ کو ملاحظہ فرماتا ہے!۔

جانور کی قربانی تو محض ایک علامت ہے، اصل قربانی تو یہ ہے کہ اَحکامِ شریعت کی تعمیل میں اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کیا جائے، اپنی سہولت وضروریات کو نظر انداز کرکے مسلمان بھائیوں کی مدد کی جائے، اپنی ذات کو تقویٰ، خُلوص اور اِیثار کا پیکر بنایا جائے!۔

قربانی کے تقاضے

عزیزانِ محترم! ہمارے مُعاشرے میں عموماً دیکھا گیا ہے، کہ صاحبِ حیثیت لوگ قربانی کے لیے لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، اعلیٰ سے اعلیٰ نسل کا جانور خرید کر، اس نیک کام میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی، ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ یہ عمل اگر رِضائے الٰہی کے پیشِ نظر ہے تو بڑی اچھی بات ہے، لیکن اگر اس سے مقصود شہرت یا دِکھلاوا ہے، تو سب دَھن دَولت اور تگ ودَو رائیگاں ہے!۔

اسی طرح بعض لوگ راہِ خدا میں لاکھوں روپے خرچ کرنے کے لیے تو ہر دَم تیار ہوتے ہیں، لیکن اپنی اَنانیت کو قربان کرکے اپنے ناراض بھائی بہنوں کو راضی کرنے، اور اُن سے صلح کے لیے آمادہ نہیں ہوتے! ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر ہم اپنے اندر کے حیوان (یعنی نفس) کو قربان نہ کر سکے، تو پھر بظاہر یہ ایک جانور کی قربانی کس کام کی؟! لہٰذا سب سے پہلے ہمیں اپنے نفس کو مارنا ہوگا، اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کرنا ہوگا! یقین کیجیے کہ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہوگئے، تو پھر عید الاضحیٰ کے موقع پر پیش کی جانے والی یہ قربانیاں، سونے پہ سہاگہ کی مثل ہوں گی! لہٰذا جس جس کی اپنے بھائی بہنوں سے باہم ناراضگی ہے، وہ عیدِ قرباں کے مبارک ایّام میں آپس کی

تمام رنجشیں، ناراضگیاں دُور کریں، اپنے دل کو کینہ، بُغض، عداوت، چغلخوری اور حسد جیسے ایمان سوز اور مہلِک گناہ سے پاک صاف کرکے، ہمیشہ کے لیے باہم شِیر وشکر ہو جائیں، ایک دوسرے سے مصافحہ ومُعانقہ کریں، عید کی مبارک باد دے کر اللہ ورسول کی رضا، اور اپنے گناہوں کی مُعافی حاصل کریں۔

حضور نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا لَقِيَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ فَأَخَذَ بِيَدِهِ، تَحَاتَّتْ عَنْهُمَا ذُنُوبُهُمَا، كَمَا تَتَحَاتُّ الْوَرَقُ مِنَ الشَّجَرَةِ الْيَابِسَةِ فِي يَوْمِ رِيحٍ عَاصِفٍ، وإِلَّا غُفِرَ لَهُمَا، وَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُهُمَا مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ»[1] "جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملتا ہے، اس سے مصافحہ کرتا ہے، تو ان دونوں کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں، جیسے موسمِ خزاں میں درخت کے پتے جھڑتے ہیں، اور ان دونوں کی بخشش کر دی جاتی ہے، اگرچہ ان کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں"۔

عیدِ قرباں کا مقصد وپیغام

میرے محترم دوستو، بھائیو اور بزرگو! اپنے گرد وپیش رہنے والے مسلمان بھائی بہنوں کا بھی خیال رکھیے! اپنے اندر خُلوص، اِیثار اور قربانی کا جذبہ پیدا کریں؛ کہ عیدِ قرباں کا یہ مقصد وپیغام ہے۔ جس طرح حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قیمتی چیز اللہ تعالی کی راہ میں قربانی کے لیے پیش کرکے، آزمائش میں پورے اُترے، اسی طرح ہم بھی اللہ تعالی کے اَحکام پر عمل کرکے، اپنے رب کی رِضا اور اس کا قُرب حاصل کر سکتے ہیں!۔

(١) "المعجم الكبير" باب السين، ر: ٦١٥٠، ٦/ ٢٥٦.

جس طرح حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکمِ الٰہی کے سامنے اپنا سرِ تسلیم خم کیا، اسی طرح ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے بچوں کو اَحکامِ الٰہی کی پابندی کرنے کی تلقین کرتے رہیں، انہیں مُعاشرے میں بسنے والے دیگر اَفراد کے ساتھ حُسنِ سُلوک اور ہمدردی سے پیش آنے، ان کی ضروریات کا خیال رکھنے، ان کی خوشی غمی میں شریک ہونے، اور ان کی خاطر اپنی خواہشات کو قربان کرنے کا جذبہ بیدار کریں؛ کہ فلسفۂ قربانی میں یہ ایک اہم درس پنہاں ہے، اور یہی اس کا تقاضا بھی ہے!۔

دعا

اے اللہ! ہماری قربانیوں اور دیگر اَعمال صالحہ کو قبول فرما، ہمیں فلسفۂ قربانی سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرما، ہمیں شہرت اور دِکھلاوے جیسی اَخلاقی برائیوں سے نَجات عطا فرما، تقویٰ، پرہیزگاری اور اِخلاص کی دَولت سے مالا مال فرما، آمین یارب العالمین!۔

نفسِ اَمّارہ کی شرارتیں اور اس کا انجام

(جمعۃ المبارک ۱۲ ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۱/۰۷/۲۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

نفس کا لُغوی واصطلاحی معنیٰ

برادرانِ اسلام! نفس کا لُغوی معنیٰ جان، رُوح، وُجود اور ہستی وغیرہ کے ہیں۔ جبکہ عام اصطلاح میں اس سے مراد وہ قوّت ہے، جو انسان کو خیر وشر پر مبنی اعمال کی طرف اُبھارتی اور رغبت دلاتی ہے[1]۔

نفس کی اَقسام

عزیزانِ محترم! انسان کی مختلف کیفیات، حالات وواقعات میں نفس کی مختلف اَقسام کا عمل دخل بھی ہوتا ہے، بنیادی طور پر نفس کی تین ۳ قسمیں ہیں: (۱) نفسِ امّارہ، (۲) نفسِ لوّامہ، (۳) نفسِ مُطمئنّہ۔

---

(١) انظر: "إحياء علوم الدّين" كتاب شرح عجائب القرآن، بيان معنى النفس والروح ...، ٣/ ٤، مُلخّصاً. و"فرہنگِ آصفیہ" نفس، جزء۴، ۱۵۸۱، ملخّصاً۔

نفسِ اَمّارہ

اس سے مراد نفس کی وہ قسم ہے جو انسان کو بُرائی کا حکم دیتی، اور نافرمانی وسرکشی پر اُبھارتی ہے، اس کے بارے میں ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌۢ بِالسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓۚ إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾(۱) "یقیناً نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے، مگر جس پر میرا رب رحم کرے! یقیناً میرا رب بخشنے والا مہربان ہے!"۔

جو شخص نفسِ اَمّارہ کے مکر، فریب اور لالچ سے بچ گیا، در حقیقت وہی کامیاب وکامران ہے۔ اللہ ربّ العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(۲) "جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا، تو وہی لوگ کامیاب ہیں!"۔

نفسِ لوّامہ

اس سے مراد وہ نفس ہے، جو گناہوں پر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے، گناہوں کی طرف مائل نہیں ہوتا(۳)، اور نہ ان سے خوش ہوتا ہے، اس کا شمار نفس کی اچھی قسم میں ہوتا ہے۔ خالقِ کائنات نفسِ لَوّامہ کی قسم ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَآ أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾(٤) "اس جان کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے!"۔

نفسِ مطمئنّہ

اس سے مراد وہ نفس ہے جو بُری خصلتوں سے بالکل پاک صاف ہوکر،

---

(۱) پ۱۳، یوسف: ۵۳.

(۲) پ۲۸، الحشر: ۹.

(۳) انظر: "إحياء علوم الدين" كتاب شرح عجائب القرآن، بيان معنى النفس والروح ...، ۳/ ٤، مُلخّصاً.

(٤) پ۲۹، القيامة: ۲.

اَخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہوکر، حالتِ سکون واطمینان میں آجاتا ہے[1]، یہ نفس کی سب سے بہترین قسم ہے۔ نفسِ راضیہ، نفسِ مَرضیہ، اور نفسِ کاملہ کا شمار اسی نفس کی اعلیٰ ترین صفات میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالی نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾[2] "اے اطمینان والی جان، اپنے رب کی طرف واپس ہو! یوں کہ تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی! پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا! اور میری جنّت میں آ"۔

نفسِ اَمّارہ کی شرارتیں

حضراتِ گرامی قدر! نفسِ اَمّارہ انتہائی شریر، سرکش اور نافرمان ہوتا ہے، یہ انسان کو بہکاتا اور راہِ راست سے گمراہ کرتا ہے۔ نفسِ اَمّارہ شیطان کے ساتھی کا کردار ادا کرتے ہوئے، لوگوں کو فرائض وواجبات سے غافل کرتا ہے، انہیں نافرمانی وسرکشی پر اُبھارتا ہے، لمبی لمبی امیدیں دلاتا ہے، انہیں ناچ گانوں، فلموں ڈراموں، اور اس طرح کے دیگر فضول اور بے حیائی کے کاموں میں لگاتا ہے۔ چوری، ڈکیتی، شراب نوشی، بدکاری، قتل وغارتگری، سُود، حرام ذرائع آمدن، ناپ تول میں کمی، ملاوَٹ، امانت میں خیانت، جھوٹ، غیبت اور چغلی جیسے کبیرہ گناہوں اور برائیوں کے اِرتکاب کی رغبت دلاتا ہے، نیز انہیں خواہشاتِ نفسانیہ کا پیَرو کار بناکر جہنم کے راستے پر گامزن کرتا ہے!۔

---

(١) انظر: "إحياء علوم الدين" كتاب شرح عجائب القرآن، بيان معنى النفس والروح ...، ٣/ ٤، مُلخّصاً. و"فرہنگِ آصفیہ" نفس، جزء۴، ۵۸۱، ۵۸۲، ملخّصاً۔

(٢) پ٣٠، الفجر: ٢٧-٣٠.

میرے محترم بھائیو! جو لوگ نفسِ امّارہ کی غلامی اختیار کر کے اس کے ہاتھوں کھلونا بن جائیں، یہ انہیں تگنی کا ناچ نچاتے ہوئے رقص وسُرود کی محافل، شراب خانوں اور جوے کے اَڈّوں سمیت ہر اس برائی میں ملوّث کرتا ہے، جس کے باعث ہمارے ظاہر وباطن کو عیب دار بنایا جا سکے!۔

غرور وتکبّر، حُبِ جاہ ومنزلت، اور طاقت واِقتدار کے نشے میں مخمور، اپنے نفس کے تابع ہو کر آج جو بدنصیب ہر گناہ کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے! اس وقت کو یاد کرنا چاہیے جب ہمیں اللہ تعالی کی بارگاہ میں پیش کر کے بازپُرس کی جائے گی! ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾[۱] "وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا، اور نفس کو خواہش سے روکا، تو یقیناً جنّت ہی ٹھکانا ہے!"۔

نفسِ اَمّارہ کی پیروی کرنے والوں کا انجام

حضراتِ ذی وقار! خواہشاتِ نفسانیہ کے تابع ہو کر نفسِ امّارہ اور شیطان کو خوش کرنا، کفّار ومشرکین کا کام ہے، ان کی مذمّت میں خالقِ کائنات عزّوجلّ نے ارشاد فرمایا: ﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾[۲] "بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا! اور اللہ نے باوصف علم کے اسے گمراہ کیا، اور اس کے کان اور دل پر مُہر لگادی، اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا!

---

(۱) پ۳۰، النازعات: ٤٠، ٤١.

(۲) پ۲۵، الجاثية: ۲۳.

تو اللہ کے بعد اُسے کون راہ دکھائے؟ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ﴾[۱] "(وہ) اپنی خواہش (نفس) کا تابع ہوا، اس کا حال کتّے کی طرح ہے"۔

نفس کے خلاف جہاد کرنے والا مجاہد ہے

نفسِ امّارہ کے خلاف جہاد کرنے والوں کو حدیثِ پاک میں مجاہد قرار دیا گیا ہے، حضرت سیِّدنا فَضالہ بن عبید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ!»[۲] "مجاہد وہ ہے جس نے اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا!"۔

نفس کا مُحاسبہ

میرے محترم بھائیو! نفسِ امّارہ کی سرکشی سے نَجات، اور نفسِ مطمئنّہ کے ذریعے قُربِ الٰہی کا حصول ناممکن نہیں، لیکن اس کے لیے ہمیں اللہ ورسول کے اَحکام کی پیروی کرنا ہوگی! اور قلبی طہارت کے لیے صدقِ دل سے اپنے نفس کا مُحاسبہ کرنا ہوگا؛ کہ اس کی ہمیں تاکید کی گئی ہے۔

حضرت سیِّدنا وَہب بن مُنبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ "حکمتِ آلِ داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے ہے، کہ عقلمند کے لیے چار ۴ اوقات ضرور ہونے چاہئیں: ... (جن میں سے ایک کے بارے میں فرمایا کہ اُس میں) اپنے نفس کا مُحاسبہ کرے!"[۳]۔

---

(۱) پ۹، الأعراف: ۱۷٦.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب فضائل الجهاد، ر: ۱٦۲۱، صـ۳۹۲.

(۳) "شعب الإيمان" فصل في فضل العقل ...، ر: ٤٦۷۷، ٤/ ۱٦۱۹.

حضرت سیّدنا شدّاد بن اَوس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «الكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا، وَتَمَنَّى عَلَى الله» "عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا مُحاسبہ کرے، اور موت کے بعد کے لیے عمل (تیاری) کرے، اور عاجز وہ ہے جو اپنے آپ کو خواہشات کے پیچھے لگائے رکھے، اور اللہ تعالی سے امید رکھے"۔ «مَنْ دَانَ نَفْسَهُ» کا مطلب حسابِ قیامت سے پہلے (دنیا ہی میں) نفس کا مُحاسبہ کرنا ہے[1]۔

حضرت سیّدنا عمر بن خطّاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: «حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا، وَتَزَيَّنُوا لِلْعَرْضِ الأَكْبَرِ، وَإِنَّمَا يَخِفُّ الْحِسَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلىٰ مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهٗ فِي الدُّنْيَا»[2] "اپنے نفس کا مُحاسبہ (اصلاح) کرو، اس سے پہلے کہ تمہارا مُحاسبہ کیا جائے (بروزِ حشر)، اور بڑی پیشی کے لیے تیار ہو جاؤ! قیامت کے دن اس شخص کا حساب آسان ہوگا، جس نے دنیا ہی میں اپنا مُحاسبہ کر لیا!"۔

حضرت میمون بن مہران رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ "بندہ اس وقت تک پرہیزگار شمار نہیں ہوتا، جب تک اپنے نفس کا اس طرح مُحاسبہ نہ کرے، جس طرح اپنے شریک (تجارت) سے کرتا ہے، کہ اس نے کہاں سے کھایا اور کہاں سے پہنا؟"[3]۔

اِصلاحِ نفس کے لیے ضروری اِقدامات

عزیزانِ محترم! نفسِ امّارہ انسان کو ہر وقت نافرمانی اور برے کاموں کی طرف مائل کرتا رہتا ہے، اگر حلال وحرام کی تمیز کیے بغیر، اس کی ہر خواہش پوری ہوتی رہے،

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب صفة القيامة ...إلخ، ر: ٢٤٥٩، صـ٥٦٠.
(٢) المرجع نفسه، تحت ر: ٢٤٥٩.
(٣) المرجع السابق.

تو یہ انسان کو مزید سرکشی اور بغاوت پر اُبھارتا رہتا ہے، اور اگر اس کی خواہشات کی تکمیل نہ کی جائے، تو اس پر قابو پاکر، اسے شریعتِ مطہّرہ کا تابع بھی بنایا جاسکتا ہے۔

حکیم الاُمت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "نفس کی مثال شِیر خوار بچے کی سی ہے، جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بڑا پریشان کرتا ہے، مگر جب ماں اس کی ضد کی پرواہ نہیں کرتی، تو وہ پھر دودھ نہیں مانگتا"[1]۔

میرے محترم بھائیو! نفسِ امّارہ پر غلبہ پانے اور اسے تابع رکھنے کے لیے، ضروری ہے کہ اسے بار بار اس بات کی یاد دہانی کرائی جائے، کہ اللہ تعالی تمہاری خفیہ برائیوں اور عُیوب سے خوب آگاہ ہے، وہ شہ رَگ سے بھی زیادہ قریب ہے، اس سے کچھ ڈھکا چُھپا نہیں، لہٰذا اس کے فرمانبردار بندے بن کر رہو!۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴾[2] "یقیناً ہم نے آدمی کو پیدا کیا، اور ہم جانتے ہیں جو وَسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے! اور ہم دل کی رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں اس سے"۔

اپنا مُحاسبہ کرتے ہوئے روزانہ غور وفکر کرتے رہیں، اور اپنے نفس سے بار بار یہ سوال کرتے رہیں، کہ اس نے آخرت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ قرآنِ پاک میں اس اَمر کی طرف توجّہ دلاتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾[3]

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" سخاوت اور بخل، پہلی فصل، زیرِ حدیث: ۱۸۶۴، ۳/۷۵۔

(۲) پ۲۶، ق: ۱۶.

(۳) پ۲۸، الحشر: ۱۸.

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو! اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے آگے کیا بھیجا؟ اور اللہ سے ڈرو! یقیناً اللہ تعالی کو تمہارے کاموں کی خبر ہے!"۔

تزکیۂ نفس اور گناہوں سے اجتناب

اپنے نفس کے بہکاوے سے بچنے کی کوشش کیجیے، اور اس کی باطنی طہارت کے لیے تگ ودَو جاری رکھیے؛ کہ ہماری فلاح وکامرانی کا راز اسی میں پنہاں ہے۔ اللہ رب العزّت ارشاد فرماتا ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا﴾[۱] "وہ مراد کو پہنچا جس نے اس (نفس وباطن) کو پاکیزہ کر لیا! اور نامراد ہوا جس نے اس کو (گناہوں میں) آلودہ رکھا!"۔

یعنی کامیاب وہی ہے جس نے اپنے باطن کو پاک اور ستھرا کر لیا۔ ان کامیاب لوگوں میں سرِفہرست انبیائے کِرام علیہم السلام ہیں، جنہیں اللہ تعالی نے نیکی وبدی سے مطلع فرمایا، اسی لیے یہ حضرات نبوّت سے پہلے ہی معصوم اور گناہوں سے پاک ہوتے ہیں، اور انہی کے طفیل دیگر انسانوں کو اچھائی اور برائی کی اطلاع دی گئی؛ تاکہ لوگ اچھے کام کریں اور برے اعمال سے بچتے رہیں!۔

اللہ تعالی کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا

حلال ذرائع آمدن سے اپنا مال ودَولت راہِ خدا میں خرچ کرنا بھی، نفس کی پاکیزگی اور جہنم سے دُوری کا ایک بہترین ذریعہ ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى﴾[۲] "سب سے زیادہ

---

(۱) پ۳۰، الشمس: ۹، ۱۰.

(۲) پ۳۰، اللیل: ۱۷، ۱۸.

پرہیزگار کو جہنم کی آگ سے بہت دُور رکھا جائے گا، جو ستھرا وپاکیزہ ہونے کے لیے اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے!"۔

بار گاہِ ربّ العزّت میں دعاگو رہنا

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں دعاگو رہنا بھی، نفس کی اِصلاح کا ایک اہم ذریعہ ہے، سرکارِ دوعالم ﷺ تعلیمِ امّت کے لیے اپنے رب تعالی کے حضور یوں دعا کیا کرتے: «اللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا»[1] "اے اللہ میرے نفس وباطن کو تقوی سے آراستہ فرما! اس کا تزکیہ اور تصفیہ فرما! تُو ہی سب سے بہتر پاکیزگی بخشنے والا ہے! تُو ہی نفس وباطن کا مالک ومَولی ہے!"۔

دعا

اے اللہ! ہمیں نفسِ اَمّارہ اور شیطان کے مکر وفریب سے بچا، ہمیں اس پر غلبہ عطا فرما، نفسِ مطمئنّہ عطا فرما، صالحین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اِصلاحِ نفس کی توفیق عطا فرما، ریاضت ومجاہدہ کے ذریعے اپنے نفسِ امّارہ کی سرکشی کو کم کرنے کا جذبہ عنایت فرما، آمین یارب العالمین!۔

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الذكر والدعاء والتوبة، ر: ٦٩٠٦، صـ١١٨١.

خطبۂ جمعہ کی اہمیت

(جمعۃ المبارک ۱۹ ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ - ۳۰/۰۷/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

اُمّتِ مسلمہ کا فرضِ منصبی

برادرانِ اسلام! نیکی کا حکم دینا اور برائی سے بچنے کی تلقین کرنا، امّتِ مسلمہ کا فرضِ منصبی اور خاصہ ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾(۱) "تم بہتر ہو اُن سب اُمّتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں؛ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ پاک میں حکمت، تدبیر اور بڑے احسن انداز سے، ہمیں اس فریضہ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ

---

(١) پ ٤، آل عمران: ١١٠.

اَحۡسَنُ﴾[1] "اپنے رب کی طرف پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے بلاؤ، اور ان سے اس طریقہ سے بحث کرو جو سب سے بہتر ہو!"۔

حدیثِ پاک میں بھی اس فریضہ کے ادا کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے، حضرت سیّدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَتَأْمُرُنَّ بِالمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَاباً مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يَسْتَجِيْبُ لَكُمْ!»[2] "اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرو! ورنہ اللہ تعالی تمہیں ایسے عذاب میں مبتلا کرے گا، کہ تم دعا کروگے تو وہ تمہاری دعا قبول نہیں فرمائے گا"۔

خطبۂ جمعہ ... نیکی کی دعوت کا ایک اہم ذریعہ

عزیزانِ محترم! امر بالمعروف ونہی عن المنکَر (نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کرنے) کے اس مقدّس فریضہ کی انجام دہی کے لیے، خطبۂ جمعہ ایک بہترین ذریعہ ہے، نمازِ جمعہ کے رُوح پروَر اجتماعات کے ذریعے، لوگوں کی دینی تربیت اور اِصلاحِ مُعاشرہ میں اہم کردار ادا کیا جاسکتا ہے؛ کیونکہ اس نماز کی ادائیگی کے لیے عموماً وہ لوگ بھی حاضر ہوتے ہیں، جو ہفتہ بھر مساجد سے دُور اور نماز میں سستی وغفلت کا شکار رہتے ہیں، عام دینی محافل واجتماعات کے برعکس، نمازِ جمعہ کے اجتماع میں لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، اور اس میں ہر خاص وعام شرکت کرتا ہے، لہٰذا نمازِ جمعہ سے

---

(۱) پ ١٤، النحل: ١٢٥.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب الفِتن، ر: ٢١٦٩، صـ٤٩٨.

قبل خطبات کے ذریعے، وعظ ونصیحت کرکے مسلمانوں کی بے عملی اور دِین سے دُوری کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا جا سکتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾[1] "سمجھاؤ؛ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے!"۔

عربی خطبۂ جمعہ سننے سے متعلق حکمِ شرعی

عربی خطبۂ جمعہ سننے سے متعلق حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے، صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جب (امام) خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے، جو لوگ امام سے دُور ہوں کہ خطبہ کی آواز اُن تک نہیں پہنچتی، انہیں بھی چپ رہنا واجب ہے، اگر کسی کو بُری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے اشارے سے منع کر سکتے ہیں، (دَورانِ خطبہ) زبان سے (منع کرنا) ناجائز ہے"[2]۔

خطبۂ جمعہ کی اہمیت وفضیلت

میرے محترم بھائیو! نمازِ جمعہ اور اس کا خطبہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں، یہ نماز ادا کرنے اور اس کا خطبہ سننے کے لیے تمام کام کاج چھوڑنے، اور تجارت کو ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[3] "اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب نماز کی اذان ہو جائے، تو اللہ کے ذِکر کی طرف دَوڑو! اور خرید وفروخت چھوڑ دو! یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو!"۔

---

(۱) پ۲۷، الذاريات: ٥٥.

(۲) "بہارِ شریعت" جمعہ کا بیان، حصّہ چہارم ۴، ۱/۷۷۴، ۷۷۵۔

(۳) پ۲۸، الجمعة: ۹.

مفسِّرِ قرآن حضرت علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "(اس آیت میں) دَوڑنے سے بھاگنا مراد نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ نماز کے لیے تیاری شروع کردو، اور ﴿ذِكْرِ اللهِ﴾ سے جُمہور کے نزدیک خطبہ مراد ہے"[1]۔

حضراتِ گرامی قدر! جمعہ کا خطبہ مکمل خاموشی اور توجّہ کے ساتھ سننے کی بڑی فضیلت ہے، جو شخص کامل توجّہ اور خاموشی کے ساتھ جمعہ کا خطبہ سنتا ہے، اس کے اس جمعہ سے آئندہ دس ۱۰ دنوں تک کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ، وَزِيَادَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ»[2] "جس نے اچھی طرح وضو کیا، پھر جمعہ کی ادائیگی کے لیے آیا، توجّہ سے خطبہ سنا اور (اس دَوران) چپ رہا، اُس کے اس جمعہ سے لے کر آئندہ جمعہ تک، اور اس کے بعد مزید تین ۳ دن تک کے گناہ مُعاف کردیے جاتے ہیں"۔

انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ خطبۂ جمعہ سننے والے کے لیے دُگنے اجر وثواب کی بِشارت ہے، حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کوفہ کے منبر پر خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ غَدَتِ الشَّيَاطِينُ بِرَايَاتِهَا إِلَى الْأَسْوَاقِ، فَيَرْمُونَ النَّاسَ بِالتَّرَابِيثِ -أَوِ الرَّبَائِثِ- وَيُثَبِّطُونَهُمْ عَنِ الْجُمُعَةِ، وَتَغْدُو الْمَلَائِكَةُ فَتَجْلِسُ عَلَى أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ، فَيَكْتُبُونَ الرَّجُلَ مِنْ سَاعَةٍ وَالرَّجُلَ مِنْ سَاعَتَيْنِ، حَتَّى يَخْرُجَ الْإِمَامُ فَإِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۸، الجمعہ، زیرِ آیت: ۹، ص۱۰۲۵۔
(۲) "صحيح مسلم" كتاب الجمعة، ر: ۱۹۸۸، صـ۳٤٥.

مَجْلِساً، يَسْتَمْكِنُ فِيهِ مِنَ الاِسْتِمَاعِ وَالنَّظَرِ، فَأَنْصَتَ وَلَمْ يَلْغُ، كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنْ أَجْرٍ، فَإِنْ نَأَى وَجَلَسَ حَيْثُ لَا يَسْمَعُ، فَأَنْصَتَ وَلَمْ يَلْغُ، كَانَ لَهُ كِفْلٌ مِنْ أَجْرٍ، وَإِنْ جَلَسَ مَجْلِساً يَسْتَمْكِنُ فِيهِ مِنَ الاِسْتِمَاعِ وَالنَّظَرِ فَلَغَا وَلَمْ يُنْصِتْ، كَانَ لَهُ كِفْلٌ مِنْ وِزْرٍ، وَمَنْ قَالَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِصَاحِبِهِ: صَهْ، فَقَدْ لَغَا، وَمَنْ لَغَا فَلَيْسَ لَهُ فِي جُمُعَتِهِ تِلْكَ شَيْءٌ»(۱).

"جب جمعہ کا دن آتا ہے، توشیاطین لوگوں کو بازاروں میں روکے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ فرشتے امام کے (خطبہ کے لیے) منبر پر آنے تک، مساجد کے دروازوں پر بیٹھتے ہیں، اور مسجد میں جلدی آنے والوں کے نام تحریر کرتے ہیں، لہٰذا جوامام کے قریب ہوکر، نہایت خاموشی اور توجّہ سے امام کا خطبہ سنے، اور کوئی لَغوبات نہ کرے، تو اس کے لیے دُگنا ثواب ہے، اور جو امام سے دُور ہوکر خاموش رہے اور توجّہ سے سنے، تو اس کے لیے ایک حصّہ ثواب ہے، اور جو امام کے قریب ہو اور لَغو کام کرے، اور خاموش نہ رہے اور توجّہ سے نہ سنے، اُسے ایک حصّہ گناہ ملے گا، اور جو کسی (کو چپ کروانے کی غرض) سے کہے کہ "خاموش!" تو اُس نے بھی لَغوبات کی، اور جس نے لَغوبات کی اس کا جمعہ کامل نہیں!"۔

نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے آنے والوں کے نام کا اندراج

نمازِ جمعہ کا خطبہ شروع ہونے سے پہلے تک، مسجد کے دروازوں پر موجود فرشتے ہر اس شخص کا نام، اپنے خاص رجسٹر میں تحریر کرتے ہیں، جو نمازِ جمعہ کی ادائیگی کی غرض سے مسجد میں داخل ہوتا ہے، لیکن خطبہ شروع ہوتے ہی تمام صحیفے لپیٹ

(۱) "سنن أبي داود" باب فضل الجمعة، ر: ۱۰۵۱، صـ۱۵۹، ۱۶۰.

دیے جاتے ہیں، اور قلم اٹھا لیے جاتے ہیں۔ حضرت سیّدنا عَمرو بن شعیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «تُبْعَثُ الْمَلاَئِكَةُ عَلَى أَبوَابِ الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَكْتُبُونَ مَجِيءَ النَّاسِ، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طُوِيَتِ الصُّحُفُ وَرُفِعَتِ الْأَقْلَامُ، فَتَقُولُ الْمَلاَئِكَةُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: مَا حَبَسَ فُلَاناً؟ فَتَقُولُ الْمَلاَئِكَةُ: اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ ضَالًّا فَاهْدِهِ، وَإِنْ كَانَ مَرِيضاً فَاشْفِهِ، وَإِنْ كَانَ عَائِلاً فَأَغْنِهِ»(۱).

"جمعہ کے دن فرشتوں کو مسجد کے دروازوں پر بھیجا جاتا ہے، جو لوگوں کے آنے کا وقت تحریر کرتے ہیں، جب امام (خطبہ دینے کے لیے) منبر پر آجاتا ہے، تو وہ صحیفے لپیٹ دیے جاتے ہیں اور قلم اٹھا لیے جاتے ہیں، اور فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ فُلاں کیوں نہیں آیا؟ پھر وہ فرشتے اللہ تعالی کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں: اے اللہ اگر وہ بندہ بہک گیا ہے تو اسے ہدایت دے! اور اگر وہ بیمار ہے تو اسے شفا عطا فرما! اور اگر وہ حاجتمند ہے تو اسے غنی کر دے!"۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! نمازِ جمعہ کا خطبہ کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ جیسے ہی امام صاحب خطبہ پڑھنا شروع کرتے ہیں، اللہ تعالی کے معصوم اور پیارے فرشتے اپنا سب کام چھوڑ کر خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالأَوَّلَ، وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي بَدَنَةً، ثُمَّ

(۱) "صحيح ابن خزَيمة" كتاب الجمعة، ر: ۱۷۷۱، ۲/ ۸۵٦، ۸۵۷.

كَالَّذِي يُهْدِي بَقَرَةً، ثُمَّ كَبْشاً، ثُمَّ دَجَاجَةً، ثُمَّ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ»[1].

"جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور جلدی آنے والوں کے نام حسبِ ترتیب لکھتے ہیں، سب سے پہلے مسجد پہنچنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے اونٹ کی قربانی کی، اس کے بعد آنے والا گائے کی قربانی کرنے والے کی مثل ہے، پھر اس کے بعد جو شخص مسجد میں پہنچا وہ دُنبہ قربان کرنے والے کی طرح ہے، پھر اس کے بعد آنے والا مرغی صدقہ دینے والے کی طرح ہے، اور پھر اس کے بعد آنے والا (ثواب کے اعتبار سے) گویا انڈا صدقہ کرنے والے کی مثل ہے، پھر جب امام منبر پر آجاتا ہے، تو یہ فرشتے اپنے رجسٹر بند کر لیتے ہیں، اور پوری توجّہ سے خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں!"۔ یعنی جو لوگ خطبہ شروع ہونے کے بعد مسجد پہنچتے ہیں، ان کی نمازِ جمعہ تو ادا ہو جاتی ہے، لیکن وہ نمازِ جمعہ کی کامل فضیلت حاصل کرنے، اور فرشتوں کے رجسٹر میں اپنے نام کے اندراج سے محروم رہ جاتے ہیں۔

خطبۂ جمعہ سے متعلق چند اہم مسائل

حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ خطبۂ جمعہ سے متعلق چند اہم مسائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۱) جمعہ میں خطبہ شرط ہے، اگر خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہ ہوا، جمعہ کا خطبہ قبلِ نماز ہے[2]۔

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الجمعة، ر: ۹۲۹، صـ۱٤۹.

(۲) "بہارِ شریعت" "عیدین کا بیان، مسائلِ فقہیّہ، حصّہ چہارُم ۴، ۱/۷۷۹، ملتقطاً۔

(۲) عین خطبہ کے وقت، اگرچہ پہلا ہو یا دوسرا، اور جمعہ کا ہو یا خطبۂ عیدَین یا کسوف واِستسقاء وحج ونکاح کا ہو، ہر نماز حتی کہ قضا بھی ناجائز ہے[۱]۔

(۳) جمعہ کی سنّتیں (ابھی) شروع (ہی) کی تھیں، کہ امام خطبہ کے لیے اپنی جگہ سے اٹھا، (حکم یہ ہے کہ) چاروں رکعتیں پوری کرلے[۲]۔

(۴) خطبہ کی اَذان (یعنی جمعہ کی دوسری اذان) کا جواب زبان سے دینا مقتدیوں کو جائز نہیں[۳]۔

(۵) خطبۂ جمعہ میں شرط یہ ہے، کہ (۱) وقت میں ہو، (۲) اور نماز سے پہلے ہو، (۳) اور ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لیے شرط ہے، یعنی کم سے کم خطیب کے سوا تین ۳ مرد (موجود ہوں)، (۴) اور اتنی (بلند) آواز سے ہو کہ اگر کوئی اَمر مانع نہ ہو تو پاس والے سُن سکیں۔ اگر زوال سے پیشتر خطبہ پڑھ لیا، یا نماز کے بعد پڑھا، یا تنہا پڑھا، یا عورتوں، بچوں کے سامنے پڑھا، تو ان سب صورتوں میں جمعہ نہ ہوا، اور اگر بہروں یا سونے والوں کے سامنے پڑھا، یا حاضرین دُور ہیں کہ سنتے نہیں، یا مسافر، یا بیماروں کے سامنے پڑھا جو عاقل بالغ مرد ہیں تو ہو جائے گا۔

(۶) خطبہ ذکرِ الٰہی کا نام ہے، اگرچہ صرف ایک بار "الحمد للہ" یا "سبحان اللہ" یا "لا الٰہ الّا اللہ" کہا، اسی قدر سے فرض ادا ہو گیا، مگر اتنے ہی پر اِکتفاء کرنا مکروہ ہے۔ چھینک آئی اور اس پر "الحمد للہ" کہا، یا تعجّب کے طور پر

---

(۱) ایضًا، نماز کے وقتوں کا بیان، حصّہ سوم ۳، ص۴۵٦۔

(۲) ایضًا۔

(۳) ایضًا، اذان کا بیان، ص۴۷۳۔

"سبحان اللہ"، یا "لا الٰہ الّا اللہ" کہا، تو فرض ادا نہ ہوا۔

(۷) خطبہ و نماز میں اگر زیادہ فاصلہ ہو جائے تو وہ خطبہ کافی نہیں۔

(۸) سنّت یہ ہے کہ دو ۲ خطبے پڑھے جائیں، اور بڑے بڑے نہ ہوں، یعنی زیادہ طویل نہ ہوں؛ کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

(۹) خطبہ میں آیت نہ پڑھنا، یا دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ نہ کرنا (یعنی تھوڑی دیر نہ بیٹھنا)، یا اَثنائے خطبہ میں کلام کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر خطیب نے نیک بات کا حکم کیا، یا بُری بات سے منع کیا، تو اُسے اس کی ممانعت نہیں۔

(۱۰) غیرِ عربی میں خطبہ پڑھنا، یا عربی کے ساتھ دوسری زبان خطبہ میں خلط (شامل) کرنا خلافِ سنّتِ متوارِثہ ہے۔ یونہی خطبہ میں اَشعار بھی نہ پڑھنا چاہیے، اگرچہ عربی ہی کے ہوں، ہاں دو ۲ ایک شعر پند و نصائح کے اگر کبھی پڑھ لے تو حرج نہیں۔

(۱۱) جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہوا، اس وقت سے ختمِ نماز تک نماز واَذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے۔

(۱۲) جو چیزیں نماز میں حرام ہیں، مثلاً کھانا پینا، سلام و جوابِ سلام وغیرہ، یہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں، یہاں تک کہ امر بالمعروف بھی، ہاں خطیب امر بالمعروف (یعنی نیکی کا حکم) کر سکتا ہے۔

(۱۳) خطیب نے (دَورانِ خطبہ) مسلمانوں کے لیے دعا کی، تو سامعین کو ہاتھ اُٹھانا یا آمین کہنا منع ہے، (اگر وہ ایسا) کریں گے گنہگار ہوں گے۔

(۱۴) خطبہ ختم ہو جائے تو فوراً اِقامت کہی جائے، خطبہ واِقامت کے درمیان دنیا کی بات کرنا مکروہ ہے[۱]۔

خطبۂ جمعہ اور ہمارا طرزِ عمل

حضراتِ ذی وقار! خطبۂ جمعہ نیکی کا حکم کرنے، اور برائی سے بچنے کی تلقین کا ایک اہم ترین ذریعہ ہے، سرورِ کونین ﷺ نے اصلاحِ مُعاشرہ کے لیے اس ذریعہ کو نہایت مؤثر انداز میں استعمال فرمایا، لیکن آج ہم خطبۂ جمعہ کی اہمیت واِفادیت سے آگاہی نہ ہونے کے باعث، اس بہترین ذریعہ کو مؤثّر بنانے میں ناکام ہیں۔ ہمارے علمائے دِین اور خطباء حضرات اگر ذرا سی محنت اور توجہ سے کام لیں، تو خطبۂ جمعہ کے ذریعے خوابِ غفلت میں پڑی امّتِ مسلمہ کو بیدار کیا جاسکتا ہے! انہیں ان کے شاندار ماضی کی یاد دلائی جاسکتی ہے! ان میں پختہ سیاسی شُعور پیدا کیا جاسکتا ہے! یہود ونصاریٰ اور دجّالی قوّتوں کو للکارا جاسکتا ہے! اِلحادی فکر (Atheistic Thought) کے باعث امّت میں پیدا ہونے والے اَخلاقی بگاڑ کو سُدھارا جاسکتا ہے! انہیں نیکی کی دعوت دے کر، اور برائی سے منع کرکے ایک باعمل اور سچا مسلمان بنایا جاسکتا ہے! مگر صد افسوس کہ ہمارے خطباء حضرات اپنی سُستی اور بے توجّہی کے باعث، ہر ہفتے میسّر آنے والے اس اہم موقع سے صحیح طور پر فائدہ نہیں اٹھا پا رہے، اگر یہ حضرات انتہائی محنت اور کوشش کے ساتھ ہفتہ بھر، جمعہ کی تقریر وبیان کی تیاری کریں، حالاتِ حاضرہ (Current Affairs) پر گفتگو کرکے، ہر سیاسی ومذہبی مُعاملہ میں امّت کی رَہنمائی کریں، تو یقیناً خطبۂ جمعہ کے ذریعے مؤثّر نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں!۔

---

(۱) ایضًا، جمعہ کا بیان، ص۷۶۶، ۷۶۷-۷۶۹، ۷۷۴ تا ۷۷۶، ملتقطاً۔

میرے محترم بھائیو! خطبۂ جمعہ کی تیاری کے حوالے سے خطباء حضرات کی عدم دلچسپی، اور امّتِ مسلمہ کی تنزّلی کے باعث پیدا ہونے والے حالات کے، کسی حد تک ہم بھی ذمّہ دار ہیں، جمعہ کے خطبہ وتقریر کے حوالے سے ہمارے طرزِ عمل اور بے عملی کا یہ عالَم ہے، کہ جہاں ایک طرف خطبۂ جمعہ ہو رہا ہوتا ہے، وہیں دوسری طرف ہم لوگ سیاسی گفتگو، دنیاوی باتوں، ہنسی مذاق اور ٹھٹھا لگانے میں مشغول رہتے ہیں۔

دَورانِ خطبہ ممنوعہ اُمور

عزیزانِ مَن! دَورانِ خطبہ اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول رہنا، یا مسجد کی صفوں اور دَریوں سے تنکے اور دھاگے اُکھیڑنا، فضول اور لَغو کام ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَغَا»[1] "جس نے (دَورانِ خطبہ) کسی کنکر کو چُھوا، یقیناً اس نے بھی لَغو (فضول کام) کیا!"۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ ہماری نسلِ نَو بڑی تیزی کے ساتھ اَخلاقی برائیوں، اور بے عملی کا شکار ہو رہی ہے، ہمیں خطبۂ جمعہ کی اہمیت وفضیلت کو اُجاگر کر کے، انہیں دِین سے قریب کرنے کی کوشش کرنی ہوگی! انہیں مسجد میں آنے کا عادی بنانا ہوگا، انہیں جمعہ کے روز جلد سے جلد تیار ہو کر مسجد پہنچنے کی ترغیب دینی ہوگی؛ تاکہ وہ خطیب صاحب کی وعظ ونصیحت پر مبنی باتوں کو بغور سنیں اور اپنی اصلاح کریں، ایک کامل مؤمن بنیں! یقین جانیے کہ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہوگئے، تو جہاں ایک طرف امّتِ مسلمہ کی اصلاح ہوگی، وہیں ہماری نوجوان نسل دِین کے مزید قریب آئے گی، ہماری مساجد آباد ہوں گی، مسجد

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الجمعة، ر: ١٩٨٨، صـ٣٤٥.

میں جلدی پہنچنے کے سبب خطبۂ جمعہ سننے کی بھی سعادت نصیب ہوگی، اور ہم ترکِ خطبہ کے گناہ سے بھی بچ جائیں گے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں نمازِ جمعہ پابندی سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، اس کی اہمیت وفضیلت سے آگاہی عطا فرما، مسجد میں بروقت پہنچ کر وعظ ونصیحت اور خطبۂ جمعہ سننے، اور اس پر عمل کا جذبہ عطا فرما، دَورانِ خطبہ لوگوں کی گردنوں کو پھلانگنے، اور دنیاوی باتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

اسلامی نظامِ حکومت اور اس کے فوائد و ثمرات

(جمعۃ المبارک ۲۶ ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ - ۰۶/۰۸/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اسلامی نظامِ حکومت کیا ہے؟

برادرانِ اسلام! اسلامی نظامِ حکومت سے مراد حکمرانی کا وہ تصوّر ہے، جس میں ایک مملکت اپنے تمام شہریوں کی جان، مال، عزّت وآبرُو کی حفاظت اور فلاح وبہبود کے لیے، نا صرف عملی اِقدام کرتی ہے، بلکہ اس کی مکمل ذمہ داری بھی اٹھاتی ہے، اپنے تمام شہریوں کے ساتھ اچھا سُلوک کرتی ہے، ان کے حقوق کا یکساں خیال رکھتی ہے، اور ان کے مابین لسانی، مذہبی یا اقتصادی ومُعاشرتی بنیادوں پر امتیاز نہیں کرتی۔

الحمد للہ ہماری خوش قسمتی ہے! کہ خالقِ کائنات عزّوجلّ نے دینِ اسلام کی صورت میں، ہمیں ایک ایسا مکمل اور قابلِ عمل نظامِ حیات عطا فرمایا، جس کے ذریعے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے مثالی طرزِ حکمرانی کی بنیاد ڈالی، اور اپنے عدل وانصاف، اُخوّت ومُساوات، اور فلاح وبہبود پر مشتمل اِقدامات کے ذریعے

"ریاستِ مدینہ" جیسی عظیم اسلامی و فلاحی ریاست کے قیام کے لیے راہ ہموار فرمائی۔

خلفائے راشدین بھی اپنے اپنے اَدوارِ خلافت میں، نبئ کریم ﷺ کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہوئے اسی پالیسی پر عمل پیرا رہے، اور پھر چند ہی سالوں میں دیکھتے ہی دیکھتے، اسلامی نظامِ حکومت کا دائرۂ کار وسیع تر ہو کر دنیا بھر میں پھیلتا چلا گیا، یہی وجہ ہے کہ مسلم حکمرانوں کے مذہبی امتیاز سے بالاتر حُسنِ سُلوک کو دیکھ کر، دُکھ درد کے مارے اور مصیبت کے ستائے ہوئے لوگوں نے، اپنی تمام امیدیں دینِ اسلام سے وابستہ کرلی ہیں!۔

آج سے چودہ سو ۱۴۰۰ سال قبل اسلامی نظامِ حکومت کے تحت خلفائے راشدین، بالخصوص خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا بھر میں پہلی بار یتیموں، مسکینوں، بیواؤں اور بزرگ شہریوں کی داد رسی، اور فلاح و بہبود کے لیے بیت المال قائم کیا، ظلم و ستم کے خاتمے کے لیے عدالتیں بنائیں، ان میں میرٹ (Merit) پر قاضی (ججز) تعینات کیے، پانی کی فراہمی کے لیے نہریں کھدوائیں، مسافروں کی سہولت کے لیے مسافر خانے، لاوارث بچوں کی پروَرش کے لیے وظائف مقرّر کیے، اور علم کے فروغ کے لیے مدارس قائم کیے[1]۔

عزیزانِ محترم! آج بھی ہمارے مسلم حکمرانوں کو چاہیے، کہ رسولِ اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اَخلاقی کردار اور مثالی طرزِ حکمرانی کو اپنا رول ماڈل (Role Model) بنائیں، ان کی پیروَی کریں؛ تاکہ ہمارے اندر بھی رحمت، شفقت، برداشت، احسان، اِیثار، عدل وانصاف اور مُساوات جیسی خوبیاں پیدا ہوسکیں؛ کیونکہ

---

(١) "فُتوح البُلدان" صـ٢٤٩-٤١٦ ملتقطاً. و"تاريخ الخلفاء" الخليفة الثاني: عمر بن الخطّاب رَضِيَ اللهُ عَنهُ، صـ١١٠، ملخّصاً.

یہی وہ خوبیاں ہیں جن کی برکت سے ریاستِ مدینہ امن، محبت اور برداشت کا گہوارہ بنی، اور ریاست کے ہر شہری کو، بلاتفریقِ مذہب عدل وانصاف کی فراہمی ممکن ہوئی!۔

اسلامی نظامِ حکومت کے بنیادی اُصول

حضراتِ گرامی قدر! اللہ رب العالمین ہمارا خالق ومالک اور قادرِ مطلق ہے، اس کائنات پر اصل حاکمیت اُسی کی ہے، ساری دنیا بشمول اپنے تمام حکمرانوں کے، اسی کی حاکمیت کے تابع ہے، اسلامی نظامِ حکومت کا یہ وہ بنیادی اصول ہے، جس میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾[1] "حکم صرف اللہ کا ہے"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾[2] "اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

دنیا کا کوئی بھی حکمران اللہ کی منشا ومرضی کے بغیر مَسندِ اقتدار پر براجمان نہیں ہوسکتا، ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾[3] "یوں عرض کرو، کہ اے اللہ، مُلک کے مالک! تو جسے چاہے سلطنت دے، اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے"۔

حضراتِ گرامی قدر! یہ تمام آیاتِ مبارکہ اس اَمر پر واضح دلیل ہیں، کہ اس کائنات میں اللہ تعالی کے سوا کسی کو حاکمیت کا حق نہیں، جبکہ اِلحادی فکر (Atheistic Thought) کی کارستانیوں کے نتیجے میں جنم لینے والی، نام نہاد جُمہوریت (so-Called Democracy) میں حاکمیت کا یہ حق عوام کے لیے تسلیم کیا جاتا ہے۔

---

(۱) پ ۷، الأنعام: ۵۷.
(۲) پ ٤، آل عمران: ۱۸۹.
(۳) پ ۳، آل عمران: ۲٦.

حاکمیت کا معنی

حضراتِ محترم! حاکمیت کا معنی یہ ہے، کہ کسی دوسرے کا پابند ہوئے بغیر حکم جاری کرنا، اور فیصلے کا کُلّی اختیار اپنے پاس رکھنا، اور یہ اللہ رب العزّت کے سوا کسی کو حاصل نہیں، اگر کوئی شخص اس معنی میں کسی اَور کی حاکمیت کا قائل ہو، تو وہ مشرِک و مرتَد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے، لہٰذا اللہ جَلَّ جَلالُہٗ کی حاکمیت کا صحیح اور واضح مفہوم یہ ہے، کہ خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ نے وحی کے ذریعے جو ہدایات، بنی نَوعِ انسان تک پہنچائی ہیں، وہ ہدایات اسلامی نظامِ حکومت کا اوّلین ماخذ اور اس کی ترجیحات میں ہونی چاہئیں۔

نفاذِ شریعت... اسلامی نظامِ حکومت کی اوّلین ترجیح

عزیزانِ مَن! آج دنیا کا ہر سیکولر(Secular) حکمران اپنی عوام کو یہ سبز باغ دکھاتا نظر آتا ہے، کہ وہ انہیں زیادہ سے زیادہ خوشی فراہم کرے گا، ان کے بنیادی حقوق کو تحفُّظ دے گا، ان کے لیے مفت علاج مُعالجے اور تعلیم کا بندوبست کرے گا، ان کے لیے روزگار کے زیادہ سے زیادہ مَواقع فراہم کرے گا ...وغیرہ وغیرہ۔ ان حکمرانوں میں سے کوئی یہ نہیں کہتا، کہ ہم اپنی عوام کی دینی واَخلاقی تربیت کریں گے، نیکی کو فروغ دیں گے، برائی سے منع کریں گے، بے حیائی اور برے کاموں پر پابندی لگائیں گے، یہ باتیں دنیا بھر میں کسی بھی سیکولر جُمہوریت (Secular Democracy) کے پروَرْدَہ نظامِ حکومت یا سیاسی جماعت کے منشور میں نہیں، جبکہ اس کے برعکس اسلامی نظامِ حکومت کی ترجیح و معیار صرف نفاذِ شریعت ہے۔

اسلامی نظامِ حکومت کی ترجیحات کو اللہ رب العالمین نے قرآنِ پاک میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا

الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[1] "وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں، تو وہ نماز قائم رکھیں، اور زکاۃ دیں، اور بھلائی کا حکم کریں، اور برائی سے روکیں!"۔

رِعایا کے حقوق کی پاسداری

عزیزانِ محترم! اسلامی نظامِ حکومت کے تحت، مسلم حکمران کو اس بات کا بھی پابند کیا گیا ہے، کہ وہ اپنی رِعایا کے حقوق کی مکمل پاسداری کرے، ان کے ساتھ عدل وانصاف کا مُعاملہ کرے، ان کی ضروریات کا خیال رکھے، اور حکومتی اُمور میں مصروفیت کے باعث ان کے حقوق پامال نہ ہونے دے، جو شخص اپنی رِعایا کے حقوق پامال کرے گا، اور ان کے ساتھ عدل وانصاف کا مُعاملہ نہیں کرے گا، اللہ ربّ العزّت اس پر جنّت حرام فرمادے گا، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا يَسْتَرْعِي اللهُ عَبْداً رَعِيَّةً، يَمُوتُ حِينَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهَا، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ»[2] "اللہ تعالی جب کسی بندے کو رِعایا کا نگران بناتا ہے، اور وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رِعایا کے حقوق پامال کرتا ہو، تو اللہ تعالی اُس پر جنّت حرام فرمادیتا ہے"۔

غیر مسلم رِعایا کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرنے کا حکم

حضراتِ گرامی قدر! اسلامی نظامِ حکومت کے تحت مسلم حکمران کو، صرف مسلمان رِعایا ہی کی جان، مال، عزّت وآبرُو کے تحفّظ کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ غیر مسلم رِعایا کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرنے، اور عدل وانصاف سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ

---

(۱) پ ۱۷، الحجّ: ٤١.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ٣٦٤، صـ٧٣.

يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾[۱] "اللہ تعالی تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دِین میں نہ لڑے، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا، کہ ان کے ساتھ احسان کرو، اور ان سے انصاف کا برتاؤ برو، تو یقیناً انصاف والے اللہ تعالی کو محبوب ہیں"۔

حاکم و محکوم میں عدمِ مُساوات

میرے محترم بھائیو! اسلامی نظامِ حکومت، حاکم و محکوم، امیر و غریب اور رنگ و نسل کی بنیاد پر، کسی قسم کی تفریق یا عدمِ مُساوات کا ہرگز قائل نہیں، اسلامی نظامِ حکومت کے اعتبار سے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالی عنہم کا دَور، وہ مبارک اور درخشاں دَور ہے، جب حاکم و محکوم کے مابین منصب واقتدار کی بنیاد پر، کسی قسم کا کوئی تفاوُت نہ تھا، جبکہ حاکمِ وقت کو خلیفۃ المسلمین ہونے کے باوُجود بطورِ تنخواہ ایک عام مزدور جتنی اُجرت ادا کی جاتی، ایک روایت میں ہے کہ مصطفٰی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد، حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالی عنہ باہمی مُشاورت اور اتفاقِ رائے سے ریاستِ مدینہ کے حکمران چنے گئے، آپ رضی اللہ تعالی عنہ اپنی خلافت کے دوسرے روز ہی کچھ چادریں لے کر (فروخت کرنے کی غرض سے) بازار جا رہے تھے، حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے دریافت کیا، کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا: (بغرضِ تجارت) بازار جا رہا ہوں، حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی: آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ اب آپ مسلمانوں کے امیر ہیں! یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: (اگر میں یہ کام چھوڑ دُوں) تو پھر میرے اہل وعِیال کہاں سے کھائیں گے؟ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی: آپ واپس چلیے،

---

(۱) پ۲۸، الممتحنة: ۸.

اب آپ کے اِخراجات حضرت ابوعبَیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ طے کریں گے۔ پھر یہ دونوں حضرات سیّدنا ابوعبَیدہ بن جرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس تشریف لائے، توانہوں نے فرمایا: «أفرِضُ لك قُوتَ رجلٍ من المهاجرين، ليس بأفضلِهم ولا أوكَسِهم، وكسوةَ الشِتاءِ والصَيفِ، إذا أخلقتَ شيئاً رددتَه وأخذتَ غيرَه» "میں آپ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور آپ کے اَہل وعِیال) کے لیے ایک اَوسط درجے کے مہاجر کی خوراک کا اندازہ کرکے روزینہ، اور موسمِ سرما وگرما کا لباس مقرّر کرتا ہوں، اس طور پر کہ جب وہ لباس قابلِ استعمال نہ رہے، تو واپس دے کر دوسرا لے لیا کریں!"۔ چنانچہ حضرت ابوعبَیدہ بن جرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سیّدنا صدّیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے آدھی بکری کا گوشت، لباس اور روٹی مقرّر کردی[1]۔

خلفائے راشدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم حاکم ومحکوم کے مابین عدمِ مُساوات کے کس قدر قائل تھے، اس کا اندازہ اس بات سے خوب لگایا جاسکتا ہے، کہ حضرت سیّدنا عامر بن ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: «خرج عمرُ حاجّاً من المدينة إلى مكّةَ إلى أن رجعَ، فما ضربَ فسطاطاً ولا خباءً، إلّا كان يُلقي الكساءَ والنطعَ على الشجرةِ، ويستظلّ تحتَها»[2] "سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عازمِ حج ہوکر، مدینۂ طیّبہ سے مکّہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے، آمد ورفت میں آپ کے لیے کوئی سائبان یا خیمہ (Tent) نہیں لگایا گیا، جہاں قیام فرماتے، آرام کے وقت اپنے کپڑے وغیرہ کسی درخت پر ڈال کر خود ہی سایہ کرلیا کرتے"۔

---

(۱) "تاريخ الخلفاء" الخلفاء الراشدون، صـ٦٣، ملتقطاً.

(۲) "الرياض النضرة" الفصل ٩، الجزء ٢، صـ٣٦٨.

برادرانِ اسلام! ان واقعات میں ہمارے حکمراں طبقے کے لیے بڑی نصیحتیں ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ سادگی اپنائیں، پروٹوکول (Protocol) کے نام پر اپنے اور عوام کے بیچ امتیازی خلیج ہرگز حائل نہ ہونے دیں، دینِ اسلام کے درسِ مُساوات کو یاد رکھیں، شاہ خرچیوں سے پرہیز کریں، سہولیات اور تنخواہ ایک اوسط درجہ کے ملازم کے برابر لیں؛ تاکہ انہیں معلوم ہو کہ ان کی عوام کس حال میں جی رہی ہے، اور انہیں کن کن مشکلات کا سامنا ہے!۔

اسلامی نظامِ حکومت کے فوائد و ثمرات

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اسلامی نظامِ حکومت کا قیام عمل میں لانے کے متعدّد فوائد و ثمرات ہیں، اس نظام کی بدَولت اَحکامِ شریعت کے نفاذ کی توفیق میسّر آتی ہے، عدل وانصاف اور اسلامی حُدود و تعزیرات کے ذریعے امنِ عامّہ قائم کرنے میں آسانی رہتی ہے، اُخوت و مُساوات پر مبنی ایک صالح مُعاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے، لوگوں کی جان، مال، عزّت وآبرو کی حفاظت کو یقینی بنایا جا سکتا ہے، بیت المال کے ذریعے زکات، فطرہ اور دیگر صدَقاتِ واجبہ جمع کرکے، بیوہ اور مَساکین کی مالی مدد کی جا سکتی ہے، یتیم اور لاوارث بچوں کی کفالت کا اہتمام کیا جا سکتا ہے، غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی پریشانیوں کا مداوا کیا جا سکتا ہے، جہاد کے ذریعے فُتوحات حاصل کرکے اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع کیا جا سکتا ہے!!۔

نیز ایک منظّم قوم بن کر یہود و نصاریٰ کی اسلام مخالف سازشوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے، توہینِ رسالت اور گستاخانہ خاکوں کی اِشاعت جیسے شر انگیز اقدامات سے انہیں باز رکھا جا سکتا ہے، شراب نوشی، بدکاری، سُود خوری، قمار بازی (جوا)، چوری چکاری، رشوَت ستانی، ظلم وستم اور فحاشی وعُریانیت جیسی مُعاشرتی وغیر اَخلاقی برائیوں کا

سدِّباب کیا جاسکتا ہے، حاکم و محکوم، اور امیر و غریب کے مابین خلیج اور احساسِ کمتری کو ختم کرکے، طبقاتی فرق (Class Difference) کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے، اسلامی نظامِ حکومت کی بدَولت لبرل اِزم (Liberalism)، سیکولرِازم (Secularism)، سوشلزم (Socialism)، اور اِشتراکیت (Collaboration) جیسی یورپی اِلحادی سازشوں (European Allied Conspiracies)، اَفکار اور پالیسیوں سے نَجات حاصل کی جا سکتی ہے، دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کی مجالس کا اہتمام کرکے، عوامی سطح پر تزکیۂ نفس اور بے راہ رَوِی و بدعملی کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے، اُخوت و محبت، شفقت و ہمدردی اور قربانی وایثار کے جذبات پیدا کیے جاسکتے ہیں۔

الغرض اسلامی نظامِ حکومت کے قیام میں خیر ہی خیر اور لامتناہی فوائد وثمرات ہیں، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ایسے لوگوں کو اپنا حکمران منتخب کریں، جن میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زُہد و تقویٰ اور حق و صداقت، سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عدل وانصاف، سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت، اور سیّدنا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی جراءَت و بہادری کی جھلک نظر آئے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اسلامی نظامِ حکومت قائم کرنے کی توفیق عطا فرما، تیرے دین کی بالادستی قائم کرنے والے مخلص اور دیندار حکمران عطا فرما، وطنِ عزیز سمیت دنیا بھر میں عدل وانصاف کا بول بالا فرما، ظلم وستم کا خاتمہ فرما، اُخوت و مُساوات سے کام لینے کا جذبہ عنایت فرما، ظالم اور بے دین حکمرانوں سے نَجات عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

اسلام کی خاطر قربانی کے تقاضے

(جمعۃ المبارک ۰۴ محرّم الحرام ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۱/۰۸/۱۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

حضور اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام کی دینِ اسلام کی خاطر قربانیاں

برادرانِ اسلام! دینِ اسلام کی ترویج واِشاعت کے سلسلہ میں، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ اور آپ کی دعوت پر لبیک کہنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو، راہِ اسلام میں بے حد تکالیف، مَصائب وآلام اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا، کسی کو دُہکتے کوئلوں پر لٹایا گیا، تو کسی کو تپتی ریت پر لٹاکر سینے پر بھاری بوجھ رکھا گیا، کسی کو جان کی دھمکی دی گئی، تو کسی کو مال سے محرومی کی۔

خود ہمارے پیارے آقا ﷺ کو بھی اس راہ میں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، کبھی پتھر مار کر لہولہان کیا گیا، تو کبھی گلے میں پھندا ڈال کر زور سے کھینچا گیا، کبھی ان پر جنگیں مسلّط کی گئیں، تو کبھی مال وزَر اور زَن کا لالچ دیا گیا، تبلیغِ اسلام کے مقدّس جرم کی پاداش میں، نبیِ رحمت ﷺ کا اپنا قبیلہ قریش بھی آپ ﷺ

کے خلاف بر سرِ پیکار ہوگیا، بیت اللہ شریف میں عمرہ کی غرض سے داخل ہونے پر پابندی لگادی گئی، اپنا گھر بار اور جائے پیدائش مکۂ مکرّمہ چھوڑ کر مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا۔ ان سب آزمائشوں کے باوُجود رسولِ اکرم ﷺ اور ان کے جانثار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے ڈٹ کر ہر مشکل کا سامنا کیا، اور دینِ اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا!۔

تاجدارِ رسالت ﷺ کے عزیز چچا سیّدُ الشہداء حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کرکے، آپ ﷺ کے حوصلے پست کرنے کی کوشش کی گئی، سرورِ کونین ﷺ سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بڑی محبت فرماتے تھے، ان کی جدائی سے آپ ﷺ بے حد دُکھی ہوئے، "مستدرَکِ حاکم" میں روایت ہے کہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے فرمایا: جب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ شہید ہوئے، تو رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمانے لگے: «لَنْ أُصَابَ بِمِثْلِكَ أَبداً!»[1] "آپ کی جدائی سے بڑھ کر میرے لیے کوئی اَور صدمہ نہیں ہوسکتا!"۔

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام کے نام پر ہونے والے غزوۂ اُحد میں، رحمتِ عالمیان ﷺ کے دندانِ مبارک شہید کیے گئے، آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو زخمی کرکے لہولہان کیا گیا، اس کے باوُجود آپ ﷺ کفّار ومشرکین کے لیے ہدایت کی دعا فرماتے رہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے چہرۂ انور سے خون صاف

(١) "مستدرَك الحاكم" كتاب معرفة الصحابة، ر: ٤٨٨١، ٥/ ١٨٢٩ .

کرتے ہوئے (اللہ تعالی کے ایک ایسے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر فرما رہے تھے، جنہیں ان کی قوم نے اِیذا دی تھی، اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) دعا کر رہے تھے: «رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي؛ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ»[1] "یا رب میری قوم کو بخش دے! یہ مجھے نہیں جانتے!"۔

دینِ اسلام کی خاطر جان کی قربانی

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! تاریخِ عالَم شاہد ہے کہ اس مادرِ گیتی پر بلا شبہ کروڑہا کروڑ انسانوں نے جنم لیا، کوئی اپنے وقت کا فرعون تھا تو کوئی قارُون، کوئی شدّاد تھا تو کوئی نمرود، کوئی قیصر تھا تو کوئی کسریٰ، ان سب کا نام ونشان تک مٹ گیا، لیکن وہ مقدّس ہستیاں اور پاکیزہ نُفوس جنہوں نے دینِ اسلام کی بقا و سربلندی کے لیے اپنی جان، مال اور اولاد کی قربانیاں دیں، تاریخ کے سنہری اَوراق پر اُن کے تذکرے آج بھی کندہ ہیں، اُن اکابرِ اُمت کے کارناموں کا جب جب ذکر آتا ہے، دلوں پر رِقّت طاری ہو جاتی ہے، اُن حضرات کے پُرسوز واقعات آج بھی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

حضراتِ ذی وقار! اللہ تعالی نے جب حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو عمر کے آخری حصے میں بیٹے سے نوازا، تو خواب میں حکم ہوا کہ اسے راہِ خدا میں قربان کیا جائے، حکمِ الٰہی کی تعمیل میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام فوراً تیار ہوگئے، جو اولاد والے ہیں وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کام کس قدر مشکل ہے! مگر حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام اس امتحان میں کامیاب ہوئے، اللہ تعالی نے اس پورے واقعہ کو قرآنِ پاک میں بیان فرمایا ہے، حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے خواب میں اشارۃً حکم ملنے کے بعد اپنے بیٹے حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا: ﴿يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الجهاد، باب غزوة أحد، ر: ٤٦٤٦، صـ٧٩٩.

ذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴾[۱] "اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا کہ میں تمہیں ذَبح کرتا ہوں، اب تم دیکھو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ کہا: اے میرے والد! جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے وہ کیجیے، اللہ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صابر پائیں گے!"۔

حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لختِ جگر سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام (جن کو اپنی آخری عمر میں بہت دعاؤں کے بعد پایا تھا) کو زمین پر لِٹا کر گلے پر چُھری پھیر دی، مگر بحکمِ الٰہی چھری نہیں چلی، اور جنّت سے ایک مینڈھا بطورِ فدیہ بھیج کر، حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بچا لیا گیا۔ اسی اَمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خالقِ کائنات عزّوجلّ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴾[۲] "ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اُس کے فدیہ میں دے کر اُسے بچا لیا"۔ لہٰذا بقر عید حضرت سیّدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے اس امتحان کی کامیابی کا شکرانہ اور یادگار ہے[۳]۔

دینِ اسلام کی خاطر گھر بار کی قربانی

حضراتِ گرامی قدر! اللہ رب العالمین کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا، تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بغیر کسی حِیل وحُجّت کے، صرف دینِ اسلام کے نام پر اپنا سب گھربار، کاروبار، جائیداد اور عزیز واَقارب کو چھوڑ کر، خالی ہاتھ مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اسی طرح انصارِ مدینہ نے بھی اپنی ضروریات کو

---

(۱) پ۲۳، الصّافات: ۱۰۲.

(۲) پ۲۳، الصّافات: ۱۰۷.

(۳) "مرآۃ المناجیح" نماز کا بیان، عیدَین کی نماز کا بیان، پہلی فصل، ۲/۳۵۵، ملخّصاً۔

نظر انداز کرکے، اپنے مُہاجر بھائیوں کے لیے جذبۂ قربانی کی عظیم مثال قائم کی، انہیں رہنے کے لیے نہ صرف اپنے گھر پیش کیے، بلکہ اپنے اَموال اور زمینوں میں سے آدھا آدھا حصہ انہیں پیش کردیا؛ تاکہ انہیں کسی قسم کی اَجنبیت یا مالی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے، اللہ تعالی نے انصارِ مدینہ کے اس طرزِ عمل کو بڑا پسند فرمایا، اور ان کے اس اچھے عمل کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۛ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[1] "وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ خود بھی شدید محتاجی میں ہوتے ہیں، اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا، تو وہی لوگ کامیاب ہیں!"۔

مال ودَولت کی قربانی

حضراتِ محترم! دینِ اسلام کی خاطر مالی قربانی دینے والوں میں، امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عثمان غنی ذو النورَین رضی اللہ تعالی عنہ کا نام بھی سرِ فہرست ہے۔ آپ رضی اللہ تعالی عنہ سابقینِ اوّلین میں قدیمُ الاسلام ہیں، حبشہ ومدینہ کی طرف دو ۲ بار ہجرت فرمائی ہے، لشکرِ جنگِ تبوک کی خوب اِمداد کی، اَسلحہ اور راشن سے لدے تین سو ۳۰۰ اونٹ، اور ایک ہزار دینار فی سبیل اللہ وقف کیے[2]۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمانوں کو میٹھے پانی کی شدید قلّت کا سامنا تھا، شہرِ مدینہ میں بئرِ رُومہ کے نام سے میٹھے پانی کا ایک ہی کنواں تھا، سرکارِ اَبد قرار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ، فَيَجْعَلَ دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ،

---

(۱) پ۲۸، الحشر: ۹.

(۲) "شذرات الذّهب" سنة أربع وعشرين، ۱/ ۱۸۱.

بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ»[1] "کون ہے جو بئرِ رُومہ کو خرید کر، مسلمانوں کے لیے وقف کردے، کہ اس کے بدلے جنّت میں اس سے بہتر چیز پائے گا"۔ لہذا حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے اسے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

اسی طرح مسجدِ نبوی شریف کی توسیع کے لیے حضور رحمتِ عالمیان صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «مَنْ يَشْتَرِي بُقْعَةَ آلِ فُلَانٍ؛ فَيَزِيدَهَا فِي الْمَسْجِدِ، بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ»[2] "فُلاں خاندان کی زمین خرید کر، کون مسجد میں شامل کرے گا؟ کہ اس کے بدلے جنّت میں اس سے بہتر چیز پائے گا"۔ حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے مسجد سے متّصل وہ قطعۂ زمین بھی خرید کر مسجد میں شامل کر دیا، جس سے مسجد شریف میں لوگوں کے لیے وُسعت پیدا ہوگئی۔

دینِ اسلام کی خاطر ان کی پیش کی جانے والی مالی قربانیوں کے پیشِ نظر، الله کے حبیب صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کے حق میں دو۲ بار ارشاد فرمایا: «مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ!»[3] "آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل اسے نقصان نہیں دے گا!"۔

آسائش وآرام کی قربانی

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام کے نام پر اپنے سُکھ چین، آرام وآسائش، اور مال ودَولت کی قربانی پیش کرنے میں، خواتینِ اسلام بھی کسی سے پیچھے نہیں رہیں، اسلام کے ابتدائی زمانے میں جب حالات اور وقت، رحمتِ عالَم صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور عام مسلمانوں کے

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب، ر: ٣٧٠٣، صـ٨٤٢.

(٢) "سنن النَّسائي" باب وقف المساجد، ر: ٣٦٠٧، الجزء ٦، صـ٢٣٧.

(٣) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب، ر: ٣٧٠١، صـ٨٤٢.

لیے بڑے نازک تھے، آئے دن کفّار مشرکین کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم وستم ہوتا رہتا، حضورِ اکرم ﷺ کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جاتا، ایسے مشکل اور کٹھن حالات میں امّ المؤمنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا نے حضور اکرم ﷺ کے لیے اپنا تَن مَن دھن سب کچھ قربان کر دیا، نیز آپ ﷺ کی خدمت، خاطر داری اور دِلجُوئی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اس کے سبب انہیں یہ انعام ملا، کہ اللہ تعالی نے دنیا ہی میں ان کے لیے اپنا سلام بھیجا، چنانچہ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: «أَتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ الله! هَذِهِ خَدِيجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ، فِيهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ، فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلاَمَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّي، وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ»[1].

"نبئ کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حضرت سیّدنا جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللہ! یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا ہیں جو ایک برتن لے کر آرہی ہیں، اس میں سالن اور کھانے پینے کی اشیاء ہیں، جب یہ آپ کے پاس آئیں تو انہیں ان کے رب تعالی اور میری طرف سے سلام کہیے، اور انہیں جنّت میں موتیوں والے محل کی بِشارت بھی دیجیے، جس میں نہ کوئی شور وغل ہے، نہ کوئی تکلیف دہ چیز!"۔

اولاد کی قربانی

حضراتِ گرامی قدر! اولاد ہر انسان کو عزیز ہوتی ہے، ماں باپ اپنی اولاد کو پہنچنے والی معمولی سی تکلیف پر بھی تڑپ جاتے ہیں، لیکن تاریخِ اسلام میں اُن ماؤں کے نام بھی سنہری حروف میں لکھے ہیں، جنہوں نے دینِ اسلام کی خاطر اپنی اولاد کو

(١) "صحيح البخاري" كتاب مناقب الأنصار، ر: ٣٨٢٠، صـ٦٤١.

بھی قربان کرنے سے گریز نہیں کیا، حضرت سیّدنا اَنَس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ حضرت سیّدہ ربیع بنت بَراء رضی اللہ تعالی عنہا جو سیّدنا حارِثہ بن سُراقہ رضی اللہ تعالی عنہ کی والدہ ہیں، انہوں نے نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کی، کہ یا نبیَ اللہ! کیا آپ حارِثہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں مجھے کچھ بتائیں گے؟ سیّدنا حارِثہ رضی اللہ تعالی عنہ جنگِ بدر میں شہید ہوئے تھے، ان کو ایک نامعلوم تیر لگا تھا، اگر وہ جنّت میں ہوں جب تو میں صبر کروں گی، اور اگر اس کے سوا کوئی بات ہو، تو میں ان پر خوب رُوؤں گی۔ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «يَا أُمَّ حَارِثَةَ! إِنَّهَا جِنَانٌ فِي الجَنَّةِ، وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الفِرْدَوْسَ الأَعْلَى»[1] "اے حارثہ کی ماں! یقیناً جنّت میں بہت سی جنّتیں ہیں، اور اطمینان رکھو کہ تمہارا بیٹا فردَوسِ اعلیٰ میں ہے"۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! یہ واقعہ غزوۂ بدر کا ہے، کسم پُرسی کے باوُجود غزوۂ بدر میں اسلام کی خاطر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے جس طرح اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے، دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، اصحابِ بدر کی انہی قربانیوں کے نتیجہ میں، نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان حضرات کے بڑے فضائل بیان فرمائے۔ ایک حدیث پاک میں فرمایا: «لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الجَنَّةُ، أَوْ: فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ»[2] "اللہ تعالی نے اہلِ بدر کی طرف نظر کی اور فرمایا کہ تم جو چاہے کرو، جنّت تمہارے لیے واجب ہو چکی! یا فرمایا کہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے!"۔

---

(١) المرجع نفسه، باب مَن أتاه سهم غرب فقتله، ر: ٢٨٠٩، صـ٤٦٥.

(٢) "صحيح البخاري" باب فضل من شهد بدراً، ر: ٣٩٨٣، صـ٦٧٢.

خاندان بھر کی قربانی

حضراتِ ذی وقار! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دینِ اسلام کی خاطر دی جانے والی قربانیوں کا ذکر ہو، اور واقعۂ کربلا کا ذِکر نہ ہو، واقعۂ کربلا نہایت رِقّت و سوز کے ساتھ امامِ عالی مقام حضرت سیّدنا امام حسین اور اہلِ بیتِ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی، دینِ اسلام کی خاطر دی جانے والی قربانیوں کی یاد دِلاتا ہے۔ حضرت سیّدنا امام حسین اور ان کے رُفقاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے جس شان کے ساتھ اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے ہمیشہ قاصر رہے گی، ان نُفوسِ مقدّسہ نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لُٹا دیا، لیکن باطل کے آگے سر نہیں جھکایا، جان دینا گوارا فرمالیا، مگر شوکتِ اسلام پر حرف نہیں آنے دیا، ؏

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالَم ہو فدا اے خاندانِ اہلِ بیت![1]

قربانی کے تقاضے

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام کے نام پر جتنی بھی قربانیاں پیش کی گئیں، ان سب کا بنیادی فلسفہ اور تقاضا یہ ہے، کہ راہِ خدا میں اپنی جان و مال، اہل و عِیال، عزیز واَقارب، اور کاروبار و جائیداد وغیرہا میں سے جو چیز بھی نچھاور کرنی پڑے، اس سے ہر گز دریغ نہ کیا جائے! اگر قربانی کے تقاضوں سے اس فلسفے کو نکال دیا جائے، تو پھر اس کا مفہوم بے معنی سا ہو جاتا ہے، لہٰذا دینِ اسلام کے نام پر اپنی جو بھی چیز قربان کریں، رِضائے الٰہی کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں!۔

(۱) "ذَوقِ نعت" معروف بہ "صلۂ آخرت" "ذکرِ شہادت"، صـ۱۰۳۔

حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت اپنے بیٹے حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قربان کرنے کے لیے پیش کر رہے تھے، اُس وقت اُن کا مقصود و مطلوب شہرت یا نمود و نمائش ہرگز نہیں تھا، بلکہ انہوں نے خالصۃً رِضائے الٰہی کے لیے اپنے جگر گوشہ کو راہِ خدا میں قربان کرنے کے لیے پیش کیا، حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ قربانی، رہتی دنیا تک کے لیے ایک رَوشن مثال، اور مسلمانوں کے لیے اِطاعت واِیثار کا ایک حسین اور بے مثال نمونہ ہے!۔

میرے محترم بھائیو! حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امامِ عالی مقام حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، دینِ اسلام کی خاطر جتنی بھی قربانیاں دیں، وہ سب دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے ہیں، آج کا رافضی شیعہ چند منٹ ماتم کرکے سمجھتا ہے کہ عقیدت کا حق ادا ہوگیا، غور طلب اَمر یہ ہے کہ کیا امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بال بچوں اور ساتھیوں کو دینِ اسلام کے نام پر اس لیے قربان کیا تھا، کہ آنے والی نسلیں ان پر ماتم کریں، ہرگز نہیں! بلکہ حضرت امام نے دینِ اسلام کی خاطر اتنی بڑی قربانی اس لیے دی، کہ میرے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمّت یہ جان لے، کہ ہمیشہ حق کا ساتھ دینا ہے، کبھی باطل کے سامنے نہیں جھکنا، دینِ اسلام کے پرچم کو ہمیشہ سربلند رکھنا ہے، کبھی سرنگوں نہیں ہونے دینا! لہٰذا آج رافضی شیعوں نے دسویں ۱۰ محرّم الحرام یعنی عاشوراء کے روز، ماتمی جلوسوں کے نام پر جو خُرافات جاری کر رکھی ہیں، ان سے بچ کر رہیں، ان میں ہرگز شرکت نہ کریں؛ کیونکہ دینِ اسلام کی اس سے کوئی خدمت نہیں ہو رہی، بلکہ یہ ماسوائے خُرافات کے کچھ نہیں!۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! جو شخص دینِ اسلام کے نام پر اپنا سب مال ودَولت حتیٰ کہ جان تک قربان کرنے کا دعویدار ہو، اُسے چاہیے کہ سب سے پہلے اپنی ذات کو قرآن وسنّت کے اَحکام کے سانچے میں ڈھالے (؛کیونکہ قربانی کے تقاضوں میں سب سے پہلے اپنے نفس کی قربانی بڑی اہمیت کی حامل ہے) ورنہ اس کا دعویٰ بے بنیاد اور کھوکھلا ہوگا!۔

اسی طرح اپنے غریب مسلمان بہن بھائیوں، رشتہ داروں، ہمسائیوں اور دوستوں کی ضروریات کا خیال رکھنا، ان کی مدد کرنا بھی دینِ اسلام کی خاطر دی جانے والی قربانیوں میں سے ایک ہے، بعض لوگ عید الاضحیٰ کے موقع پر لاکھوں روپے قربانی کا ایک جانور خریدنے میں صَرف کرتے ہیں، یہ اگر رِضائے الٰہی کے طور پر ہے تو بڑی اچھی بات ہے، لیکن اگر دِکھلاوے، نمود نمائش اور رِیاکاری کے طور پر ہوا، تو بجائے ثواب کے آخرت میں وبالِ جان بھی بن سکتا ہے!۔

نیز اس نیک کام کے ساتھ ساتھ چاہیے، کہ اپنے قُرب جوار میں رہنے والے غریب مسلمانوں، اور بہن بھائیوں کا بھی احساس کریں، اور ان کی مالی مدد کرنے کی بھی کوشش کرتے رہیں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں دینِ اسلام کی خاطر اپنی ہر عزیز ترین چیز قربان کرنے کا جذبہ عطا فرما، اپنی جان، مال، اولاد، وقت، سُکھ چین اور آسائشوں کو دین کے لیے وقف کرنے کا جذبہ عنایت فرما، ہمیں اپنے اَسلاف کی قربانیاں یاد رکھنے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

مزاراتِ اولیاء پر ہونے والی خُرافات کی روک تھام

(جمعۃ المبارک ۱۱ محرّم الحرام ۱۴۴۳ھ - ۲۰/۰۸/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

مزاراتِ اولیاء... رُشد وہدایت کے مرکز

برادرانِ اسلام! بزرگانِ دین کے مزارات، خانقاہیں اور آستانے، رُشد وہدایت کے مراکز، روحانی فُیوض وبرکات کے سرچشمے اور شَعائرُ الله ہیں، ان کا ادب واحترام ہر مسلمان پر لازم ہے۔ قُرونِ ثلاثہ سے لے کر آج تک مسلمان، مزاراتِ اولیاء پر حاضر ہو کر فیض پاتے، اور روحانی تَسکین حاصل کرتے چلے آرہے ہیں۔ مزارات پر حاضری زیارتِ قُبور میں داخل ہے، جو فی نفسہ ممنوع نہیں، بلکہ حدیثِ پاک سے ثابت ہے۔ حضرت عبد الله بن بُریدہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «كُنتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا!»[1] "میں

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الجنائز، ر: ٢٢٦٠، صـ٣٩٣.

نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب (کہتا ہوں کہ) ان کی زیارت کیا کرو!"۔

ان مزارات میں آرام فرمانے والے اولیائے کرام، اللہ تعالی کے نیک بندے اور مقبولانِ بارگاہ ہیں، مسلمان اپنی حاجت برآری کے لیے ان کے وسیلے سے، اللہ عزّوجلّ کے حضور دعائیں کرتے ہیں، عطائے الٰہی سے انہیں کائنات میں متصرِّف مانتے ہیں، اور اپنے مَن کی مُرادیں پاتے ہیں۔ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنا شریعت کے عین مُطابق ہے، اس میں شرعًا کوئی حرج نہیں۔ البتہ یہ عقیدہ کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام یا اولیائے کرام، ذاتی یا مستقل طور پر نظامِ عالَم میں متصرِّف یا شریک ہیں، اللہ تعالی ان کی شرکت یا مدد کے بغیر یہ نظام نہیں چلا سکتا، یہ خالصۃً کفر و شرک ہے، ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرِک، مرتَد اور جہنم کا حقدار ہے!!۔

مزارات پر ہونے والی خُرافات کے اسباب

عزیزانِ محترم! بدمذہبوں اور اسلام مخالف قوتوں کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے، کہ مسلمانوں کے مقاماتِ مقدّسہ اور شعائرُ اللہ کو بدنام کرنے کے لیے، وہاں خُرافات و منکَراتِ شرعیہ کا بازار گرم کرواتے ہیں؛ تاکہ مسلمانوں کی نسلِ نَو کے دلوں سے ان مقامات کی شان وعظمت اور تعظیم وادب کو ختم کیا جاسکے! یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے جلیل القدر اولیائے کرام اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات پر، خُرافات اور غیر شرعی اُمور کا سرِعام ارتکاب کیا جارہا ہے، ان مزارات کے قُرب وجوار میں فحاشی (Pornography)، عُریانیت (Nudity) اور جُوئے کے اڈّے (Gambling Dens) قائم کیے جارہے ہیں، شراب نوشی، رقص وسرود، بھنگ، چرس اور ڈھول تاشے کی محفلیں سجائی جارہی ہیں، لیکن کوئی انہیں پوچھنے والا نہیں! حکومتی اہلکار بھی ہزار پانچ سو روپے رشوت کی خاطر، اپنی ذمّہ داری

سے غفلت برت کر، اس جرم میں برابر کے شریک ہیں، جس کے باعث رُشد وہدایت اور روحانی فیض کے یہ سرچشمے، اپنی اہمیت وافادیت کھورہے ہیں!۔

اسی طرح بعض فاسق وفاجر پیر، اور اُن کے جاہل مریدین بھی، علمِ دین سے دُوری کے باعث مزاراتِ اولیاء کے طواف، سجدۂ تعظیمی، مرد وزن کے اختلاط، ڈھول تاشوں کے ساتھ مزارات پر بلاضرورت چادریں چڑھانے، ناچ بھنگڑا کرنے، منّتیں مان کر قبروں پر چراغ جلانے، فرضی مزارات بنا کر ان کی تعظیم کرنے، اور بھنگ وچرس کی محفلیں سجانے جیسی بے ہودہ خُرافات ومنکَرات کے مرتکِب ہوتے ہیں!۔

مسلکِ حق اہل سنّت وجماعت کا اظہارِ براءَت

لہٰذا ہر اپنے اور غیر پر واضح رہے، کہ یہ اُمور خالصۃً ان لوگوں کے ذاتی اَفعال اور بے عملیاں ہیں، جو جہنم میں لے جانے کا باعث ہیں۔ مسلکِ حق اہلِ سنّت وجماعت کا، ایسے فُسّاق وجُہّال اور ان کی حرکتوں سے کوئی تعلق نہیں! قرآن وحدیث اور ہمارے بزرگوں کی ہزاروں کتب، اِن اُمور کی حُرمت وبُرائی پر شاہدِ عدل ہونے کے باوُجود، بعض لوگ ان خُرافات کو مسلکِ اہلِ سنّت وجماعت کے کھاتے میں ڈال کر تنقید کے نشتر چلاتے ہیں، اور سادہ لَوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے ہیں، یہ سراسر زیادتی اور علمی خِیانت ہے، جو کسی بھی صاحبِ علم کو زَیب نہیں دیتی!۔

مزاراتِ اولیاء کا طواف اور انہیں بوسہ دینا

حضراتِ گرامی قدر! مزاراتِ اولیاء پر جو خُرافات بہت عام ہو چکی ہیں، اُن میں سے ایک بزرگانِ دین کے مزارات کا طواف کرنا اور انہیں بوسہ دینا ہے، مسلکِ حق اہلِ سنّت وجماعت کے نزدیک تعظیم کی نیّت سے مزاراتِ اولیاء کا طواف کرنا،

یا انہیں بوسہ دینا ممنوع ہے، امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس کی ممانعت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مزار کا طواف جو محض بہ نیّتِ تعظیم کیا جائے ناجائز ہے؛ کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانۂ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہیے، علماء اس میں مختلف ہیں، اور بہتر بچنا ہے، اور اسی میں ادب زیادہ ہے!"[1]۔

مزار پر حاضری کے آداب

عزیزانِ مَن! بوسۂ قبور اور طواف کی ممانعت کا حکم صرف مزاراتِ اولیاء تک محدود نہیں، بلکہ اس حکم میں مزاراتِ انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں، ہمارے جو بھائی حجِ بیت اللہ یا عمرہ کے بعد بارگاہِ رسالت میں حاضری کے لیے مدینہ منوّرہ حاضر ہوتے ہیں، اور مُواجہہ شریف کے سامنے حاضر ہو کر روضۂ انور کی سنہریوں جالیوں کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے کے لیے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں، انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ایسا کرنا خلافِ ادب اور ممنوع ہے، بارگاہِ رسالت میں حاضری کے آداب بیان کرتے ہوئے، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "خبردار (روضۂ انور کی) جالی شریف کو بوسہ دینے، یا ہاتھ لگانے سے بچو!؛ کہ خلافِ ادب ہے، بلکہ (جالی شریف سے) چار ۴ ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ، یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا! اپنے مُواجہۂ اَقدس میں جگہ بخشی!"[2]۔

ایک اَور مقام پر مزید اِرشاد فرمایا کہ "روضۂ انور کا طواف نہ کرو، نہ سجدہ، نہ

---

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب الجنائز، باب اَحوال قُربِ موت، ۷/۳۳۱۔

(۲) "فتاوی رضویہ" کتاب الحج، رسالہ "انوَر البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ"، ۸/۶۰۲۔

اتنا جھکنا کہ رُکوع کے برابر ہو! رسول اللہ ﷺ کی تعظیم (زیادہ جھکنے میں نہیں، بلکہ) اُن کی اِطاعت (یعنی فرمانبرداری اور پیَروی) میں ہے"[۱]۔

سجدۂ تعظیمی

حضراتِ محترم! مزاراتِ اولیاء قدّست اسرارہم پر بعض جاہل لوگوں کی طرف سے جن خُرافات کا سلسلہ جاری ہے، اُن میں سے ایک "سجدۂ تعظیمی" بھی ہے، اپنے پیر ومرشد یا کسی بھی ولی کے مزار پر تعظیم کی نیّت سے سجدہ کرنا، حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور عبادت کی غرض سے ہو تو کفر و شرک ہے، اور اگر دونوں میں سے کوئی نیّت نہ ہو تب بھی ممنوع ہے؛ کہ بُت پرستی سے مُشابہ اور صورۃً سجدہ کے قریب ہے!۔

پیر و مرشد کے لیے سجدۂ تعظیمی سے متعلق، ایک سوال کے جواب میں امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "مسلمان اے مسلمان! اے شریعتِ مصطفوی کے تابعِ فرمان! جان اور یقین جان! کہ سجدہ حضرت -عزّت جلالُہ- کے سوا کسی کے لیے نہیں، اُس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اِجماعاً شرکِ مُہین وکفرِ مُبین ہے، اور سجدۂ تحیت (تعظیمی) بھی حرام وگناہِ کبیرہ بالیقین ہے!""[۲]۔

ایک اَور مقام پر مزید ارشاد فرمایا: "غیرِ خدا کو سجدۂ عبادت شرک ہے، سجدۂ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام ہے، گناہِ کبیرہ ہے، متواتر حدیثیں اور متواتر نُصوصِ فقہیّہ سے اس کی حرمت ثابت ہے، ہم نے اپنے فتاوی میں اس کی تحریم (حرمت)

---

(۱) ایضاً، ص۶۰۴۔

(۲) ایضاً، کتاب الحظر والاِباحۃ، رسالہ "الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ"، ۱۵/۴۹۸۔

پر چالیس ۴۰ حدیثیں روایت کیں، اور نُصوصِ فقہیّہ کی گنتی نہیں[1]، "فتاویٰ عزیزیّہ" میں ہے کہ اس کی حُرمت پر اِجماعِ اُمّت ہے"[2]۔

ڈھول تاشوں کے ساتھ مزار پر چڑھانے کے لیے چادر لانا

عزیزانِ محترم! بعض مقامات پر مریدوں اور عقیدت مندوں کی جانب سے، کسی بزرگ کے عرس پر ڈھول تاشوں اور بھنگڑوں کے ساتھ مزار کے لیے چادریں لائی جاتی ہیں، یہ چادریں انتہائی بیش قیمت ہوا کرتی ہیں، جسے قافلے کی شکل میں عقیدت مندوں نے چاروں طرف سے تھام رکھا ہوتا ہے، چادر کے آگے ڈھول کی تھاپ پر بعض فاسق لوگ رَقص کر رہے ہوتے ہیں، یہ عمل انتہائی معیوب، غیر شرعی اور مزارات پر ہونے والی خُرافات میں سے ایک ہے۔

شریعتِ مُطہَّرہ ڈھول تاشوں کی اجازت نہیں دیتی، اور رہی بات تہ در تہ بلاضرورت چڑھائی جانے والی چادروں کی، تو یہ ایک فُضول اَمر کے سوا کچھ نہیں۔ امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بلاضرورت چڑھائی جانے والی چادروں کے بارے میں حکمِ شرعی بیان فرماتے ہیں کہ "جب چادر موجود ہو، اور وہ ابھی پُرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے

(۱) امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے زمانے میں بھی، پیروں کی تعظیم میں غُلو کرنے والی جو بدعات وخُرافات عروج پر تھیں، ان میں سے ایک بدعت سجدۂ تعظیمی بھی تھی، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کے رَد میں "الزُّبدة الزَّكية لتحريم سُجود التحيّة" کے نام سے باقاعدہ ایک مبسوط رسالہ تحریر فرمایا، اور اس میں متعدّد آیاتِ قرآنیہ، چالیس ۴۰ اَحادیثِ مبارکہ اور تقریباً ڈیڑھ سو ۱۵۰ فقہی نُصوص سے ثابت کیا، کہ عبادت کی نیّت سے غیر اللہ کو سَجدہ کرنا کفر وشرک ہے، اور تعظیم کی نیّت سے ہو تو حرام ہے۔

(۲) "فتاویٰ رضویہ" کتاب الحظر والاِباحۃ، غیرِ خدا کو سجدۂ عبادت شرک... اِلخ، ۱۵/۴۹۱۔

کی حاجت ہو، تو بے کار چادر چڑھانا فُضول ہے، بلکہ جو دام (مال) اس میں صرف کریں، ولیُ اللہ کی روحِ مبارک کو اِیصالِ ثواب کے لیے کسی محتاج کو دے دیں"[۱]۔

فرضی مزار بناکر بھنگ اور چرس پینا اور اس کا کاروبار کرنا

حضراتِ ذی وقار! مزاراتِ اولیاء کے نام پر ہونے والی خُرافات میں سے ایک، فرضی مزار بناکر اس کی تعظیم کرنا، اس کی آڑ میں بھنگ اور چرس پینا، اور اس کا کاروبار کرنا ہے، یہ ایک انتہائی مذموم اَمر ہے کہ اپنے غیر قانونی اور غیر شرعی دھندا چلانے کے لیے، مزاراتِ اولیاء کا سہارا لیا جائے!! محکمۂ اوقاف (Auqaaf Department) کو چاہیے کہ اس چیز کا فوری نوٹس (Notice) لے، اور مزاراتِ اولیاء کی آڑ میں ہونے والے ایسا بے ہودَہ کاروبار بند کروائے، اور اس کے ذمّہ داروں کو قرارِ واقعی سزا دے؛ تاکہ آئندہ کسی کو ایسی گری ہوئی حرکت کرنے کی جرأت نہ ہو!۔

فرضی مزار کے بارے میں حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے، امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "فرضی مزار بنانا، اور اس کے ساتھ اصل جیسا مُعاملہ کرنا (یعنی اس کا ادب واحترام اور تعظیم کرنا) ناجائز وبدعت ہے!"[۲]۔

مزارات پر مَرد وزَن کا اختلاط اور بے پردگی

عزیزانِ مَن! اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات پر جو خُرافات عام ہیں، اُن میں سے ایک، وہاں مَرد وزَن کا اختلاط اور بے پردگی ہے۔ مزارات پر بے پردہ عورتوں کا بڑا اِزدحام ہوتا ہے، اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنی کم عقلی اور ضروری دینی علوم

---

(۱) "اَحکامِ شریعت" حصّہ اوّل، مزارات اولیاء، ص۸۹۔
(۲) "فتاوی رضویہ" کتاب الجنائز، باب اَحوال قُربِ موت، ۷/۲۵۲۔

سے واقفیت نہ ہونے کے باعث، مزارات پر غیر شرعی اُمور کا ارتکاب کرنے سے بھی گریز نہیں کرتیں۔ انہیں چاہیے کہ بلا ضرورتِ شرعی اپنے گھر سے، بغیر محرم کے ہرگز باہر نہ نکلیں، اور اَحکامِ شریعت کی مکمل پاسداری کو یقینی بنائیں!۔

مزارات پر عورتوں کی حاضری کے بارے میں، امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے؟ اور کس قدر صاحبِ قبر کی جانب سے؟ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے، لعنت شروع ہو جاتی ہے، اور جب تک وہ واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے ہیں!"[1]، حدیثِ پاک میں ہے: «لَعَنَ اللهُ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ!»[2] "قبروں کی زیارت کے لیے جانے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے!"۔

بلا ضرورت مزاراتِ اولیاء یا قبورِ مسلمین پر چراغ جلانا

حضراتِ گرامی قدر! آجکل مزاراتِ اولیاء یا قبرستان میں، اپنے پیاروں کی قُبور پر چراغ، موم بتی یا اگربتی وغیرہ جلانا ایک معمول بن گیا ہے، یہ بھی بزرگانِ دین یا قبورِ مسلمین سے متعلق خُرافات میں سے ایک ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مزار پر چراغ جلانے سے ہماری مانگی ہوئی مَنّت پوری ہو جائے گی، اسی طرح بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اس سے مُردے کو تسکین ہوتی ہے، اور اس کی قبر روشن ہوتی ہے، یہ سراسر جہالت، بدعت اور خُرافات پر مبنی اَمر ہے۔ امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علّامہ عبد الغنی نابلُسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے

(۱) "الملفوظ" عورتوں کا مزارات پر جانا، حصّہ دُوم، صـ۱۰۷۔
(۲) "صحيح ابن حِبّان" كتاب الجنائز، ر: ۳۱۷۸، ۷/ ٤٥٢.

حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ "قبروں کی طرف شمع لے جانا، بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے، یہ سب اس صورت میں ہے کہ (جب چراغ جلانا) بالکل فائدے سے خالی ہو"[۱]۔

کسی درخت، یا تاک وغیرہ پر ہار پھول ڈالنا اور منّتیں ماننا

عزیزانِ محترم! بسا اوقات عوام میں کسی خاص مقام، مثلاً کسی درخت، دیوار یا تاک وغیرہ کے بارے میں، یہ بات غلط طور پر مشہور ہو جاتی ہے، کہ یہاں فُلاں شہید یا بزرگ رہتے ہیں، اور لوگ بلا سوچے سمجھے ہار پھول ڈالنے، لوبان جلانے، منّتیں ماننے، فاتحہ دلانے اور نذر و نیاز کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں، یہ انتہائی غیر ذمّہ دارانہ اور جاہلانہ اَمر ہے۔ امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ سب (باتیں) واہیات و خُرافات اور جاہلانہ حماقات و بطالات ہیں، ان کا اِزالہ لازم ہے!"[۲]۔

حرفِ آخر

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! کوئی شخص پیر ہو یا مرید، بظاہر وہ کتنا ہی صاحبِ کرامت کیوں نہ ہو، اگر وہ مزاراتِ اولیاء کے سلسلہ میں اَحکامِ شرعیہ کی پاسداری نہیں کرتا، اور محبت و عقیدت میں مکروہ و حرام اُمور کے ارتکاب سے نہیں بچتا، تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے، جس کو کسی طور پر درست یا جائز نہیں کہا جا سکتا! لیکن اس بنیاد پر مزارات پر جانے کو حرام کہنا، اور انہیں کفر و شرک کے اڈّے قرار دینا بھی سراسر ظلم و زیادتی ہے! جس طرح ہر گلی بازار میں غیر شرعی اُمور کی بھرمار ہونے کے

---

(۱) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الجنائز، باب اَحوالِ قُربِ موت، رسالہ "بریق المنار" ۷/۳۰۳۔
(۲) "اَحکامِ شریعت" حصّہ اوّل، صـ۵۰۔

باوُجود، ہم وہاں جانا ترک نہیں کرتے، اسی طرح بعض جُہّال کی وجہ سے، رُشد وہدایت اور روحانی فیض کے ان سرچشموں سے کس طرح منہ موڑا جاسکتا ہے؟! البتہ اَربابِ اقتدار اور ان مزارات وخانقاہوں کے گدی نشینوں سے، ہم اتنی درخواست ضرور کر سکتے ہیں، کہ وہ اپنے اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے، مزاراتِ اولیاء اور اس کے آس پاس ہونے والے غیر شرعی اُمور اور خُرافات کے خاتمہ کو یقینی بنائیں؛ تاکہ روحانی سکون کے متلاشی لوگ، اطمینانِ قلب اور یکسُوئی کے ساتھ عبادت ورِیاضت کر سکیں، اور ان مقدّس ہستیوں کی نگاہِ کرم سے فیضیاب ہو سکیں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کی محبت عطا فرما، ان کے ادب واحترام کی توفیق مرحمت فرما، ان کے مزارات پر باادب حاضری کی سعادت نصیب فرما، اولیائے کرام کے نام پر غیر شرعی اُمور کا ارتکاب کرنے والوں کو ہدایت دے، ان مزارات کے گدی نشینوں کو اَحکامِ شریعت کا پابند بنا، انہیں اپنے اَسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرما، آمین یارب العالمین!۔

حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

(جمعۃ المبارک ۱۸ محرّم الحرام ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۱/۰۸/۲۷ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اسلام ... فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہونے والا سورج

برادرانِ اسلام! دینِ اسلام کی آمد سے قبل ہر طرف ظلم وستم کا دَور دَورہ تھا، کمزور اور مظلوم طبقہ انتہائی کسم پُرسی اور درد ناک زندگی گزارنے پر مجبور تھا، عورتوں کو بلاوجہ پیٹنے، ان کے ساتھ جانوروں جیسا برتاؤ کرنے، بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے اور غلاموں کو کوڑے مارنے، بھوکا پیاسا رکھنے، تپتی ریت اور دہکتے کوئلوں پر لٹانے جیسے غیر انسانی سُلوک کا کلچر (Culture) عام تھا، ہر سُو جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کا راج تھا، کوئی انہیں روک ٹوک کرنے اور پوچھنے والا نہیں تھا، مظلوموں کا کوئی فریادرَس نہیں تھا۔

ایسے کرب ناک حالات میں فاران کی چوٹیوں سے دینِ اسلام کا سورج طُلوع ہوا، اور نااُمیدی کے بادل چھٹنے لگے، مظلوم طبقے اور نسل دَر نسل غلامی کی زندگی گزارنے والوں کو بھی اُمید کی ایک کرن دکھائی دی، اور وہ اَحد اَحد کی گواہی دیتے دینِ

اسلام کے دامنِ رَحمت میں پناہ لینے لگے، ان تمام ترظلم وستم اور مَصائب وآلام کا سامنا کرنے کے باوُجود، کلمۂ توحید کی دن رات تکرار کرنے والوں میں ایک نمایاں نام حضرت سیّدنا بلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بھی ہے۔

ولادت باسعادت، اسمِ گرامی اور کنیت

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اسمِ گرامی بلال بن رَباح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور کنیت ابو عبد الکریم ہے، مکّہ مکرّمہ میں پیدا ہوئے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے آباء واَجداد کا اصل وطن حبشہ تھا، اسی لیے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نام کے ساتھ حبشی نسبت بھی معروف ہے۔ آپ کے والد کا نام رَباح اور والدہ کا نام حَمامہ تھا، یہ دونوں بھی عرب کے ایک قبیلہ کے غلام تھے[۱]۔

عزیز واَقارب

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک بھائی اور ایک بہن بھی تھی، بھائی کا اسمِ گرامی خالد بن رَباح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور بہن کا غُفَیرہ بنتِ رَباح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا تھا[۲]، حضرت سیّدنا بِلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رشتہ اَزدِواج سے بھی منسلک ہوئے، البتہ آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجۂ محترمہ کا نام ہند خَولانیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا تھا، جن کا تعلّق دارَیّا (Darayya) سے تھا، جو دِمشق (Damascus) کے قریب واقع ہے، بعض روایات کے مطابق انہیں صحابیت کا بھی شرف حاصل تھا[۳]۔

---

(۱) "أُسد الغابة" باب الباء، ر: ٤٩٣- بلال بن رَباح، ١/ ٤١٥، ملخّصاً.

(۲) المرجع نفسه، صـ٤١٨.

(۳) "تاريخ دِمشق" ٩٧٤- بلال بن رَباح، ١٠/ ٤٣٤، ملخّصاً.

حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قبولِ اسلام

عزیزانِ محترم! جن نامُساعِد حالات اور غلامی کے دَور میں حضرت سیّدنا بِلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دینِ اسلام قبول کیا، اُس وقت راہِ حق پر قائم رہنا بہت مشکل اَمر تھا، اُن ایام میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عبد اللہ بن جُدعان کے غلام تھے، اور اس کی بکریاں چرایا کرتے تھے، ایک روز آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حسبِ معمول اپنی بکریاں چرا رہے تھے، جبکہ قریبی غار میں مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہمراہ تشریف فرما تھے، نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غار کے دہانے سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو آواز دیتے ہوئے فرمایا: «يَا راعيْ! هلْ مِن لَبَنٍ؟» "اے چرواہے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟" حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آواز سنی تو قریب چلے آئے اور عرض کی، کہ حضور! میری بکریوں میں کوئی بھی اس وقت دودھ دینے کے قابل نہیں، ماسوائے اس ایک بکری کے، جو اتنا کم دودھ دیتی ہے جو بمشکل میرے لیے کافی ہوتا ہے، لیکن پھر بھی میں آج اپنے حصے کا دودھ آپ دونوں حضرات کے لیے چھوڑتا ہوں، نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «ائتِ بها» "اس بکری کو ہمارے پاس لے آؤ" حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس بکری کو بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک برتن منگوا کر اس بکری کا دودھ دوہنا شروع کیا، تو دستِ اقدس کے لگتے ہی بکری کے تھنوں سے دودھ جاری ہو گیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا برتن دودھ سے بھر گیا، سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُسے نوش فرما کر دوبارہ بکری کے تھنوں سے دودھ نکالا، برتن پھر لَبالب بھر گیا، اب کی بار حضرت سیّدنا صدّیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نوش فرمایا، اس کے بعد تیسری بار پھر نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بکری کے تھنوں سے دودھ نکالا، تو برتن کناروں تک بھر گیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس بار

حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو عطا فرمایا، انہوں نے بھی سیر ہو کر دودھ پیا، لیکن بکری کے تھن اب تک دودھ سے بھرے ہوئے تھے، یہ ماجرا دیکھ کر حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گرویدہ ہو گئے، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں دینِ اسلام قبول کرنے کی دعوت پیش کی، جسے قبول کرتے ہوئے حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے، اسلام کا بالکل ابتدائی اور مشکل دَور ہونے کے باعث، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں فی الحال اپنا اسلام خفیہ رکھنے کی تلقین فرمائی[1]۔

سخت آزمائش اور مَصائب وآلام کی گھڑیاں

عزیزانِ مَن! حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دینِ اسلام قبول کرنے کے بعد ثابت قدمی کا مُظاہرہ فرمایا، اور دینِ اسلام پر قائم رہے، بُت پرستی سے اس قدر نفرت ہو گئی کہ ایک روز آپ نے کعبہ میں داخل ہو کر بتوں پر تھوکتے ہوئے فرمایا: «خابَ وخسرَ مَن عبدَكنَّ» "وہ لوگ ناکام اور خسارے میں ہیں جنہوں نے تمہاری پوجا اور پرستش کی!" مشرکینِ مکّہ کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ بہت سیخ پا ہوئے، اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو پکڑنے کی کوشش کی، حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھاگ کر اپنے مالک عبد اللہ بن جُدعان کے گھر میں پناہ لی، مشرکین نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے آقا سے شکایت کی، تو وہ آپ سے اس قدر ناراض ہوا کہ پکڑ کر ابو جہل اور اُمیّہ بن خَلَف کے حوالے کر دیا، اور کہا کہ اس کے ساتھ جو چاہو سُلوک کرو، مجھے کوئی اعتراض نہیں! انہوں نے حضرت سیّدنا بِلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنا شروع کر دیے، کبھی آپ کو بطحا کی تپتی ریت پر لٹا کر دونوں بازوؤں پر چکی رکھی،

---

(۱) المرجع نفسه، صـ٤٣٦.

توکبھی مار پیٹ کر لہولہان کردیا، کبھی گلے میں رسی ڈال کر اَوباش لڑکوں کے ذریعے گلی گلی گھسیٹا، توکبھی اس بات پر مجبور کیا کہ محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کا انکار کرو، ہمارے خداؤں کی پرستش کرو، نہیں تو یونہی بلکتے بلکتے مرجاؤ گے! لیکن حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی استقامت کو سلام! کہ آپ ہر طرح کے دکھ، تکالیف اور مَصائب وآلام کو بڑی خندہ پیشانی اور صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے، اور اَحَد اَحَد کی بُت شکن صدائیں بلند فرماتے رہے![1]۔

سب سے پہلے اسلام ظاہر کرنے والے

حضراتِ محترم! حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے اسلام میں صادِق اور دل کے سچے تھے، انہوں نے دینِ اسلام کی راہ میں آنے والی ہر مشکل کو نہایت خندہ پیشانی اور صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کیا، اور اپنا مسلمان ہونا اس مشکل ترین دَور میں ظاہر فرمایا، جب اسلام کا اظہار اپنی مَوت کو دعوت دینے کے مترادِف تھا، حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شمار اُن سات ۷ اَفراد میں ہوتا ہے، جنہوں نے سب سے پہلے اپنا اسلام ظاہر فرمایا۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: «كانَ أَوَّلُ مَنْ أَظْهَرَ إِسْلاَمَهُ سَبْعَةٌ: رَسُوْلُ الله ﷺ، وَأبو بَكْرٍ، وَعَمَّارٌ، وَأُمُّهُ سُمَيَّةُ، وَصُهَيْبٌ، وَبِلاَلٌ، وَالمِقْدَادُ»[2] "سب سے پہلے جن لوگوں نے اپنے اسلام کا اِظہار کیا، وہ سات ۷ اَفراد ہیں: (۱) حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، (۲) حضرت ابو بکر صدّیق، (۳) حضرت عمّار، (۴) حضرت عمّار کی والدہ ماجدہ حضرت سُمیّہ، (۵) حضرت صُہَیب، (۶) حضرت بِلال، (۷) حضرتِ مِقداد" رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم۔

---

(١) المرجع السابق، صـ٤٣٦، ٤٣٧، ٤٤٠.

(٢) "سنن ابن ماجه" مقدّمة المؤلّف، فضائل بلال، ر: ١٥٠، صـ٣٥.

دینِ اسلام کی بدَولت غلامی سے نَجات

حضراتِ ذی وقار! دینِ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مسلسل آزمائش میں تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر ظلم وستم کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا جارہا تھا، ایک روز حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا گزر اس مقام سے ہوا، جہاں حضرت سیّدنا بِلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا تھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اُمیّہ بن خَلَف کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا: «أَلَا تتّقِي اللهَ فِيْ هذَا المسكينِ! حتَّى متَى؟» "اس مسکین کو ستاتے ہوئے تجھے اللہ تعالی سے ڈر نہیں لگتا؟ کب تک ایسا کرتے رہوگے؟" وہ کہنے لگا کہ اے ابو بکر! تم نے ہی اسے خراب کیا ہے (یعنی مسلمان کیا ہے)، لہٰذا تم ہی اسے آزاد کروالو" حضرت سیّدنا صدّیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: «أفعلُ، عنديْ غلامٌ أسوَدُ أجلَدُ منهُ، وأقوَى علَى دينِك، أُعطِيكَهُ بهِ» "میرے پاس بِلال سے زیادہ تندرست وتوانا، اور تیرے دِین کا پیروکار غلام ہے، بلال مجھے دے دو اور بدلے میں اُسے تم رکھ لو"، اُمیّہ بن خَلَف کہنے لگا کہ مجھے یہ پیش کش منظور ہے، چنانچہ سیّدنا صدّیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کچھ رقم اور غلام کے عوض، حضرت بلال کو خرید کر آزاد فرمادیا"[1]۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پانچ ۵ اَوقیہ (یعنی تقریباً ۳۲ تولے) سونا ادا کرکے سیّدنا بلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خریدا، فروخت کرنے والوں نے کہا کہ اے ابو بکر! اگر تم صرف ایک اَوقیہ سونے پر اَڑ جاتے، تو ہم اتنی قیمت میں بھی اسے فروخت کر دیتے، اس پر سیّدنا صدّیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: «لوْ أبيتمْ إلّا مئةَ أوقيةٍ لأخذتُه!»[2]

---

(١) "السيرة النبويّة" بلال بن رباح وصبره على التعذيب، الجزء١، صـ١٦٢.

(٢) "مصنَّف ابن أبي شَيبة" إسلام أبي بكر رَضِيَ اللہُ عَنْهُ، ر: ٣٧٧٤٤، ٢٠/ ٢٥٥.

"اگر تم سو ۱۰۰ اَوقیہ سونا مانگتے تو میں وہ بھی دے دیتا، اور بلال کو ضرور خریدتا!"۔

سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سیّدنا ابوبکر صدّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اس نیکی سے اتنے خوش ہوئے، کہ انہیں رَحمت کی دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «رَحِمَ اللهُ أَبَا بَكْرٍ، زَوَّجَنِي ابْنَتَهُ، وَحَمَلَنِي إِلَى دَارِ الهِجْرَةِ، وَأَعْتَقَ بِلَالاً مِنْ مَالِهِ»[1] "اللہ ابوبکر پر رحمت کرے! مجھ سے اپنی بیٹی کا عقد کیا، مجھے دارِ ہجرت (یعنی مدینہ منوّرہ) لے کر آئے، اور اپنے مال سے بلال کو خرید کر آزاد کیا!"۔

اچھے انسان اور مؤذّنین کے سردار

حضراتِ گرامی قدر! اتنی کٹھن آزمائش اور صبر کے بدلے میں، اللہ تعالی نے سیّدنا بلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بہت بلند مقام ومرتبہ سے نوازا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مؤذِّن، خادمِ خاص اور خزانچی مقرّر ہوئے، سفر وحَضر میں ہمیشہ نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رَفاقت کا شرف حاصل رہا، بدر واُحد سمیت تمام غزوات میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ شریک رہے، فتحِ مکّہ کے موقع پر بیت اللہ شریف کی چھت پر چڑھ کر، اذان دینے کی سعادت بھی سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حصے میں آئی، آپ انتہائی اچھے انسان اور مؤذِّنین کے سردار تھے، اس بات کی گواہی خود نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دی، چنانچہ سیّدنا زَید بن اَرقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «نِعْمَ الْمَرْءُ بِلَالٌ! وَهُوَ سَيِّدُ الْمُؤَذِّنِينَ»[2] "بِلال کس قدر اچھا انسان ہے، اور وہ تمام مؤذِّنوں کا سردار ہے!"۔

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٧١٤، صـ٨٤٥.

(٢) "حلية الأولياء" ر: ٢٤- بلال بن رباح، ر: ٤٨٥، ١/ ١٩٩.

جنّت تین لوگوں کی مشتاق!

عزیزانِ مَن! حضرت سیّدنا بِلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شمار اُن خوش نصیبوں میں ہوتا ہے، کہ جنّت بھی جن کی منتظر و مُشتاق ہے، حضرت سیّدنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «اشْتَاقَتِ الْجَنَّةُ إِلَى ثَلَاثَةٍ: (١) عَلِيٍّ، (٢) وَعَمَّارٍ، (٣) وَبِلَالٍ»[۱] "جنّت تین ۳ لوگوں کی مشتاق ہے: (۱) علی، (۲) عمّار (۳) اور بِلال"۔ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم

حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ... ہمارے سردار

حضراتِ ذی وقار! حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مقام و مرتبہ کے اظہار کے لیے، آپ کو «سَيِّدُنَا» (ہمارے سردار) کہہ کر پکارا کرتے، "صحیح بخاری" کی روایت میں حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، کہ سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے: «أبو بَكْرٍ سَيِّدُنَا، وَأَعْتَقَ سَيِّدَنَا، يَعْنِي بِلَالاً»[۲] "ابو بکر ہمارے سردار ہیں، اور انہوں نے ہمارے سردار بِلال کو آزاد کرایا" رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔

دنیا ہی میں جنّت کی بِشارت

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا بلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ اس بات سے خوب لگایا جا سکتا ہے، کہ نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپ کو دنیا ہی میں جنّت کی بِشارت سنائی، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، کہ نبئ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک روز نمازِ فجر کے بعد حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: «يَا بِلَالُ!

---

(١) "تهذيب الكمال" كتاب الكُنى، باب الراء، تحت ر: ٧٩٥١، ٢١/ ٢٢٣.

(٢) "صحيح البخاري" [باب] مناقب بلال بن رباح، ر: ٣٧٥٤، صـ٦٣١.

حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الإِسْلاَمِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الجَنَّةِ!» "اے بلال! مجھے اپنے اُس امید اَفزا کام کے بارے میں بتاؤ، جو تم نے اسلام میں کیا؛ کیونکہ میں نے جنّت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی آہٹ سنی ہے"، حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے عرض کی، کہ میں نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جس پر مجھے زیادہ اَجر ملنے کی توقع ہو، البتہ دن یا رات کے وقت میں جب بھی وضو کرتا ہوں، تو اس وضو سے اتنی نماز پڑھتا ہوں جو اللہ نے میرے لیے لکھی ہے!""[1]۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ "حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کا حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم سے آگے جنّت میں جانا، ایسا ہے جیسے نوکر چاکر بادشاہوں کے آگے ہٹو بچو کرتے ہوئے چلتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اے بلال! تم نے ایسا کونسا کام کیا ہے جس سے تم کو میری یہ خدمت میسّر آئی؟ خیال رہے کہ معراج کی رات نہ تو حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے ساتھ جنّت میں گئے، نہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کو معراج ہوئی، بلکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے اس رات وہ واقعہ ملاحظہ فرمایا جو قیامت کے بعد ہو گا؛ کہ تمام خَلق سے پہلے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم جنّت میں داخل ہوں گے، اس طرح کہ حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ خادمانہ حیثیت سے آگے آگے ہوں گے"[2]۔

سیّدنا بلالِ حبشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کا عشقِ رسول

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی ظاہری حیاتِ طیّبہ تک ہمیشہ حضور کے ساتھ رہے، شب وروز حاضرِ خدمت رہتے، کبھی حرفِ

---

(١) المرجع نفسه، كتاب التهجّد، ر: ١١٤٩، صـ١٨٤.

(٢) "مرآۃ المناجیح" نماز کا بیان، نوافل کا باب، پہلی فصل، زیرِ حدیث: ١٣٢٢، ٢/٢٩٠۔

شکایت زباں پر نہیں لائے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مصطفیٰ جانِ رَحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سچّے پکّے عاشق تھے، ہمیشہ اللہ ورسول کی رضا میں راضی رہے، نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جب بھی کوئی ذمّہ داری سونپی، بلاچُون وچرا اُسے دل وجان سے نہ صرف تسلیم کیا، بلکہ حتی المقدور اُسے احسن سے احسن انداز میں نبھانے کی بھی کوشش کی، ایک سچّے عاشقِ رسول کی یہی نشانیاں ہیں!۔

حضرت سیّدنا بلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف سے اَذان کی ذمّہ داری سونپی گئی، تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اپنی اس ذمّہ داری سے اس قدر عشق ہو گیا، کہ وقت سے پہلے ہی پہنچ جاتے، اور اذان دینے کے لیے نماز کا وقت شروع ہونے کا انتظار فرماتے۔ قبیلہ بنی نجّار کی ایک خاتون صحابیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: «كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ المَسْجِدِ، فَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ، فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ»[1] "مسجدِ نبوی کے گرد گھروں میں میرا گھر سب سے اُونچا تھا، حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس کی چھت پر اذانِ فجر دینے کے لیے، صبحِ صادق سے قبل آکر بیٹھ جاتے، اور اذانِ فجر (کے لیے صبحِ صادق) کا انتظار کرتے رہتے"۔

فراقِ رسول کا غم وشدّت

میرے محترم بھائیو! حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ چونکہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خاص مؤذِّن تھے، لہٰذا جنگ ہو یا امن، سفر ہو حضر، ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتے، جب اور جہاں نماز کا وقت ہوتا، رُخِ انور کی زیارت کرتے ہوئے اذان دینے کی سعادت حاصل کرتے، اور توحید ورسالت کی گواہی دیتے، یہی وجہ ہے کہ جس وقت مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا، تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بڑے اُداس

(۱) "سنن أبي داود" كتاب الصلاة، باب الأذان فوق المنارة، ر: ۵۱۹، صـ۸۷.

رہنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں کے سامنے نہ پا کر، سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالٰی عنہ بے تاب ہو جاتے، اور فراقِ رسول میں بے آب وگیاہ مچھلی کی طرح تڑپتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بغیر انہوں نے کبھی زندگی کا تصوّر بھی نہیں کیا تھا، لہٰذا انہیں اپنے زندہ رہنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی، جب جب رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مزارِ پُرانوار پر نگاہ پڑتی، بیتے لمحوں کی یاد ستاتی، اور مزید تڑپ اٹھتے۔

ایک بار انہوں نے امیر المؤمنین سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مدینہ منوّرہ چھوڑنے، اور جہاد میں شہادت کی غرض سے جانے کی اجازت بھی چاہی، لیکن اجازت نہ ملی، پھر امیر المؤمنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا دَور آیا، تو اُن سے بھی یہی درخواست کی، حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روکنے کی کوشش کی، لیکن سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالٰی عنہ راضی نہ ہوئے، اور اجازت لے کر ملکِ شام کی طرف جہاد کی غرض سے روانہ ہوگئے[1]۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم سے روضۂ انور پر دوبارہ حاضری

عزیزانِ محترم! حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ملکِ شام گئے ہوئے جب ایک طویل عرصہ گزر گیا، اور آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ واپس لَوٹ کر مدینہ منوّرہ نہیں آئے، تب ایک بار سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، نبئ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا هَذِهِ الجَفْوَةُ يَا بِلَالُ؟ أَمَا آنَ لَكَ أَنْ تَزُوْرَنِي؟» "اے بلال! یہ کیسی بے رُخی ہے؟ کیا ہم سے ملنے کو تمہارا جی نہیں چاہتا؟" اتنا سننا تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ تڑپ اٹھے، اور رختِ سفر باندھ کر فوراً مدینہ منوّرہ پہنچے، مدینہ منوّرہ کی گلیوں میں شور مچ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مؤذِّن سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لے آئے ہیں، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ سب سے پہلے بارگاہِ

---

(۱) "سير أعلام النُبلاء" ر: ۲۱۷- بلال بن رَباح، ۳/ ۱۵۷، ملخّصاً.

رسالت میں حاضر ہوئے، اور ہچکیاں باندھ کر روتے رہے، نواسۂ رسول حضرت سیّدنا امام حسن وحسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا تشریف لائے، تو حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی یاد اور نسبت سے انہیں اپنے سینے سے لگایا، اور ان کی پیشانیوں پر بوسے دیے۔

حضرت امام حسن وحسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اپنے نانا جان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دَور کی یاد تازہ کرنے کے لیے، حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اذان سننے کی خواہش ظاہر فرمائی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اذان دینا شروع کی، تو ہجر وفراق کی تازہ آگ بھڑک اٹھی، ایک کہرام مچ گیا اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے، یہاں تک کہ پردہ نشیں عورتیں بھی بے قراری کے عالَم میں گھروں سے باہر نکل پڑیں[1]، حضرت سیّدنا بلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ چند روز مدینہ منوّرہ میں گزارنے کے بعد واپس ملکِ شام کی طرف کوچ کر گئے۔

وِصال اور تدفین

میرے محترم بھائیو! مؤذّنِ رسول حضرت سیّدنا بلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وِصال شریف، بیس ۲۰ ہجری میں دِمشق میں ہوا، وقت وصال آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عمر شریف تقریبًا تریسٹھ ۶۳ برس تھی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دِمشق کے مشہور قبرستان "بابِ الصغیر" میں مدفون ہیں[2]، سیّدنا بِلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مزار پُر انوار زیارت گاہِ خاص وعام ہے، عاشقانِ رسول آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مزار شریف پر حاضر ہوکر، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے وسیلے سے اپنے عشقِ رسول میں اضافے کی دعا کرتے ہیں۔

---

(۱) المرجع نفسه، صـ۱۵۸.

(۲) "أُسد الغابة" باب الباء، ر: ٤٩٣- بلال بن رَباح، ١/ ٤١٥، ملخّصاً.

دعا

اے اللہ !عشقِ بلالی سے ہمیں بھی وافر حصہ عطا فرما، سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی تڑپ اور سوز و گداز عنایت فرما، ہمیں بھی سچا پکا باعمل عاشقِ رسول بنا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اِطاعت و فرمانبرداری کی سعادت مرحمت فرما، حضرت سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات بلند فرما، اور کل قیامت میں ہمیں بھی ان کے قدموں میں جگہ عطا فرما، آمین یارب العالمین !۔

انبیاء علیہم السلام کی کردار کشی کی کوشش اور نظامِ الٰہی

(جمعۃ المبارک ۲۵ محرّم الحرام ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۱/۰۹/۰۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

کردار کشی کی موجودہ صورتیں

برادرانِ اسلام! پہلے اَدوار میں لوگ ذاتی رنجشوں یا حسد وغیرہ کی بنا پر، اپنے مخالفین کی کردار کشی کیا کرتے، یہ سلسلہ صرف گلی محلّے تک محدود رہا کرتا، رفتہ رفتہ اس کے دائرۂ کار میں وُسعت پیدا ہوتی چلی گئی، اور اب حال یہ ہے کہ اس کام کے لیے باقاعدہ پروپیگنڈہ ایجنسیوں (Propaganda Agencies) کا قیامِ عمل میں آچکا ہے، جو بین َالاَقوامی سطح (International Level) پر لابنگ (Lobbing) کر کے عالمی صورتحال، اور حالات وواقعات کو اُن اَہداف کے مُوافق بناتے ہیں، جن کے لیے انہیں خاص طور پر ہائیر (Haier) کیا گیا ہوتا ہے۔

بدقسمتی سے یہ سلسلہ اب اس حد تک بڑھ چکا ہے، کہ آج یہ ایجنسیاں (Agencies) اور الیکٹرانک میڈیا (Electronic Media) جس کا مستقبل بنانا

چاہیں، اُسے لابنگ (Lobbing) کر کے راتوں رات ہیرو بنا دیتے ہیں، اور جسے نشانِ عبرت بنانا مقصود ہو، اُس کی بے سروپا کردار کشی کر کے، اسے آسمان سے زمین پر گرانے میں بھی دیر نہیں لگاتے!!۔

مسلمان کی کردار کشی کی ممانعت

حضراتِ گرامی قدر! کسی زمانے میں کردار کشی کا یہ سلسلہ صرف جھوٹے اور مَن گھڑت قصّے کہانیوں تک محدود تھا، جو رفتہ رفتہ ویڈیو ایڈیٹنگ (Video Editing)، اور فوٹو ایڈیٹنگ (Photo Editing) جیسے ہتھیاروں سے لیس ہو چکا ہے، مزید برآں یہ کہ ایسوں کو سوشل میڈیا (Social Media) جیسا پلیٹ فارم (Plat Form) بھی باآسانی میسّر آگیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب نہ کسی عورت کی عزّت محفوظ ہے اور نہ کسی مرد کی، کوئی کتنا ہی بڑا عالمِ دین ہو یا اللہ کا ولی، سیاستداں ہو یا تاجر (Business Man)، کوئی بھی شخص اس سازش کی چِیرہ دستیوں سے محفوظ نہیں، اور اب تو حال یہ ہے کہ انٹرٹینمنٹ (Entertainment) اور آزادئ اظہار (Freedom of Expression) کے نام پر، انبیائے کرام علیہم السلام کی اعلانیہ توہین، اور گستاخانہ خاکوں کے ذریعے ان کی کردار کشی کا سلسلہ بھی جاری وساری ہے، ان خاکوں اور انبیائے کرام علیہم السلام کی ذاتِ مبارکہ سے متعلق بنائی گئی فلموں میں، ان نُفوسِ قُدسیہ کے کردار کو جس معیوب انداز میں پیش کیا جارہا ہے، اور جس طرح دینی شعائر ومقدّسات کی توہین کی جارہی ہے، اُسے زبان وقلم بیان کرنے سے قاصر ہیں!۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی کردار کشی تو ایک گناہِ عظیم ہے کفر ہے، اللہ رب العالمین عام مسلمانوں کا بھی مذاق اڑانے، ان کا نام بگاڑنے، توہین وتنقیص کرنے اور طعن وتشنیع

کی صورت میں انہیں عار دلا کر، ان کی کردار کشی کرنے سے منع فرماتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! مرد مَردوں کی ہنسی نہ بنائیں! عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں کی! دُور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں، اور آپس میں طعنہ نہ کرو! اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو! کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا! اور جو توبہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں"۔

عزیزانِ مَن! جو لوگ بالخصوص یہود ونصاریٰ، وقتاً فوقتاً گستاخانہ خاکوں اور فلموں کے ذریعے، انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین وتنقیص یا کردار کشی کی مسلسل کوشش میں لگے ہیں، اُن پر لازم ہے کہ وہ فوراً سے پیشتر اپنے اس قبیح فعل سے باز آجائیں!۔

عزیزانِ محترم! یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی کردار کشی کی کوشش کرنے والوں میں، بعض اسلامی ممالک کے فلم میکرز (Film Makers) بھی برابر کے شریک ہیں، اُن پر بھی لازم ہے کہ فوراً سچی توبہ کریں، ورنہ ان کا شمار بھی ظالموں میں ہوگا، اور ظالموں کا انجام جہنم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾[2] "جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا، تو عنقریب ہم اُسے آگ میں داخل کریں گے، اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے!"۔

(۱) پ۲۶، الحُجُرات: ۱۱.

(۲) پ۵، النساء: ۳۰.

انبیاء علیہم السلام کی کردارکشی کرنے والوں کا انجام

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! جب ہم اَقوامِ عالَم کی تاریخ اور کلامُ اللہ شریف کا مُطالعہ کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی کسی قوم نے انبیاء علیہم السلام کی توہین وتنقیص کی، تمسخر اڑایا، کوئی بے ہودہ اِلزام لگایا، یاکسی اَور طریقہ سے ان کی کردارکشی کی کوشش کی، اللہ تعالی نے انہیں نیست ونابُود اور تباہ وبرباد کردیا!۔

قارُون کے نام سے کون واقف نہیں ہے، قارُون حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چچازاد تھا، نہایت مالدار، صاحبِ علم اور ملنسار شخص تھا، لیکن زکات کاحکم نازل ہونے پر جب اس کے ذمّہ ایک بڑی رقم واجبُ الاداء ہوئی، تومال ودَولت کی حرص اور بخل کے مارے زکات کا منکِر ہوبیٹھا، اور لوگوں کو یہ کہہ کر بہکانے لگ گیا، کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زکات کے بہانے تمہارے مال لے لیناچاہتے ہیں!۔ صرف یہی نہیں، بلکہ قارُون نے حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف (معاذاللہ) بدکاری کا الزام بھی لگایا، اور اپنے دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لیے ایک فاحشہ عورت کو، خوب مال ودَولت دے کر اپنی بات کی تائید پر آمادہ کیا، حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس عورت کو قسم دے کر فرمایا، کہ سچ سچ بتادو کہ اصل بات کیاہے؟ اس نے مجمعِ عام میں اعتراف کرتے ہوئے کہاکہ اے نبی اللہ! مجھے قارُون نے کثیر مال ودَولت دے کر آپ پر بُہتان لگانے کے لیے آمادہ کیا ہے، حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی براءَت پر سجدۂ شکر اداکیا، اور اپنے ساتھیوں کو قارُون سے جدا کرکے اللہ تعالی کے حضور دعافرمائی، کہ اس پر اپناقہر وغضب نازل فرمادے! اللہ تعالی نے اپنے پیارے نبی وکلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کردارکشی کی کوشش کرنے والے کو، زمین میں

دھنسا کر قیامت تک کے لیے نشانِ عبرت بنادیا[1]۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی کردار کشی کرنے والوں کے لیے قانونِ قدرت کی طرف سے یہ ایک تنبیہ ہے، اللہ تعالی نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ﴾[2] "ہم نے اُسے (یعنی قارُون کو) اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسادیا، اور اُس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ سے بچانے میں اس کی مدد کرتی، اور نہ وہ بدلہ لے سکا!"۔

حضرت سیّدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی کردار کشی کی کوشش

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام جب عزیزِ مصر کی بیوی زُلیخا کے دامِ فریب میں نہ آئے، اور اپنی عزّت وناموس بچاکر دروازے کی طرف بھاگے، تب اس کوشش میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا کرتہ مبارک پیچھے سے چاک ہوگیا، دروازے پر عین اُسی وقت عزیزِ مصر بھی موجود تھا، عزیزِ مصر کی بیوی نے جب اپنے شوہر کو دیکھا، تو بدکاری کی کوشش کا سارا اِلزام حضرت سیّدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام پر ڈال دیا، یہ اِلزام درحقیقت حضرت سیّدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی عزّت وناموس اور عصمت وکردار پر حملہ تھا، اللہ تعالی نے اپنی تدبیر سے حضرت سیّدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی کردار کشی کرنے والوں کو جھوٹا ثابت فرمایا، اور ایک دودھ پیتے بچے کی گواہی کے ذریعے حضرت سیّدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی عزّت وناموس اور عظمتِ کردار کو سلامت رکھا!۔

---

(١) "حاشية الصاوي" القصص، الآية:٨١، ٢/ ٣٠٢، ٣٠٣، ملخّصاً.

(٢) پ٢٠، القصص: ٨١.

اپنے پیارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی عصمت کی گواہی دیتے ہوئے خالقِ کائنات عزوجل فرماتا ہے: ﴿ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ۝٢٤ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِن دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَن يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝٢٥ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَن نَّفْسِي ۚ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝٢٦ وَإِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝٢٧ فَلَمَّا رَأَىٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِن كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ۝٢٨ يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ﴾[1].

"یقیناً وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے، اور (یوسف علیہ الصلوۃ والسلام اور زُلیخا) دونوں دروازے کی طرف دَوڑے، عورت نے اُس (یوسف علیہ الصلوۃ والسلام) کا کرتہ پیچھے سے چیر لیا، اور دونوں کو عورت کا میاں دروازے کے پاس ملا، (حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام پر اِلزام عائد کرتے ہوئے) عورت بولی: اس کی کیا سزا ہے جس نے تیری گھروالی سے بدی چاہی؟ مگر یہ کہ قید کیا جائے یا دُکھ کی مار! (حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے) کہا: اس (عورت) نے مجھے لُبھایا کہ میں اپنی حفاظت نہ کرسکوں، اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ (یعنی چار ۴ مہینے کے بچے) نے (بول کر) گواہی دی، کہ اگر اِن (یوسف علیہ الصلوۃ والسلام) کا کرتہ آگے سے چِرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کہا، اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے چاک ہوا، تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے۔ پھر جب عزیزِ مصر نے اُس کا کرتہ پیچھے سے چِرا ہوا دیکھا تو بولا: یقیناً یہ تم عورتوں کا فریب ہے، یقیناً تمہارا فریب بڑا ہے! اے یوسف! تم اس کا خیال نہ کرو (یعنی اس مُعاملے کو لے کر مغموم نہ ہو!) اور

---

(۱) پ۱۲، یوسف: ۲۴-۲۹.

(اے عورت!) تُو اپنے گناہ کی مُعافی مانگ، یقیناً تُو خطاواروں میں سے ہے!"۔

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کردار کشی

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری زوجہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر، جب مُنافقین نے بُہتان باندھا، اور ان کی پاکدامنی پر سوال اٹھائے، تب اللہ رب العزّت نے ان کی پاکدامنی کی بھی خود گواہی دی؛ تاکہ اس کے نبئ کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی زوجۂ مطہّرہ کے کردار پر تاقیامت دوبارہ کوئی انگلی اٹھانے کی جرأت نہ کرسکے۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاکیزہ کردار پر بُہتان لگانے والوں کو دَردناک عذاب کی خوشخبری دیتے ہوئے، اللہ جلّ جلالہ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۱۱ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ﴾[1] "یقیناً وہ جو یہ بڑا بُہتان لائے ہیں، تمہیں میں سے ایک جماعت ہے، اسے اپنے لیے بُرا نہ سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے! ان میں ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جو اُس نے کمایا، اور ان میں وہ جس نے سب سے بڑا حصہ لیا، اس کے لیے بڑا عذاب ہے! کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سُنا تھا، کہ مسلمان مَردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا، اور کہتے یہ کھلا بہتان ہے!"۔

امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "یہ آیاتِ مبارکہ امّ المؤمنین حضرت سیّدہ

(۱) پ۱۸، النور: ۱۱، ۱۲.

عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بارے میں نازل ہوئیں، جس وقت مُنافقین نے آپ پر بُہتان باندھا تھا، اس پر اللہ تعالی نے سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی قرابتداری کے سبب اِنعام فرما کر، یہ آیاتِ مبارکہ نازل فرمائیں؛ تاکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی آبرُو پر حرف نہ آئے!""[1]۔

خود تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بھی حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا کے کردار کی پاکیزگی کا اِعلان کرتے ہوئے فرمایا: «فَوَاللهِ! مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْراً»[2] "اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی کو نیک اور پاکدامَن ہی جانتا ہوں!"۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا اَیسی پاکدامن متّقی و پرہیزگار ہیں، جن کی گواہی خود اللہ ورسول نے دی۔

میرے محترم بھائیو! کہاں اللہ کے پیارے نبی اور ان کے پاکباز اہلِ بیتِ کرام، جن کی عفت وپاکیزہ کردار کی گواہی خود اللہ ربّ العزّت دے! اور کہاں جھوٹ اور افتراء پر مبنی فلموں میں ان حضراتِ مُقدّسہ کا کردار ادا کرنے والے فاسِق وفاجِر، اور نیم برہنہ رہنے والے غیر مسلم اداکار (Actors)!۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں بننے والی تمام فلموں میں، اگر کوئی اَور خرابی نہ بھی ہو، تب بھی ایک بڑی خرابی یہ ہے، کہ ایسی مقدّس ہستیوں کا کردار کسی ایسے غیر مسلم اداکار یا اداکارہ کو دیا جاتا ہے، جس کی ساری زندگی نیم برہنہ اور حواس باختہ کردار ادا کرنے، جنسی بے راہ رَوی کا شکار رہنے، اور پینے پلانے میں گزرتی ہے، کیا یہ اُن پاکیزہ نُفوس کی توہین نہیں؟! بلکہ اگر بالفرض یہ کردار (Role) کوئی مسلم اداکار ادا کرے تب بھی جائز نہیں!۔

---

(١) "تفسير ابن كثير" النور، تحت الآية: ١١، ١٢، ٣/ ٢٧٢، ٢٧٣، ملتقطاً.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب تفسير القرآن، ر: ٤٧٥٠، صـ٨٣٠.

مزید یہ کہ فلم میں دیگر اداکاروں کا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رول (Roll) کرنے والے ایکٹر (Actor) کو، اللہ کا نبی کہہ کر پکارنا بھی شرعًا جائز نہیں؛ کیونکہ کسی غیرِ نبی کو نبی اللہ کہنا، ماننا، یا سمجھنا بھی کفر ہے، اگر ایسا کرنے والا کوئی مسلمان ہے تو اس پر توبہ وتجدیدِ ایمان لازم ہے!!۔

سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدۂ ماجدہ سیّدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر زِنا کی تہمت

عزیزانِ مَن! انبیاء علیہم السلام اور ان کے عزیز واَقارب کی کردار کشی کرنے کی کوششیں، ہزاروں سال سے ہوتی چلی آرہی ہیں، لیکن اللہ تعالی نے کبھی بھی اپنے چنیدہ اور مقبولانِ بارگاہ بندوں کو تنہا نہیں چھوڑا، وہ ہمیشہ سُرخرو ہوئے، جبکہ ان کے کردار پر انگلی اٹھانے والوں کو ہمیشہ ذِلّت ورُسوائی کا سامنا کرنا پڑا!۔ حضرت سیّدنا عیسیٰ رُوح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قدرتِ الٰہی سے بِن باپ کے پیدا ہوئے، اس پر یہود نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر زِنا کی تہمت لگائی، اللہ تعالی نے حضرت سیّدہ مریم کی براءَت وطہارت بیان کرنے کے لیے، حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بچپن ہی میں قوّتِ گویائی عطا فرمائی، نیز قرآن مجید میں بھی سیّدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں پوری "سورتِ مریم" نازل فرماکر، تاقیامت اعتراض کرنے والوں کے منہ بند کردیے!۔

سیّدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طہارت وپاکیزگی میں حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچپن میں جو کلام فرمایا، اس میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عبدیت، نبوّت اور مبارک ہونے کے بارے میں بھی کلام کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۛ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۙ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۖ﴿۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا﴾[1] "میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے

---

(۱) پ۱٦، مریم: ۳۰-۳۲.

مجھے کتاب دی، اور مجھے غیب کی باتیں بتانے والا (نبی) کیا۔ اور میں کہیں بھی ہوں، اس نے مجھے مبارک بنایا، اور جب تک جیوں مجھے نماز وزکات کی تاکید فرمائی، اور اپنی ماں سے اچھا سُلوک کرنے والا، اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا!"۔

آزادئ اظہارِ رائے کے نام پر انبیاء علیہم السلام کی کردار کشی کا بڑھتا سلسلہ

میرے محترم بھائیو! آج امریکہ (United States)، جاپان (Japan)، ہالینڈ (Netherlands)، سویڈن (Sweden)، ڈنمارک (Denmark)، فرانس (France)، جرمنی (Germany)، ناروے (Norway)، اٹلی (Italy) اور اسرائیل (Israel) وغیرہ میں، مختلف طریقوں سے انبیاء علیہم السلام کی کردار کشی کی جارہی ہے، کہیں گستاخانہ خاکے شائع کرکے مذہبی مُنافرت (Religious Hatred) کا ساماں کیا جارہا ہے، تو کہیں انبیاء علیہم السلام کے کردار کے بارے میں ایسی توہین آمیز کلمات پر مبنی پوسٹیں وائرل (Viral) کی جارہی ہیں، کہ بحیثیت مسلمان اسے بیان کرنے سے بھی زبان وقلم قاصر ہیں!۔

اسی طرح کہیں فلمیں بناکر ان حضرات کے کردار کو (معاذاللہ) داغدار کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، تو کہیں فن پاروں کے نام پر توہین آمیز پینٹنگز (Paintings) بناکر اسلام دشمنی کا ثبوت دیا جارہا ہے، کوئی سرِعام قرآنِ پاک کو جلاکر شہید کرنے کی کوشش کررہا ہے، تو کوئی اپنے پَیروں تلے روندھ کر سوشل میڈیا (Social Media) پر اس کی تصویر یا وِڈیو اَپلوڈ (Upload) کرکے شیئر (Share) کررہا ہے۔

دینی مقدّسات کی توہین اور درپردہ مذموم مقاصد

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! امّتِ مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ ہے، کہ ان کے ساتھ آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ ان کے دینی مقدّسات اور مذہبی شعائر کی توہین

کیوں کی جا رہی ہے؟ ان کے مذہبی جذبات سے کیوں کھیلا جا رہا ہے؟ انبیائے کرام علیہم السلام کی کردار کشی کرنے اور گستاخانہ خاکے بنانے کے پیچھے، یہود ونصاریٰ کے کیا مذموم مقاصد ہیں؟ آخر کیوں یہ لوگ توہینِ رسالت اور توہین مذہب پر مبنی منفی سرگرمیوں میں ملوّث ہیں؟ اس میں ان کی دلچسپی کا آخر کیا سامان ہے؟ کہ اپنا وقت اور کثیر سرمایہ خرچ کرنے سے بھی دریغ نہیں کر رہے! اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے ہر ہتھکنڈہ اپنا رہے ہیں، فلمیں ڈرامے بنا رہے ہیں، گستاخانہ خاکوں کے مقابلے کروائے جا رہے ہیں، ٹی وی (TV) اور سوشل میڈیا (Social Media) کے ذریعے انہیں نشر کیا جا رہا ہے، متعدّد یورپی ممالک (European Countries) اس مذموم کھیل کا حصہ بنتے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ اب سرکاری سطح پر اُن کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی بھی کی جا رہی ہے!!۔

میرے محترم بھائیو! یہ سب ایک سوچی سمجھی سازش کا حصہ ہے، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری مقدّس ہستیوں اور شعائرِ دینیہ کی اس قدر کردار کشی اور توہین کی جائے، کہ لوگوں کے دل ودماغ سے ان مقدّسات کی تعظیم واہمیت ختم ہو جائے، جس کے نتیجے میں لوگ اپنے اپنے دین ہی سے بے زار ہو کر رہ جائیں گے، اور پھر انہیں اِلحاد (Atheism) کی طرف لانے میں بالکل بھی دیر نہیں لگے گی! تب جا کر سب لوگ سیکولر اور لبرل (Secular and liberal) بنیں گے، اور پھر وَن ورلڈ آرڈر (One World Order) کے تحت اُس شیطانی دِین کو قبول کرلیں گے، جس کا پیشوا آگے چل کر دَجّال ہو گا!! لہذا بحیثیت مسلمان ہمیں اپنی ذمّہ داری کا احساس کرنا ہو گا! اور اپنے سادہ لَوح مسلمان بھائی بہنوں کو ایسی اِلحادی فکر

(Atheistic Thought) کا شکار ہونے سے بچانا ہوگا!۔

جو لوگ اس گھناؤنے کھیل میں ملوّث ہیں، پوری مسلم اُمّہ کی طرف سے ہم انہیں خبردار کرتے ہیں، کہ وہ ان حرکتوں سے باز آجائیں! اور مُعاشرے کا امن وسکون برباد کرنے کی کوشش نہ کریں! وہ چاہیں یا نہ چاہیں، انہیں بہرحال دینِ اسلام سمیت تمام آفاقی مذاہب کے دینی مقدّسات کا لحاظ رکھنا ہوگا! ورنہ یاد رہے کہ اللہ تعالی کی پکڑ بہت شدید ہے! کون کب اس کی پکڑ میں آجائے؟ کوئی نہیں جانتا! اَقوامِ عالَم کی ہزاروں سال پرانی تاریخ اور نظامِ الٰہی گواہ ہے، کہ اللہ جَلّ جلالہٗ اپنے حقوق میں کوتاہی کو تو مُعافی دیتا ہے، مگر اپنے کسی نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی ادنیٰ سے ادنیٰ توہین، تنقیص، تمسخر، یا کردار کشی کرنے والے کو ضرور سزا دیتا ہے، اور ایسے ناعاقبت اندیشوں کو دنیا ہی میں نشانِ عبرت بنا دیتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی کردار کشی اور حاکمانِ وقت کی ذمّہ داری

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! گستاخانہ خاکوں، فلموں، ڈراموں اور سیکولر اِزم (Secularism) ولبرل اِزم (Liberalism) کی آڑ میں، آج انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین وتنقیص اور کردار کشی کا سلسلہ روز بروز بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، او، آئی، سی (O.I.C) سمیت ہمارے تمام مسلم حکمرانوں کو اس طوفانِ بدتمیزی کے آگے بند باندھنا ہوگا، توہینِ مذہب کے حوالے سے سخت اِقدامات کرنا ہوں گے، قومی وعالَمی سطح پر مؤثر قانون سازی کرنی ہوگی، تمام انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے "آزادئ اظہار رائے" کی حُدود وقُیود کو واضح طور پر متعیّن کرنا ہوگا، ملکی سطح پر شُعور وآگاہی کے علاوہ کڑی سے کڑی سزاؤں پر مبنی قوانین کا نفاذ یقینی بنا کر، اس شیطانی عمل کو بزورِ طاقت روکنا ہوگا، دینی

مقدّسات کی حفاظت اور مذہبی رَواداری کو فروغ دینا ہوگا! تاکہ مُعاشرے میں بڑھتی ہوئی مذہبی انتہاء پسندی، اور غیر ذمّہ دارانہ سوچ کا خاتمہ کیا جاسکے!۔

میرے محترم بھائیو! عیش وعشرت میں پڑے ہمارے مسلم حکمراں کب تک غفلت کا مُظاہرہ کرتے رہیں گے؟ اب انہیں اپنی ذمّہ داریوں کا احساس کرنا ہوگا! اپنے اپنے اختیارات اور دائرۂ کار کے مطابق، اللہ کی زمین پر قرآن وسنّت کے اَحکام، اور نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کو یقینی بنانا ہوگا؛ کہ یہی ان کی بنیادی ذمّہ داری ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾[۱] "اگر ہم انہیں زمین میں اِقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکات دیں گے، بھلائی کا حکم دیں گے، بُرائی سے منع کریں گے، اور تمام مُعاملات کا انجامِ کار اللہ تعالی کے اختیار میں ہے"۔

یقین جانیے! اگر ہم اللہ کی زمین پر نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کو یقینی بنانے میں کامیاب ہوجائیں، تو انبیائے کرام علیہم السلام اور دیگر نُفوسِ مقدّسہ کی توہین اور کردار کشی کا سلسلہ خود بخود رُک جائے گا، اور ایسے شرمناک اور دل آزار واقعات میں بتدریج کمی آتی جائے گی؛ کیونکہ اسلام خود اپنی پاوَر (Power) رکھتا ہے، جبکہ دشمنِ اسلام ہماری مصلحت پسندی کی نہیں، بلکہ صرف پاوَر (Power) کی زبان سمجھتا ہے، اسے اگر کسی بات کا ڈر ہے، تو صرف وصرف اسلامی نظام کے نفاذ کا ہے اور بس!!۔

---

(۱) پ۱۷، الحجّ: ٤١.

دعا

اے اللہ! ہمیں تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے اَدب واحترام کی توفیق مَرحمت فرما، ان کے صدقے ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، ان کی کردارکشی کے ایمان شکن گناہ سے بچا، توہینِ رسالت کرنے اور گستاخانہ خاکے بنانے والوں کو نیست ونابُود فرما، ہمارے حکمرانوں کو اپنی ذمّہ داریوں کا احساس عطا فرما، انہیں نظامِ مصطفی کے نفاذ کا جذبہ وسوچ عطا فرما، دینِ اسلام کا بول بالا فرما، آمین یارب العالمین!۔

اسلام میں سائنس کا تصوّر اور مسلم اِیجادات

(جمعۃ المبارک ۲ صفر المظفّر ۱۴۴۳ھ - ۱۰/۰۹/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

دَورِ حاضر کی سائنسی ترقی

برادرانِ اسلام! موجودہ دَور سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی (Scientific Progress and Technology) کا دَور ہے، آئے دن مختلف اور حیران کُن اِیجادات (Inventions) ہو رہی ہیں، ان اِیجادات کی بدَولت فاصلے سمٹ رہے ہیں، دنیا ایک گلوبل ولیج (Global Village) بن چکی ہے، دنیا کے ایک سے دوسرے کونے میں رابطہ کرنا انتہائی آسان ہو گیا ہے، سائنس اور ٹیکنالوجی (Science and Technology) کی بدَولت ذرائع اِبلاغ اس قدر ترقی کر چکے ہیں، کہ دنیا بھر میں رُونما ہونے والے اہم واقعات اور خبریں آپ براہِ راست اپنے موبائل فون یا ٹی وی سیٹ پر دیکھ سکتے ہیں۔ کینسر (Cancer)، تپِ دِق (TB)، ہیپاٹائیٹس (Hepatitis)، ذیابیطس (Diabetes)، ہارٹ اٹیک (Heart Attack) جیسی خطرناک بیماریوں

کا علاج دریافت ہوچکا ہے، ہر مشکل سے مشکل آپریشن (Operation) بآسانی کیا جارہا ہے، جو لوگ آنکھوں میں موتیا (Cataract) اتر آنے کے باعث بصارَت سے محروم ہو چکے تھے، ان کی آنکھوں کے کامیاب آپریشن کیے جا رہے ہیں، ناگہانی آفات یا حادثات کے باعث جو لوگ چلنے پھرنے سے معذور ہو چکے تھے، مصنوعی اَعضاء تیار کرکے انہیں چلنے پھرنے کے قابل بنایا جارہا ہے، ساتھ ہی ساتھ جنگی صورتحال سے نپٹنے، اور طاقت کے توازُن کو برقرار رکھنے کے لیے، جدید ٹیکنالوجی سے لیس خطرناک اور مُہلک ہتھیار بھی تیار کیے جارہے ہیں۔

عزیزانِ مَن! سائنسی ترقی کی بدَولت حج، عمرہ یا تجارت کی غرض سے اونٹوں، گھوڑوں اور بحری جہاز پر مہینوں سفر کی صُعوبتیں برداشت کرنے والوں کے لیے، ہوائی جہاز جیسی سفری سہولیات میسر آچکی ہیں، انٹرنیٹ (Internet) جیسی اِیجاد کے ذریعے گھر بیٹھے دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ یونیورسٹی میں داخلہ لے کر تعلیم کا حصول ممکن اور انتہائی آسان ہو چکا ہے، مختلف موبائل ایپلی کیشنز (Mobile Applications) کے ذریعے، آپ صرف ایک کال پر، اپنی روز مرہ ضروریات کی ہر چیز گھر بیٹھے منگوا سکتے ہیں، یہ سب سہولیات ٹیکنالوجی (Technology) اور سائنسی ترقی کی مرہونِ منّت ہیں، جس سے بلاشبہ کسی طور پر انکار ممکن نہیں!۔

اسلامی تعلیمات سے اِعراض

عزیزانِ محترم! سائنسی ترقی کا دلدادہ ہوکر اپنی تہذیب و تمدُن اور مذہبی تعلیمات سے منہ موڑنا، کسی طور پر بھی درست نہیں، یاد رکھیے! بحیثیت مسلمان، سائنس کی صرف وہی توجیہات اور تھیوری (Theory) ہمارے لیے قابلِ قبول ہیں، جو اسلامی تعلیمات

کے مطابق و مُوافق ہوں، اور کسی صورت اسلام سے متصادِم نہ ہوں، اگر کوئی سائنسی تھیوری (Theory) یا تحقیق (Research) اسلامی تعلیمات سے مُطابقت نہ رکھتی ہو، تو اُسے کسی صورت قبول نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ اسلام ایک اِلہامی دِین ہے، جس کا دستور قرآنِ مجید کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے، یہ دستور اللہ رب العالمین کی طرف سے ہمیں عطا کیا گیا ہے، لہٰذا اس میں کسی قسم کی غلطی کی گنجائش نہیں، جبکہ سائنسی تھیوری (Theory) انسانی سوچ اور فکر کا نتیجہ ہوتی ہے، اس میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں رُونما ہوتی رہتی ہیں، اور اس میں ہمیشہ غلطی کی گنجائش بدرجۂ اتم موجود رہتی ہے!۔

سائنس سے متعلق طبقاتی تقسیم

حضراتِ گرامی قدر! ہمارا مُعاشرہ سائنس سے متعلق تین ۳ مختلف طرح کے طبقات میں بٹا ہوا ہے: **ایک طبقہ** وہ ہے جو یکسر سائنس کو تسلیم نہیں کرتا، اسلام اور سائنسی نظریات کو باہم متصادِم جانتا ہے، ان کا مَوقف یہ ہے کہ سائنس کی بنیاد عقلِ انسانی پر ہے، اور یہ قوانین تبدیل بھی ہوتے رہتے ہیں، لہٰذا کسی طور پر قرآنِ کریم کا سائنس سے مُطابقت دکھانا درست نہیں۔ **دوسرا طبقہ** وہ ہے جو سائنس کا اس قدر حامی ہے، کہ تمام اسلامی تعلیمات کو کھینچ تان کر، سائنس کے مُطابق بنانے کی کوشش میں لگا ہے، جبکہ **تیسرا طبقہ** وہ ہے جو سائنس کی صرف ان توجیہات کو قبول کرتا ہے، جو قرآن و سُنّت کے مُطابق ہیں، اور جو سائنسی تحقیقات، نظریات و توجیہات اسلامی تعلیمات سے متصادِم ہیں، انہیں یکسر مسترد کر دیتا ہے۔

اوّل الذِکر دونوں طبقات اِفراط وتفریط کا شکار ہیں، جبکہ تیسرا طبقہ انتہائی معتدِل سوچ کا حامل ہے، اور ایک حقیقی مسلمان کی سوچ ایسی ہی ہونی چاہیے!۔

قرآن اور سائنس کا باہمی مُوازَنہ کرنے والوں کو یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے، کہ قرآنِ پاک سائنس (Science) کی کتاب نہیں، بلکہ اللہ کی کتاب ہے، لہذا سائنس کے صرف انہی نظریات کو قبول کیا جائے گا، جو دینِ اسلام کے مُطابق ہوں، بصورتِ دیگر انہیں رَد کردیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ فزکس (Physics) کے مشہور نوبل انعام یافتہ سائنس دان "البرٹ آئن سٹائن" (Albert Einstein) کا یہ مشہور قول کہ "سائنس مذہب کے بغیر لنگڑی ہے، اور مذہب سائنس کے بغیر اندھا ہے"[1]، کُلّی طور پر ایک مسلمان کے لیے ہرگز قابلِ قبول نہیں؛ کیونکہ سائنس کی حُدود وقُیود متعیّن کرنے کے لیے مذہب کی ضرورت تو بہر صورت ہے، لیکن مذہب کو اپنی حقّانیت ثابت کرنے کے لیے سائنس کی ضرورت ہرگز نہیں۔

امامِ اہلِ سُنّت امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالی سائنس سے متعلق مسلمانوں کو اِفراط وتفریط کا شکار ہونے سے بچنے، اور اسے قابو کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونُصوص میں تاویلاتِ دُور اَز کار کرکے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو (معاذاللہ) اسلام نے سائنس قبول کی، نہ کہ سائنس نے اسلام! وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے، سب میں مسئلۂ اسلامی کو روشن کیا جائے، دلائلِ سائنس کو مردود وپامال کردیا جائے، جابجا سائنس ہی کے اَقوال سے اسلامی مسئلہ کا اِثبات ہو، سائنس کا اِبطال واِسکات ہو، (سائنس) یوں قابو میں آئے گی!"[2]۔

---

(۱) دیکھیے: "قرآن اور جدید سائنس" آزاد دائرۃ المعارف وکیپیڈیا۔

(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الردوالمُناظرہ، رسالہ "نُزولِ آیاتِ فُرقان بسکونِ حرکتِ زمین وآسمان" ۲۲/۲۴۵۔

اسلام میں سائنس کا تصوُّر

عزیزانِ محترم! جہاں تک قرآن مجید میں چُھپے سائنسی عُلوم وحقائق ومُعارِف کی بات ہے، تو اس سے ہر گز انکار نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ اللہ ربّ العالمین کے فرمانِ مبارک: ﴿تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَيۡءٍ﴾[۱] "(اس قرآن میں) ہر چیز کا روشن بیان ہے" کا یہ بھی ایک مفہوم ہے۔

حضرت ابوبکر بن مُجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک روز فرمایا، کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں، جو کتابُ اللہ میں مذکور نہ ہو، اس پر کسی نے اُن سے کہا کہ مسافر خانوں (Passenger Compartment) کا کہاں ذکر ہے؟ تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آیتِ مبارکہ میں: ﴿لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتًا غَيۡرَ مَسۡكُوۡنَةٍ فِيۡهَا مَتَاعٌ لَّكُمۡ﴾[۲] "اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ، جو خاص کسی کی سکونت کے لیے نہیں، اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے!"[۳]۔

گردشِ شمس سے متعلق بدلتی سائنسی تحقیقات اور اسلامی نظریہ

حضراتِ گرامی قدر! سورج ساکن ہے یا متحرک؟ اس بارے میں سائنسدانوں نے ہزاروں سال تک مختلف نظریات اپنائے، تقریبًا پانچ سو ۵۰۰ سال قبلِ مسیح میں، مشہور ہیئت داں (Astronomer) اور فلاسفر، فیثاغورث (Pythagoras) کی تحقیق یہ تھی کہ سورج ساکن ہے، اور زمین سمیت دیگر تمام سیّارے اس کے گرد گردش کر رہے ہیں، پھر ۱۴۰ء میں یونان کے فلاسفر بطلیموس نے

---

(۱) پ ١٤، النحل: ٨٩.
(۲) پ ١٨، النور: ٢٩.
(۳) "الإتقان" النوع ٦٥ في العلوم المستنبطة من القرآن، ٢/ ٢٤٥.

اس نظریہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ زمین ساکن ہے، اور سورج اس کے گرد حرکت کررہا ہے، یہ وہ نظریہ تھا جو اِس سے قبل کسی دَور میں اَرسطو بھی پیش کرچکا تھا، اَرسطو اور بطلیموس کا یہ نظریہ اٹھارہ سو سال تک دنیا میں مشہور و مقبول رہا۔ بعد اَزاں یورپ کے ایک سائنسدان کوپرنیکس (Copernicus) نے یہ نظریہ اپنایا کہ "سورج متحرک نہیں بلکہ ساکن ہے، اور ہماری زمین اپنے محوَر کے گرد بھی گھومتی ہے، اور سورج کے گرد بھی سال بھر میں ایک چکر لگاتی ہے"، اٹلی کے ہیئت داں (Astronomer) گلیلیو (Galileo) اور نیوٹن (Newton) وغیرہ بھی اسی نظریے کے حامی تھے۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! ۱۹۱۵ء میں قدم بقدم ٹھوکریں کھاتی سائنس کا نظریہ ایک بار پھر تبدیل ہوا، اور مشہور سائنسدان اَلبرٹ آئن سٹائن (Albert Einstein) نے نظریۂ اِضافیت (Theory of Relativity) پیش کیا۔ اس تھیوری (Theory) کی رُو سے تمام اَجرامِ فلکی (Celestial Bodies) چاہے ستارے ہوں یا سیّارے، وہ گردش میں ہیں، اور آج جدید سائنس کا نظریہ یہی ہے کہ سورج متحرک ہے، اور آٹھ ۸ سیّارے اس کے گرد محوِ گردش ہیں، نیز سورج اپنے پورے خاندان (یعنی نظامِ شمسی) سمیت ملکی وے کہکشاں (Milky Way Galaxy) کے مرکز کے گرد گھوم رہا ہے[1]۔

میرے محترم بھائیو! گردشِ شمس سے متعلق جو نظریہ جدید سائنس نے آج اپنایا ہے، مذہبِ اسلام نے اُسے چودہ سو سال قبل بیان فرمایا، اور آج تک اسی نظریے پر قائم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ

(۱) دیکھیے: "سورج ساکن نہیں ہے" اردو محفل ای پیپر، ۲۱ ستمبر ۲۰۱۲ء۔

﴿وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾(۱) "وہی ہے جس نے رات دن بنائے، اور سورج اور چاند، ہر ایک، ایک گھیرے (مدار) میں پیر (تیر) رہا ہے!"۔

درد محسوس کرنے والے خلیے اور قرآنِ پاک

عزیزانِ مَن! پہلے پہل یہ خیال کیا جاتا تھا، کہ درد کا احساس صرف دماغ پر ہوتا ہے، لیکن جدید سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ جِلد (Skin) میں درد محسوس کرنے والے خلیے ہوتے ہیں، جنہیں درد کے آخذے (Receptors) کہا جاتا ہے، یہ آخذے (خلیے) اگر زندہ ہوں تو زخم لگنے پر انسان کو درد محسوس ہوتا ہے، اور اگر یہ مر جائیں تو انسان کو کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص آگ میں جل کر زخمی ہو جائے، تو ڈاکٹر صاحبان معائنہ کرتے وقت اس کے زخموں میں سُوئی چبھو کر چیک کرتے ہیں، کہ اسے درد محسوس ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر مریض درد محسوس کرے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے درد کے آخذے زندہ ہیں، اور زخم زیادہ گہرے نہیں ہیں۔ اور اگر مریض کو درد محسوس نہ ہو تو اس کا مطلب ہے کہ زخم زیادہ گہرے ہیں، جن کے باعث درد کے آخذے (Receptors) یا خلیے مر چکے ہیں۔

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! درد کے آخذوں کے بارے میں قرآنِ پاک میں اشارۃً یوں فرمایا گیا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾(۲) "جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا، عنقریب ہم انہیں آگ میں داخل

---

(۱) پ ۱۷، الأنبياء: ۳۳.

(۲) پ ۵، النساء: ۵٦.

کریں گے، جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی، ہم ان کے سِوا اَور کھالیں انہیں بدل دیں گے؛ تاکہ عذاب کا مزا چکھ لیں، یقیناً اللہ غالب حکمت والا ہے!"۔

یعنی جہنم کی آگ میں جل جانے کے باعث جب ان کی جلد خراب ہو جائے گی، اور درد کے آخذے (Receptors) مر جانے کے باعث انہیں درد محسوس نہیں ہوگا، تب انہیں دوسری کھال دی جائے گی؛ تاکہ انہیں درد محسوس ہو، اور وہ عذابِ الٰہی کا مزا اچھی طرح چکھ سکیں!۔

عزیزانِ محترم! درد کے آخذوں سے متعلق تحقیق کا سہرا تھائی لینڈ میں واقع چیانگ مائی یونیورسٹی (Chiang Mai University) کے ڈیپارٹمنٹ آف اناٹومی (Department Of Anatomy) کے سربراہ، پروفیسر ٹیگاتت تیجاسن (Tagatat Tejasen) کے سر ہے، انہوں نے درد کے آخذوں (Receptors) پر تحقیق کرنے میں کافی وقت صرف کیا، جب انہیں بتایا گیا کہ قرآنِ مجید میں اس چیز کا ذکر چودہ سو سال سے موجود ہے، تو پہلے انہیں اس بات پر یقین ہی نہیں آیا، لیکن جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے مذکورہ بالا آیتِ مُبارکہ کو مُلاحظہ کیا، تو وہ دینِ اسلام کی حقّانیت سے بے حد متاثر ہوئے، اور بعد اَزاں جب وہ آٹھویں "طبّی کانفرنس" (Medical Conference) میں شرکت کے لیے حجازِ مقدّس حاضر ہوئے، تو وہاں انہوں نے سب کے سامنے بلند آواز سے کلمہ طیّبہ پڑھا، اس کانفرنس کا موضوع "قرآنِ پاک اور سنّت میں سائنسی نشانیاں" تھا[1]۔

---

(۱) دیکھیے: "قرآن اور جدید سائنس" آزاد دائرۃ المعارف وکیپیڈیا۔

اسلامی دنیا کی چند سائنسی خدمات

عزیزانِ مَن! سائنس سے متعلق قرآن مجید میں اتنی واضح آیات ہونے کے باوُجود، ہم لوگ اس مُعاملے میں احساسِ کمتری کا شکار کیوں ہیں؟! ہمارے مسلم نوجوان یہ سمجھتے ہیں، کہ دنیا بھر میں ہونے والی تمام اِیجادات اور سائنسی ترقی کا سہرا صرف غیر مسلموں کے سر ہے! مذہبِ اسلام اس مُعاملے میں بالکل خاموش اور مسلمان سب سے پیچھے ہیں! لیکن در حقیقت ایسا نہیں، ہماری یہ سوچ اور احساسِ کمتری صرف اس لیے ہے، کہ آج ہم قرآنِ پاک سے دُور ہو چکے ہیں، اس کی تلاوت کرنے اور اس میں غور وفکر کرنے کی ہمیں عادت نہیں، ہمیں اس بات سے بھی آگاہی نہیں کہ ہمارے آباء واَجداد نے قرآن وسنّت کی بنیاد پر کیسے کیسے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں! اور کیسی کیسی سائنسی اِیجادات کے ذریعے انسانیت کی خدمت انجام دی ہے، لہذا اگر ہم بھی قرآن وسنّت سے رہنمائی حاصل کرتے تو یقین جانیے! کہ پھر ہماری سوچ کے زاویے کچھ اَور ہی ہوتے!!۔

رَصد گاہوں کا قیام

برادرانِ ملّت اسلامیہ! آپ اَحباب کو یہ بات خوب معلوم ہونی چاہیے، کہ جس وقت پورا یورپ جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا، اور حصولِ علم کے لیے وہاں ایک بھی یونیورسٹی (University) موجود نہیں تھی، اس وقت اسلامی دنیا زیورِ علم سے آراستہ تھی، لاکھوں لاکھ کتب پر مشتمل ہزاروں لائبریریاں قائم کی جارہی تھیں، اور مسلم سائنسدان کائنات کے پوشیدہ رازوں سے پردہ اٹھانے، اور مختلف نَوعیت کی اِیجادات وتحقیقات کے لیے لیبارٹریوں (Laboratories)

اور رَصد گاہوں (Observatories) میں مصروفِ عمل تھے۔

تاریخ گواہ ہے کہ یورپ کی سب سے پہلی رَصد گاہ بھی اشبیلیہ (اسپین) میں مسلمانوں نے ہی بنائی، یہ رَصد گاہ اسپین کی جامع مسجد کے تین سو ۳۰۰ فٹ بلند مینارہ، گیرالڈا ٹاور (Geralda Tower) میں قائم کی گئی[1]۔

آکسیڈیشن، بخارات، کرسٹلائزیشن اور عملِ کشید سے متعلق تحقیق

میرے محترم بھائیو! جابر بن حیّان کے نام سے کون واقف نہیں! وہ ایک عظیم سائنسدان تھے، انہیں بابائے کیمسٹری (Father Of Chemistry) بھی کہا جاتا ہے، مشرق سے مغرب تک ہر مسلم و غیر مسلم سائنسدان آپ کی خدمات کا اعتراف کرتا ہے، آپ نے آکسیڈیشن (Oxidation)، بُخارات (Evaporation)، کرسٹلائزیشن (Crystallization)، عملِ کشید (یعنی مائع کو بُخارات میں تبدیل کرنے، اور بُخارات کو مائع میں تبدیل کرنے) جیسے کیمیا (Alchemy) کے بنیادی عوامل سے متعلق تحقیق، اور گندھک کے تیزاب (Sulfuric Acid) جیسی اہم اِیجادات کیں[2]۔

دو سو سے زائد سرجری آلات کی اِیجاد

حضراتِ ذی وقار! ابو القاسم زَہراوی اَندلُس (اسپین) سے تعلق رکھنے والے ایک مشہور مسلم سائنسدان گزرے ہیں، انہوں نے دو سو ۲۰۰ سے زائد سرجری

(۱) "مسلمان سائنسدانوں کی چند اہم دریافتیں اور ایجادات، ایک جائزہ" ۱۲ اپریل ۲۰۱۹ء۔

(۲) دیکھیے: "مسلمان سائنسدانوں کی اِیجادات" دنیا نیوز ڈیجیٹل ایڈیشن ۸ ستمبر ۲۰۱۸ء۔
و "مسلمان سائنسدانوں کی چند اہم دریافتیں اور ایجادات، ایک جائزہ" ۱۲ اپریل ۲۰۱۹ء۔

کے آلات اِیجاد کیے، یورپ سمیت دنیا بھر میں سرجری کے لیے جو آلات استعمال کیے جاتے ہیں، وہ کم وبیش آج بھی وہی ہیں، جو ابو القاسم زَہراوی نے ایجاد کیے[۱]۔

آنکھ کی فزیالوجی اور اناٹومی سے متعلق تحقیق

اسی طرح ابنِ سینا (Ibn-e-Sina) فزکس (Physics) کا ماہر، وہ پہلا شخص تھا جس نے یہ کہا کہ روشنی کی رفتار لامحدود نہیں، بلکہ اس کی ایک معیّن رفتار ہے، اس نے زہرہ سیّارے (Venus Planets) کو بغیر کسی آلہ کے اپنی آنکھ سے دیکھا، اس نے سب سے پہلے آنکھ کی فزیالوجی (Physiology) اور اناٹومی (Anatomy) بیان کی، اس نے آنکھ کے اندر موجود تمام رگوں اور پٹھوں کو تفصیل سے بیان کیا، نیز یہ بھی بتایا کہ سمندر میں پتھر کیسے بنتے ہیں، اور سمندر کے مردہ جانوروں کی ہڈیاں پتھروں کی شکل کیسے اختیار کرلیتی ہیں؟[۲]۔

ایتھانول اور الکوحل کی اِیجاد

عزیزانِ محترم! اپنے وقت کے عظیم طبیب (Doctor) اور سائنسدان ابوبکر محمد بن زکریا رازی نے، جراثیم (Germs) اور انفیکشن (Infection) کے مابین تعلق معلوم کیا، جو میڈیکل ہسٹری (Medical History) میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے علاوہ ایتھانول (Ethanol) اور الکوحل (Alcohol) جیسی اہم اِیجادات بھی انہی کی مرہونِ منّت ہیں[۳]۔

---

(۱) دیکھیے: "مسلمان سائنسدانوں کی ایجادات" دنیانیوز ڈیجیٹل ایڈیشن ۸ ستمبر ۲۰۱۸ء۔

(۲) ایضًا۔

(۳) دیکھیے: "مسلمان سائنسدانوں کی ایجادات" دنیانیوز ڈیجیٹل ایڈیشن ۸ ستمبر ۲۰۱۸ء۔ و "مسلمان سائنسدانوں کی چند اہم دریافتیں اور ایجادات" ۱۲ اپریل ۲۰۱۹ء۔

آتشی شیشے، کُرَوی عدسے اور دنیا کے سب سے پہلے کیمرے کی ایجاد

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! علمِ بصریات (Optics) میں دنیا کی سب سے اہم اور جامع تصنیف "کتاب المَناظر" مسلم سائنسدان ابن الہیثم (Ibn al-Haytham) نے تحریر کی، انہوں نے آتشی شیشے (Burning Glass) اور کُرَوی عدسے (Spherical Lens) بنائے، لینز (لینس) یا عدسوں (Lens) کو بڑا کرنے کی صلاحیت کی تشریح کی، عدسوں سے متعلق آپ کی تحقیق کی بنیاد پر یورپ میں مائیکروسکوپ (Micro Scope) اور ٹیلی سکوپ (Tele Scope) کی اِیجاد ممکن ہوئی[۱]۔

دنیا کا سب سے پہلا پِن ہول کیمرہ (Pin Hole Camera) بھی انہی کی ایجاد ہے، اس سلسلے میں انہوں نے اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے کہا، کہ روشنی جس سوراخ سے تاریک کمرے کے اندر داخل ہوتی ہے، وہ سوراخ جتنا چھوٹا ہو گا، تصویر (Picture) بھی اتنی ہی عمدہ بنے گی۔ اسی طرح دنیا کا سب سے پہلا کیمرہ آبسکیورہ (Camera Obscura) بھی مسلم سائنسدان ابن الہیثم ہی کی ایجاد ہے[۲]۔

دنیا کے سب سے پہلے پلینی ٹیریم کی ایجاد

حضراتِ گرامی قدر! دنیا کا سب سے پہلا پلینی ٹیریم (Planetarium) اسپین کے مسلم سائنسداں عبّاس ابنِ فرناس نے قُرطبہ میں نویں صدی عیسوی میں بنایا، یہ شیشے کا تھا، انہوں نے اس میں آسمان کی پروجیکشن (Projection) اس طور سے کی کہ ستاروں، سیّاروں، کہکشاؤں کے علاوہ بجلی اور بادلوں کی کڑک بھی سنائی دیتی تھی[۳]۔

---

(۱) دیکھیے: "مسلمان سائنسدانوں کی ایجادات" دنیانیوز ڈیجیٹل ایڈیشن ۸ ستمبر ۲۰۱۸ء، ملتقطاً۔
(۲) "مسلمان سائنسدانوں کی چند اہم دریافتیں اور ایجادات، ایک جائزہ" ۱۲ اپریل ۲۰۱۹ء۔
(۳) ایضًا۔

یورپ سے سات سو سال قبل گھڑیوں کی ایجاد

میرے محترم بھائیو! جرمنی میں گھڑیاں ۱۵۲۵ء، اور برطانیہ میں ۱۵۸۰ء میں بننا شروع ہوئیں، جبکہ اسلامی دنیا میں یورپ سے سات سو ۷۰۰ سال قبل گھڑیوں کا استعمال عام ہو چکا تھا، خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال تقریبًا ۸۰۹ عیسوی میں ہوا، انہوں نے اپنے دَور میں اس وقت فرانس کے شہنشاہ شارلیمان کو ایک واٹر کلاک (Water Clock) تحفے میں دیا تھا(۱)۔

الجبرا اور ہندسوں کا استعمال

میرے عزیز دوستو! الجبرا ریاضی سے متعلق ایک ایسا علم ہے، جو آج بھی شاملِ نصاب ہے، الجبرا (Algebra) پر دنیا کی پہلی کتاب "الکتاب المختصر فی حساب الجبر والمقابلۃ" مشہور عراقی سائنس داں محمد بن موسیٰ خوارزمی نے لکھی، انہوں نے اس کتاب میں ا سے ۹ اور صِفر کے اَعداد بھی پیش کیے، اس سے پہلے لوگ ہندسوں کے بجائے حروف کا استعمال کرتے تھے(۲)۔ مذکورہ بالا کتاب انگریزی میں "The Compendious Book on Calculation by Completion and Balancing" کے نام سے معروف ہے!۔

اصطرلاب کی اِیجاد

برادرانِ اسلام! ابو اِسحاق زرقلی اَندلُس کے مانے ہوئے اسٹرونامیکل آبزرور (Astronomical Observer) تھے، انہوں نے ایک خاص

(۱) ایضًا۔
(۲) ایضًا۔

اصطرلاب (Astrolabe) "الصفیحہ" کے نام سے بنایا، جس سے سورج کی حرکت کا مشاہدہ کیا جاسکتا تھا، انہوں نے اس اصطرلاب (Astrolabe) پر ایک آپریٹنگ مینوئیل (Operating Manual) بھی تحریر کیا، جس میں اس سائنسی حقیقت کا انکشاف کیا، کہ آسمانی کُرے بَیضوی مدار (Elliptical Orbit) میں گردش کرتے ہیں، یہی انکشاف صدیوں بعد غیر مسلم سائنسدان کیپلر (Kepler) نے کیا[۱]۔

تارپیڈو (Torpedo) کی اِیجاد اور راکٹ کا ڈایاگرام

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! بحری جہازوں پر حملے کے لیے استعمال ہونے والا تارپیڈو (Torpedo) بھی، پندرہویں صدی عیسوی کے مسلمانوں کی ہی ایجاد ہے۔ اس کے علاوہ محققِ شام حسن الرماہ نے ملٹری ٹیکنالوجی (Military Technology) پر ۱۲۸۰ء میں ایک شاندار کتاب لکھی، اس کتاب میں انہوں نے راکٹ (Rocket) کا ڈایاگرام (Diagram) بھی پیش کیا، اس راکٹ کا ماڈل امریکہ کے نیشنل ایئر اینڈ سپیس میوزیم (National Air and Space Museum) واشنگٹن (Washington) میں رکھا ہے، مزید یہ کہ اس کتاب میں گن پاؤڈر (Gun Powder) بنانے کے اَجزائے ترکیبی بھی دیے گئے ہیں[۲]۔

المختصر یہ کہ مسلم سائنسدانوں کی سائنسی خدمات کی فہرست اس قدر طویل ہے، کہ اُن سب کا اِحاطہ اس مختصر سی تحریر میں ممکن نہیں، چند اِیجادات بھی صرف اس نقطۂ نظر سے ذکر کی گئیں، کہ ہم احساسِ کمتری کے خول سے باہر نکلیں، اور اپنے

(۱) ایضاً، ملخّصاً۔
(۲) ایضاً۔

اَسلاف کے شاندار ماضی سے آگاہ ہو کر اُن کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہوئے، اَغیار کی محتاجی سے بچ کر، خود نئی دریافتوں اور اِیجادات کی جستجو میں، دیگر اقوام سے آگے بڑھ کر، ملک وملت اور اَقوام عالم کی بھرپور خدمت سرانجام دیں!!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں حصولِ علم کا جذبہ عطا فرما، پڑھ لکھ کر دینِ اسلام کی خدمت کی توفیق مرحمت فرما، سائنسی علوم سیکھ کر انسانیت کے لیے کچھ اچھا کرنے کی سوچ عطا فرما، قومِ مسلم کا سر فخر سے بلند کرنے والی لگن عطا فرما، اور سائنسی اِیجادات کے مُعاملے میں اَغیار کی محتاجی سے بچا، آمین یارب العالمین!۔

جبری تبدیلیٔ مذہب کا مجوّزہ بل اور اسلامی تعلیمات

(جمعۃ المبارک ۰۹ صفر المظفر ۱۴۴۳ھ - ۱۷/۰۹/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

دینِ اسلام قبول کرنے میں کوئی جبر نہیں

حضراتِ گرامی قدر! اسلام امن وآشتی کا مذہب ہے، اس کی تعلیمات حُسنِ اَخلاق، عدل ومُساوات، پیار محبت اور باہمی رَواداری پر مبنی ہیں، اس میں ظلم وزیادتی، جبر واِکراہ، اور تنگی وسختی کا کوئی تصوُر نہیں، حق کو باطل سے ممتاز کر دیا گیا ہے، (ہاں البتہ فتنہ وفساد اور ظلم وزیادتی کو ختم کرنے کے لیے، اسلام میں جہاد کے اَحکام بھی موجود ہیں)، لہٰذا جو چاہے دینِ حق کو قبول کرے، اور جو نہ چاہے نہ کرے، سچا دین بہرحال اسلام ہی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾[1] "کچھ زبردستی نہیں دین میں، بے شک خوب

---

(۱) پ۳، البقرة: ۲۵٦.

جُدا ہو گئی ہے نیک راہ گمراہی سے، تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے، اس نے بڑی محکم گرہ تھامی، جسے کبھی کھلنا نہیں، اور اللہ سنتا جانتا ہے!"۔

اس آیتِ مبارکہ کے شانِ نُزول میں جُمہور مفسّرین کرام نے متعدّد اقوال بیان فرمائے ہیں، ان میں سے ایک مستند قول یہ ہے، کہ جس وقت مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے یہود کو مدینہ طیّبہ سے نکالا، اس وقت ایک انصاری صحابی حضرت سیّدنا ابو حُصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو ۲ بیٹے یہود کی تحویل میں تھے، اور انہوں نے یہودی مذہب اختیار کر لیا تھا، جب وہ جانے لگے تو حضرت سیّدنا ابو حُصَین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں زبردستی روک کر اسلام میں داخل کرنا چاہا، اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی، کہ اسلام میں کوئی جبر نہیں[1]۔

چونکہ اللہ رب العالمین نے انسان کو عقل وشُعور سے نوازا ہے، اور صراطِ مستقیم کی طرف واضح رَہنمائی بھی فرمادی ہے، لہذا اب کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مذہب کے مُعاملے میں اپنے خیالات کسی پر ٹھونسے، کسی کے ساتھ زور زبردستی کرے، یا جبر وزیادتی سے کام لے کر اس کا مذہب تبدیل کروائے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا، ایسا کرنا انتہائی مذموم اَمر ہے، اور جو لوگ اس قبیح فعل میں مبتلا ہیں، اسلام ان سے براءَت کا اظہار کرتا ہے!۔

ایمان لانا سعادتِ اَزَلی پر موقوف ہے

برادرانِ اسلام! اللہ رب العالمین کی منشا ومشیت یہ نہیں، کہ لوگوں کو جبراً مسلمان کیا جائے، ایمان تو تصدیقِ قلبی اور سعادتِ اَزَلی کا نام ہے، جس کے مقدّر میں ہو گا وہی دائرۂ اسلام میں داخل ہو گا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ

---

(١) انظر: "تفسير الطبَري" پ٣، البقرة، تحت الآية: ٢٥٦، ٥/ ٤٠٩.

لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾[۱] "اور اگر تمہارا رب چاہتا، زمین میں جتنے (لوگ) ہیں سب کے سب ایمان لے آتے، تو کیا تم لوگوں کو زبردستی کرو گے؟ یہاں تک کہ مسلمان ہو جائیں!" اور ایمان میں زبردستی نہیں ہو سکتی؛ کیونکہ ایمان ہوتا ہے تصدیق واِقرار سے، اور جبر واِکراہ (زبردستی) سے تصدیقِ قلبی حاصل نہیں ہوتی[۲]۔

حکیم الاُمت مفتی سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمہ اللہ تعالی علیہ مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "ایمان لانا سعادتِ اَزَلی پر مَوقوف ہے، ایمان وہی لائیں گے جن کے لیے توفیقِ الٰہی مُساعِد (مددگار) ہو، اس آیت میں سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لیے تسلّی ہے، کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ سب ایمان لے آئیں، اور راہِ راست اختیار کریں، پھر جو ایمان سے محروم رہ جاتے ہیں ان کا آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو غم ہوتا ہے، اس کا آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو غم نہیں ہونا چاہیے؛ کیونکہ اَزَل سے جو شَقی ہے وہ ایمان نہیں لائے گا!"[۳]۔

ایمان نہ لانے والوں کا اُخروی انجام

عزیزانِ محترم! اُخروی انجام سے آگاہ کرتے ہوئے، اللہ رب العالمین نے ایمان لانے یا نہ لانے کا مُعاملہ، انسان کی اپنی مرضی پر چھوڑ دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي

(۱) پ۱۱، یونس: ۹۹.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۱، یونس، زیرِ آیت: ۹۹، صـ۴۱۳۔

(۳) ایضاً۔

الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾[1] "اور فرمادو کہ حق تو رب تعالی کی طرف سے ہے، تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، (اور اپنے انجام و مآل کے بارے میں سوچ سمجھ لے، کہ) بے شک ہم نے ظالموں کے لیے وہ آگ تیار کر رکھی ہے، جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر پانی کے لیے فریاد کریں، تو اُن کی فریاد رَسی ہوگی اُس پانی سے جو پگھلی ہوئی دھات کی طرح ہے، جو اُن کے منہ جلادے گا!"۔

ہندوستان پر صدیوں حکمرانی کے باوُجود مسلمان اَقلیت میں کیوں؟

عزیزانِ مَن! اسلامی دائرۂ سلطنت میں غیر مسلم رِعایا سے معمولی جزیہ وصول کیا جاتا تھا، یہ ایک خاص قسم کا ٹیکس تھا جس کی ادائیگی صرف کفّار و مشرکین پر لاگو تھی، اور اس کے بدلے میں اسلامی حکومت اُن کے جان ومال کی حفاظت کرتی، اور انہیں مکمل مذہبی آزادی دی جاتی تھی، وہ بلا روک ٹوک بازاروں میں تجارت کرتے، اور اپنی عبادت گاہوں میں آتے جاتے تھے۔ اگر اسلام غیر مسلموں کو تبدیلیٔ مذہب پر مجبور کرتا، تو جزیہ کے اس نظام کا شاید وُجود نہ ہوتا، بلکہ اسلام بزورِ شمشیر اپنے سب غیر مسلم شہریوں کو اسلام لانے پر مجبور کرتا، اور اس کے دائرۂ حکومت میں کوئی غیر مسلم نہ رہتا!۔

اسپین (Spain) اور ہندوستان (India) پر مسلمانوں نے صدیوں حکومت کی، لیکن اس کے باوُجود جب یہاں سے ان کے اِقتدار کا سورج غروب ہوا، تو مسلمان اَقلیت میں تھے، انہوں نے کبھی اپنے وزیروں، مشیروں اور عوام کو زبردستی اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا، اگر انہوں نے جبری تبدیلیٔ مذہب کی پالیسی (Policy) اپنائی ہوتی، تو آج اسپین اور ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہرگز نہ ہوتے!۔

---

(۱) پ۱۵، الکھف: ۲۹.

جبری تبدیلیٔ مذہب میں کفّار ومشرکین کا طرزِ عمل

رفیقانِ ملتِ اسلامیہ! دنیا کی تاریخ گواہ ہے، کہ اللہ ربّ العزّت نے جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام اس دنیا میں مبعوث فرمائے، ان میں سے کسی نے بھی دین کے مُعاملے میں زور زبردستی یا دھونس دھمکی کا مُظاہرہ نہیں فرمایا، بلکہ پیار محبت، حسنِ اَخلاق اور نرمی وشفقت کے ساتھ دین کی تبلیغ فرمائی، اور اپنے پاکیزہ کردار سے لوگوں کو متاثر کرکے دینِ حق قبول کرنے پر آمادہ کیا!۔

البتہ اس کے برعکس کفّار ومشرکین نے اپنے مشرِکانہ دِین پر قائم رکھنے کے لیے، لوگوں پر ہمیشہ جبر واِکراہ کا مُظاہرہ کیا، ان پر ظلم وستم کیا، انہیں جانی ومالی نقصان پہنچایا، انہیں بھڑکتی آگ میں جلایا، ان کے بیوی بچوں کو نقصان پہنچایا، انہیں دہکتے کوئلوں اور تپتی ریت پر لٹایا، انہیں کوڑے مارے اور قید میں رکھا، ان کا مال واَسباب ضبط کیا، ان کا خون بہایا، سوشل بائیکاٹ (Social Boycott) کیا، اور ان کے پیاروں کو شہید کیا۔

کیا یہ سب جبر واِکراہ نہیں؟! کیا کسی کو اس کے سابقہ دِین پر قائم رہنے کے لیے مجبور کرنا جبر نہیں؟! انسانی حقوق کی تنظیمیں (Human Rights Organizations) اس پر بات کیوں نہیں کرتیں؟ جو لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں، کیا ان کے کوئی حقوق نہیں؟! جو لوگ کوئی اَور مذہب چھوڑ کر یہودیت، عیسائیت یا ہندو مذہب اختیار کرتے ہیں، اُن پر جبری تبدیلیٔ مذہب کا اِلزام کیوں عائد نہیں کیا جاتا؟!

تبدیلیٔ مذہب کے بارے میں عالمی اور ملکی قوانین

عزیزانِ محترم! دنیا کے تمام مہذّب جُمہوری ممالک اور اَقوامِ متحدہ کے عالمی منشور برائے انسانی حقوق (Universal Declaration of Human

(Rights) کے آرٹیکل اٹھارہ (Article 18) میں، ہر فرد کے لیے یہ حق اور آزادی تسلیم کی گئی ہے کہ "ہر انسان کو آزادیٔ فکر، آزادیٔ ضمیر، آزادیٔ مذہب کا پورا حق حاصل ہے، اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے، اور پبلک میں یا نجی طور پر، تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل جل کر عقیدے کی تبلیغ، عمل، عبادت اور مذہبی رسمیں ادا کرنے کی آزادی بھی داخل ہے"[۱]۔ مذہبی آزادی سے متعلق ایسی ہی ایک شق "آئینِ پاکستان" کے آرٹیکل بیس (Article 20) میں بھی موجود ہے[۲]۔

پھر آخر کیا وجہ ہے کہ ہماری اسمبلیوں میں اقلیتوں کے نام پر کی جانے والی قانون سازی میں، مسلمانوں کی مذہبی آزادی سَلب کی جا رہی ہے؟ انہیں اپنے مذہب کی تبلیغ واِشاعت سے روکا جارہا ہے! اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کو، جبراً ہندو اور عیسائی بنایا جارہا ہے! انہیں دوبارہ اپنا مشرِکانہ مذہب اپنانے پر مجبور کیا جارہا ہے! اس ملک میں ایسا قانون تو غیر مسلموں اور قادیانیوں کے لیے بننا چاہیے! کہ اگر کوئی شخص اسلام سے مرتَد ہوکر دوسرا مذہب اختیار کرے، تو تین ۳ ماہ تک اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے، اور اُسے دوبارہ دینِ اسلام میں لایا جائے!۔

جبری تبدیلیٔ مذہب کا انوکھا قانون

میرے محترم بھائیو! حیرت کی بات یہ ہے کہ اس نَوعیت کا کوئی قانون اسلام کے خلاف، یورپ سمیت دنیا کے کسی بھی ملک میں موجود نہیں، پھر اسلام کے نام پر

---

(۱) "عالمی منشور برائے انسانی حقوق" آرٹیکل ۱۸، ص۷، ۸۔

(۲) دیکھیے! "آئینِ پاکستان" حصہ دُوم ۲، باب ۱، بنیادی حقوق، مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی، ص۱۲۔

بننے والے ملک پاکستان میں ایسا کیوں؟! اسلام اور مسلمانوں کی پروٹیکشن (Protection) کے لیے ایسا کوئی قانون بنانے کا آج تک آپ کو خیال کیوں نہیں آیا؟ لہذا پاکستانی عوام یہ جاننے کا پورا آئینی حق رکھتے ہیں، کہ آخر یہ سب کچھ کس کے اشارے پر کیا جارہا ہے؟ حکومتِ وقت اور پاکستان کی دیگر سیاسی پارٹیوں کو آخر کیا ٹاسک (Task) دیا گیا ہے؟ اور اس کے پیچھے کونسی قوتیں کارفرما ہیں؟!

قبولِ اسلام پر پابندی... نامنظور!

حضراتِ گرامی قدر! مجوّزہ بل (Bill) میں اقلیتوں کا تحفُّظ کم اور قبولِ اسلام پر پابندی کی شقیں زیادہ ہیں! اگر آسان اور سیدھے سادھے لفظوں میں کہا جائے، تو یہ کہ حکومتِ وقت پاکستان میں اسلام قبول کرنے پر پابندی عائد کررہی ہے! اور ساتھ ہی ساتھ تبلیغِ اسلام کا فریضہ انجام دینے والوں کو سزائیں اور جرمانے عائد کرنے کا بِل منظور کررہی ہے!۔

ہم حکومتِ وقت سمیت تمام یورپی ممالک سے سوال کرتے ہیں، کہ جبری طور پر ہندو اور عیسائیوں کا مذہب تبدیل کروانے کا اِلزام، صرف مسلمانوں پر ہی کیوں؟ کیا ہندوستان میں لوگ کسی اَور مذہب سے ہندو مذہب میں داخل نہیں ہوتے؟! کیا یورپ (Europe) میں لوگ عیسائیت قبول نہیں کرتے؟! کیا اسرائیل (Israel) جاکر لوگ یہودی مذہب نہیں اپناتے؟! جب پوری دنیا میں تبدیلیٔ مذہب کے واقعات رُونما ہوتے رہتے ہیں، تو پھر مُوردِ اِلزام صرف اسلام یا پاکستان ہی کیوں؟!

اگر بالفرض پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ زور زبردستی کرکے، ان کا مذہب تبدیل کروایا جارہا ہے، تو پھر ہندوستان اور یورپی ممالک میں لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے پر کون مجبور کررہا ہے؟ وہاں تو مسلمان اکثریت میں نہیں، پھر وہاں یہ اِلزام کس

کے سر تھوپا جائے گا؟! اور اگر آپ یہ کہیں کہ وہاں مسلم مبلغین کی تبلیغ کے نتیجے میں لوگ اسلام سے متاثر ہو کر اسے قبول کر رہے ہیں، تو ہم پوچھتے ہیں کہ پھر ایسا پاکستان میں کیوں نہیں ہو سکتا؟ جہاں تقریبًا ملک کی ستانوے ۹۷ فیصد آبادی مسلم ہے! لہٰذا دنیا کو یہ حقیقت تسلیم کرنی ہوگی کہ اسلام ہی سچا دین ہے! یہی ہماری دنیوی واُخروی فلاح کا ضامِن ہے! اور اسی کے دامنِ رحمت میں پناہ لینے ہی میں عافیت عافیت عافیت ہے!!۔

حکومتِ وقت کی اقلیت نوازی اور مسلمانوں سے چشم پوشی

حضراتِ گرامی قدر! موجودہ حکومت نے الیکشن (Election) سے قبل نعرہ بلند کیا تھا، کہ ہم پاکستان کو "ریاستِ مدینہ "طرز پر چلائیں گے، اور اس میں اسلامی نظام نافذ کریں گے، لیکن عملی طور پر دیکھا جائے تو حکومت کا ہر دوسرا کام ان کے اپنے ہی دعووں کی نفی کرتا ہے! اس حکومت نے کبھی قادیانی مشیر تعینات کیے، تو کبھی گستاخانِ رسول کو فرار کروا کے، اپنے یورپی آقاؤں کو خوش کیا! کبھی کرتار پور بارڈر (Kartarpur Border) کھول کر سکھوں کو نوازا، تو کبھی اسلام آباد میں مندروں کی تعمیر اور تزئین وآرائش کے ذریعے ہندوؤں کو خوش کیا! البتہ صرف پاکستانی مسلمان ہی وہ بدنصیب ٹھہرے جو اِن کی نظرِ اِلتفات سے اب تک محروم رہے! موجودہ حکومت نے باعتبار مذہب مسلمانوں کے لیے، نہ کوئی عالی شان مسجد بنائی نہ مدرسہ، نہ کوئی لائبریری قائم کی، نہ ہی دینی طلباء کے اچھے اور روشن مستقبل کے لیے کچھ اِقدامات کیے!۔

ریاستِ مدینہ کی دعویدار حکومت سے پاکستانی مسلمانوں کے لیے تو اب تک کچھ نہ ہو سکا، البتہ ہندوؤں کو ایک بار پھر خوش کرنے کے لیے انہوں نے ایک بل ضرور تیار کروایا ہے، جس میں اقلیتوں کے تحفُّظ کے نام پر، دینِ اسلام پر کاری ضرب لگانے

کی تیاری اپنے آخری مراحل میں ہے، یہ بل آج سے تقریبًا پانچ سال قبل سندھ اسمبلی (Sindh Assembly) میں بھی پیش کیا جا چکا ہے، اور اب اسے قومی اسمبلی (National Assembly) اور سینٹ (Senate) سے منظور کرواکے، باقاعدہ قانون سازی کی تیاریاں جاری ہیں؛ تاکہ غیر مسلم اقلیتوں کا دل خوش کرکے اپنا ووٹ بنک (Vote Bank) بڑھایا جاسکے، نیز یورپ سے بھی داد وتحسین حاصل کی جاسکے!۔

اقلیتوں کے حقوق

میرے محترم بھائیو! اقلیتوں کے حقوق کا تحفُّظ کوئی بُری بات نہیں، اسلام اپنے غیر مسلم شہریوں کے جان ومال اور عزّت وآبرُو کے تحفُّظ کی ضمانت دیتا ہے، شریعت اور آئینِ پاکستان کے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے، جتنے زیادہ حقوق دیے جاسکتے ہوں دینا چاہیے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے، کہ اس بارے میں شرعی تقاضوں کو بالکل پسِ پشت ڈال دیا جائے، یا نظر انداز کر دیا جائے!۔

جبری مذہبی تبدیلی کا مجوّزہ بِل

رفیقانِ ملتِ اسلامیہ! حالیہ مجوّزہ بِل اقلیتوں کی جبری تبدیلیٔ مذہب کے بارے میں ہے، اس بِل کے بارے میں سینٹ کی پارلیمنٹری کمیٹی (Parliamentary Committee)، سینیٹر انوار الحق کاکڑ کی نگرانی میں ایک رپورٹ بناکر، گذشتہ سال بھی پیش کر چکی ہے، اس وقت یہ بِل وزارتِ مذہبی اُمور (Ministry of Religious Affairs) اور اسلامی نظریاتی کونسل (Islamic ideological Counsil) کے زیرِ غور ہے، جہاں سے کسی نتیجہ پر پہنچنے کے بعد اسے قومی اسمبلی میں منظوری کے لیے پیش کیا جائے گا، اس بِل کے چیدہ چیدہ نِکات حسبِ ذیل ہیں:

(ا) مجوّزہ بِل کے مطابق کوئی بھی غیر مسلم جو بچہ نہیں (یعنی جس کی عمر ۱۸ سال سے زیادہ ہے)، اور وہ مذہب تبدیل کرنے کے قابل اور اس پر آمادہ ہے، اپنے قریبی ایڈیشنل سیشن جج (Additional Sessions Judge) کو تبدیلیٔ مذہب کے سرٹیفکیٹ کے لیے درخواست دے گا، ایڈیشنل سیشن جج مذہب کی تبدیلی کے لیے درخواست موصول ہونے کے سات ۷ دن کے اندر، اس کے انٹرویو (Interview) کی تاریخ مقرر کرے گا، مقرّر تاریخ پر متعلق شخص ایڈیشنل سیشن جج (Additional Sessions Judge) کے سامنے پیش ہو گا، جو اس بات کو یقینی بنائے گا کہ مذہب کی تبدیلی کسی دباؤ کے تحت نہیں، اور نہ ہی کسی دھوکہ دہی یا غلط بیانی کی وجہ سے ہے۔ غیر مسلم شخص جس مذہب کو اپنانا چاہتا ہے، ایڈیشنل سیشن جج اُس کے مذہبی اَسکالرز سے اُس غیر مسلم کی ملاقات کا انتظام کرے گا۔ ایڈیشنل سیشن جج مذاہب کا تقابُلی مطالعہ (Comparative Study of Religions) کرنے اور دوبارہ دفتر واپس آنے کے لیے، غیر مسلم شخص کو نوے ۹۰ دن کا وقت دے گا، اگر وہ نوے ۹۰ روز کے بعد بھی اپنا مذہب تبدیل کرنے کے فیصلے پر قائم رہتا ہے، تب اسے مذہب کی تبدیلی کا سرٹیفکیٹ جاری کیا جائے گا[1]۔

میرے محترم بھائیو! اپنے فیصلے پر غور وفکر کے لیے، نوے ۹۰ دن کی طویل مدّت مقرّر کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ اس دَوران اس غیر مسلم شخص کو لالچ دے کر، یا خاندانی دباؤ کے تحت اپنا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور کیا جا سکے، اور اسے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے سے روکا جا سکے!!۔

---

(۱) "اسلام قبول کرنے کو جُرم بنانے کا بِل" روزنامہ جنگ، ۱۳ستمبر ۲۰۲۱ء، ملتقطاً۔

(۲) مذہب کی جبری تبدیلی میں ملوّث فرد کو کم از کم پانچ ۵ سال، اور زیادہ سے زیادہ دس ۱۰ سال تک قید کی سزا اور جرمانہ ہوگا[۱]۔ یعنی اگر کوئی مبلغِ اسلام اٹھارہ ۱۸ سال سے کم عمر والے غیر مسلم کو، قبولِ اسلام کی دعوت دے، اور وہ اس پر آمادہ ہوجائے، تو اسے بھی جبری تبدیلیٔ مذہب میں شمار کیا جائے گا، اور اس مبلغِ اسلام کو پانچ ۵ سے دس ۱۰ سال تک قید، اور جرمانے کی سزا کا سامنا کرنا ہوگا!۔

(۳) اس بِل میں ایسے شخص کے لیے بھی کم از کم تین ۳ سال قید کی سزا تجویز کی گئی ہے، جو ایسے شخص کا نکاح پڑھائے، جس کا جبراً مذہب تبدیل کرایا گیا ہو[۲]۔

بِل کی اس شق کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوسکتا ہے، کہ اگر کوئی ہندو یا عیسائی عورت اسلام قبول کرلے، تو اس کی عزّت وآبرُو کی حفاظت، اور اسے مُعاشی ومُعاشرتی پریشانیوں سے بچانے کے لیے، کوئی مسلمان خود کو اس سے نکاح کے لیے ہرگز پیش نہ کرے؛ تاکہ وہ عورت کچھ عرصہ دَربدَر ٹھوکریں کھانے کے بعد، دوبارہ ہندو مذہب یا عیسائیت اختیار کرلے!۔

بِل میں اس شق کو داخل کرنے کی ایک اَور وجہ یہ ہے، کہ ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والوں میں سے بعض کا کہنا ہے، کہ مسلمان ہماری لڑکیوں کو وَرغلا کر اور بہلا پھسلا کر شادی کرتے ہیں، ان لڑکیوں کو اسلام سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا، وہ صرف دھوکے اور لالچ کے باعث ایسا کرتی ہیں، لہٰذا ایسی شادی کروانے والے مولوی صاحب کے لیے بھی، تین ۳ سال کی سزا تجویز کی جائے؛ تاکہ ایسے واقعات کی روک تھام کی جاسکے!۔

---

(۱) "جبری مذہبی تبدیلی اور دستورِ پاکستان" مکالمہ ڈیجیٹل ایڈیشن۔
(۲) "اسلام قبول کرنے کو جُرم بنانے کا بِل" روزنامہ جنگ، ۱۳ستمبر ۲۰۲۱ء، ملخصًا۔

میرے عزیز دوستو! اسلام اس طرح کے حیلے بہانوں کو قبول نہیں فرماتا، اور جو شخص اسلام قبول کرتا ہے اس کی نیّت پر شبہ نہیں کرتا، اسے مسلمان جانتا ہے اور اس کی مکمل سرپرستی بھی کرتا ہے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں، کہ حدَیبیہ کے روز صلح سے پہلے، کئی غلام سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف آ نکلے، ان کے مالکوں نے حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہوئے لکھا، کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ کی قسم یہ لوگ آپ کے دین سے رغبت رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نہیں بھاگے! بلکہ یہ غلامی سے بھاگے ہیں! اس پر بعض لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسولَ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! انہوں نے سچ کہا ہے، لہذا انہیں ان کی طرف (واپس) لَوٹا دیجیے! یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا: «مَا أُرَاكُمْ تَنْتَهُونَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! حَتَّى يَبْعَثَ اللهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ رِقَابَكُمْ عَلَى هَذَا!»[1] "اے گروہِ قریش! تم اس وقت تک رُکتے نظر نہیں آتے، جب تک اللہ کی طرف سے تم پر کوئی ایسا شخص مسلَّط نہ کر دیا جائے، جو اِس بات پر تمہاری گردنیں اُڑا دے!"۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان غلاموں کو لَوٹانے سے انکار کر دیا اور فرمایا: «هُمْ عُتَقَاءُ اللهِ جل جلالہ»[2] "یہ اللہ کے آزاد فرمائے ہوئے ہیں"۔ لہذا ہمارے حکمرانوں کو بھی چاہیے کہ جَو لوگ کلمہ پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں، انہیں مسلمان جانیں، ان کی سرپرستی کریں، اور انہیں دوبارہ کفّار و مشرکین کے حوالے ہرگز نہ کریں!۔

(۴) جو بچہ بُلوغت کی عمر (۱۸ سال) کو پہنچنے سے پہلے، اپنا مذہب تبدیل

---

(۱) "سنن أبي داود" كتاب الجهاد، ر: ۲۷۰۰، صـ۳۹۲.

(۲) المرجع نفسه.

کرنے کا دعوی کرے، اس کا مذہب تبدیل نہیں سمجھا جائے گا، نہ ہی اس کے خلاف اس قسم کا دعوی کرنے پر کوئی کاروائی عمل میں لائی جائے گی(۱)۔

شرعی طور پر بِل کی یہ شق بھی درست نہیں؛ کیونکہ دینِ اسلام میں لڑکی کے بالغ ہونے کی عمر کم از کم نو۹ سال، اور زیادہ سے زیادہ پندرہ ۱۵ برس ہے، اور لڑکے کے بالغ ہونے کی کم از کم عمر بارہ ۱۲ سال اور زیادہ سے زیادہ پندرہ ۱۵ سال ہے(۲)، لہذا اگر کوئی لڑکا یا لڑکی پندرہ ۱۵ سال کی عمر میں ہندو مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو جائے، تو اس بِل کی رُو سے، اسے تین ۳ سال تک جبری طور پر ہندو مذہب پر قائم رہنا ہوگا! کیا یہ ایک مسلمان کو جبراً ہندو بنانا نہیں؟!

پاکستانی مسلمانوں کی ذمّہ داری

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! وطنِ عزیز پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے، جو نظریاتی طور پر خالصۃً اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا، ہمارے بزرگوں نے اس وطن کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے اس لیے پیش کیے تھے، کہ یہاں اسلام کی حکمرانی ہو! قرآن وسنّت کے اَحکام نافذ ہوں! عدل ومُساوات کا دَور دَورہ ہو! مسلمانوں کو اپنے مذہبی شعائر اور دین پر عمل میں کوئی پریشانی نہ ہو! حرمتِ رسول کا تحفُّظ کیا جائے! ناموسِ رسالت پر پہرہ دیا جائے! گستاخانِ رسول کو نشانِ عبرت بنایا جائے!۔

لیکن صد افسوس! کہ پچھتر ۷۵ سالوں میں ہمیں جتنے بھی حکمران میسر آئے، ان میں اکثر لبرل وسیکولر (Liberal and Secular) سوچ کے حامی تھے! انہیں مذہب

---

(۱) "اسلام قبول کرنے کو جُرم بنانے کا بِل" روزنامہ جنگ، ۱۳ستمبر ۲۰۲۱ء، ملتقطاً۔

(۲) دیکھیے: "بہارِ شریعت" بلوغ کا بیان، حصّہ پانزدہم ۱۵، ۳/ ۲۰۳۔

سے زیادہ اپنا اقتدار عزیز تھا! یہود و نصاریٰ نے ہمارے حکمرانوں کی انہی کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا، اور ان سے ایسے ایسے غیر شرعی کام کروائے، جن کے بارے میں کوئی غیر تمند مسلم حکمراں تصوُر بھی نہیں کر سکتا! اور یہ سلسلہ آج بھی جُوں کا تُوں جاری وساری ہے!۔

مذہب کی جبری تبدیلی سے متعلق بل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، گذشتہ پانچ ۵ برس سے دھیرے دھیرے اس پر کام جاری تھا، اور اب اس کا حتمی مرحلہ (Final Stage) آن پہنچا ہے، کسی غیر مسلم کے اسلام قبول کرنے کو جس قدر مشکل اور پیچیدہ بنایا جارہا ہے، اس سے واضح ہے کہ بظاہر غیر مسلموں کے خلاف لگائی جانے والی یہ پابندی، در حقیقت اسلام قبول کرنے پر پابندی ہے! ہمیں اس سازش کو سمجھنا ہوگا، اور اس کی فوری روک تھام کے لیے صدائے احتجاج بلند کرنی ہوگی!!۔

کیونکہ پاکستان کے سیاستدانوں اور حکمرانوں سے اب خیر کی امید فضول ہے! یہ لوگ حکمرانی ہم پر اور ہمارے وطن عزیز پر کرتے ہیں، مگر حقیقۃً یہ لوگ خود یہود و نصاریٰ کے غلام اور ایجنٹ (Agent) ہیں، اور اپنے انہی آقاؤں کے اَہداف کی تکمیل کی خاطر، انہی آقاؤں کے حکم اور مدد سے ہم پر براجمان رہتے ہیں!! اس بات کو بھی اب خوب سمجھ لینے کی ضرورت ہے!!۔

دعا

اے اللہ! اسلام کا بول بالا فرما، دشمنانِ اسلام کا منہ کالا فرما، ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل کی توفیق مرحمت فرما، تبلیغ اسلام کا جذبہ پیدا فرما، اسلام کو دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرما، اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے والوں میں اضافہ فرما، ان کی مدد فرما، یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں کی اسلام مخالف سازشوں کو ناکام بنا، انہیں نیست و نابود فرما، آمین یارب العالمین!۔

دل کی بیماریاں

(جمعۃ المبارک ۱۶ صفر المظفّر ۱۴۴۳ھ- ۲۴/۰۹/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

انسانی جسم میں دل کی اہمیت

برادرانِ اسلام! جسمِ انسانی میں دل وہ اوّلین منبع ہے، جہاں سے جذبات وخواہشات، امن وشر، اور نیکی وبدی کی سوچ جنم لیتی ہے، اگر قلبی خیالات واحساسات کا رُخ اچھائی، امن اور نیک اُمور کی طرف ہو جائے، تو انسان متّقی، پرہیزگار اور مُعاشرے کا ایک صالح فرد بن جاتا ہے، اور اگر اس دل میں شر وفساد اور بدی کی سوچ پنپنے لگے، تو یہی انسان ذہنی طور پر بے سکونی وبے چینی کا شکار ہو کر، مُعاشرے کا امن وسکون تہ وبالا کرنے پر تُل جاتا ہے!۔

یقیناً جسمِ انسانی میں قلب (دِل) کی حیثیت عضوِ رئیس کی ہے، تمام اَعضاء اس کے تابع ہیں، اگر یہ درست رہا تو دیگر تمام اَعضاء بھی دُرست رہیں گے، اور اگر اس میں کوئی خرابی پیدا ہوئی، تو انسانی وُجود کا سارا نظام بگڑ جائے گا۔ حضرت سیّدنا

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: «أَلَا وَإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ القَلْبُ»[1] "خبردار! یقیناً بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ایسا ہے، کہ جب وہ سنوَر جائے تو سارا بدن سنوَر جائے، اور جب وہ بگڑ جائے تو سب بدن خراب ہو جائے، آگاہ رہو وہ دل ہے!"۔

دل کی جسمانی بیماریاں

عزیزانِ محترم! قلب (دل) انسانی جسم کا ایک اہم اور کلیدی عضو ہے، اس میں خواہشات کا ایک جہاں آباد ہے، اگر اس کی جسمانی درستی بقائے حیات کی ضامن ہے، تو اس کی رُوحانی درستی پر انسانی عمل کا انحصار ہے، لہٰذا ہمیں جسمانی ورُوحانی دونوں اعتبار سے اس کی درستی کا خاص خیال رکھنا ہے! اس مُعاملے میں اگر ہم نے سستی وغفلت کا مُظاہرہ کیا، تو دل مختلف نَوعیت کی جسمانی ورُوحانی بیماریوں کا شکار ہو سکتا ہے، اگر بیماری کی نَوعیت جسمانی ہوئی تو بلڈ پریشر (Blood Pressure)، ہارٹ اٹیک (Heart Attack)، حرکتِ قلب میں بے قاعدگی (Cardiac Arythmias)، سوزشِ قلب (Infective Carditis)، سُقوطِ دَورانِ خون (Congestive Heart Failure)، غیر یقینی دردِ دل (Unstable Angina)، اور عضلاتِ قلب کی بیماریوں (Heart Musle Diseases) کا سامنا ہو سکتا ہے۔ اور اگر دل کی بیماری کا تعلق رُوحانیت سے ہو، تو پھر تکبّر، حسد، بُغض، عداوَت، رِیاکاری، بخل، خود پسندی، حُبِ دنیا، حُبِ مال اور دل کی سختی جیسی مُہلک اور ایمان سوز بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں!!۔

(۱) "صحيح البخاري" باب فضل من استبرأ لدِينه، ر: ۵۲، صـ۱۲.

دل کی بیماریوں کے اَسباب

حضراتِ گرامی قدر! جسمانی اعتبار سے انسان کو دل کی بیماری اس وقت لاحق ہوتی ہے، جب دل کے عضلات (Muscles) تک خون پہنچانے والی شریانیں، اپنے اندر جمع ہونے والے چکنے مادّوں سے بند ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ یہ مادّہ خون میں شامل کولیسٹرول (Cholesterol) سے بنتا ہے، جسے پلیک (Plaque) کہتے ہیں، یہ پلیک (Plaque) شریانوں (Arteries) کو تنگ کردیتا ہے، جس کے سبب خون گزرنے کا عمل سست ہو کر آہستہ آہستہ رُکنے لگتا ہے، اور بالآخر ہارٹ اٹیک (Heart Attack) کی وجہ بنتا ہے۔

اِنہی چکنے والے مادّوں کے باعث، شریانوں کی دیواروں کو اہم غذائیت کی فراہمی بھی رُک جاتی ہے، جس کے باعث شریانوں کی لچک ختم ہوجاتی ہے، نتیجۃً بلڈ پریشر (Blood Pressure) بھی بڑھنے لگتا ہے۔ مزید یہ کہ مریض کی شریانیں اگر جزوی طور پر بند ہوں، تو اسے انجائنا (Angina) کی تکلیف محسوس ہوتی ہے، جس کے باعث اُس کے سینے میں شدید درد اُٹھتا ہے، جو آہستہ آہستہ پورے جسم میں پھیل جاتا ہے۔

اَمراضِ قلب کے خطرات کو اُبھارنے والے دیگر عوامل میں، غیر معیاری خوراک، ورزش میں سستی، ذیابیطس (Diabetes)، ہائی بلڈ پریشر (Blood Pressure) اور سگریٹ نوشی وغیرہ بھی داخل ہیں۔ گزشتہ چند سالوں میں دل کی بیماریوں اور ہارٹ اٹیک (Heart Attack) سے ہونے والی اَموات میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ ہمارا غیر صحت مند اور نامناسب طرزِ زندگی، اور مضرِ صحت چکنائی سے بھرپور، غیر صحت بخش غذاؤں کا استعمال ہے۔ ہارٹ اٹیک (Heart

(Attack) دل کو کتنا نقصان پہنچاتا ہے؟ اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ علاج شروع کرنے سے پہلے، دل کے پٹھوں کا کتنا حصہ متاثر ہو چکا ہے! دل کا جس قدر کم حصہ متاثر ہوا ہو گا، مریض کے صحتیاب ہونے کے اِمکانات بھی اتنے ہی زیادہ ہوں گے![1]۔

دل کی رُوحانی بیماریاں

عزیزانِ مَن! رُوحانی اعتبار سے انسان کا دل اس وقت بیماریوں کا شکار ہوتا ہے، جب انسان قرآن وسنّت کے اَحکام کی نافرمانی کرے، فرائض وواجبات کی ادائیگی میں غفلت برتے، تکبّر و رِیاکاری کرے، حسد وبدگمانی میں مبتلا ہو جائے، بُغض وعداوَت کا مُظاہرہ کرے، مال ودَولت اور دنیا کی محبت اس کے دل میں گھر کر جائے، حُبِ جاہ اور خود پسندی وغیرہ کا شکار ہو جائے!!۔

انسان جیسے جیسے ان اَخلاقی رذائل کو اپنا کر گناہوں کے دلدل میں اُترتا جائے گا، ویسے ویسے اس کے قلب میں سختی اور قَساوت پیدا ہوتی جائے گی، اور رُوحانی بیماریوں کے باعث ہر گناہ کے بعد اس کے دل پر ایک نکتہ لگتا جائے گا، حتی کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ گناہوں کی کثرت کے باعث اس کا سارا دل سیاہ ہو جائے گا، جب یہ نَوبت آجائے، تو خیر کی کوئی بات اُس پر اثر انداز نہیں ہوگی، وہ نفس کا غلام بن کر رہ جائے گا، اور قلبی سکون واطمینان سے محرومی اس کا مقدّر ہوگی!!۔

تکبّر... ایک مُہلک قلبی بیماری

حضراتِ ذی وقار! اپنی ذات کو دوسروں سے افضل جاننا، اور انہیں حقیر سمجھنا تکبّر کہلاتا ہے، انسان رُوحانی طور پر جن قلبی بیماریوں کا شکار ہوتا ہے، تکبّر اُن میں

---

(۱) "دل کی بیماری شروع ہونے کے اَسباب" نوائے وقت ڈیجیٹل ۷ ستمبر ۲۰۲۰ء، ملتقطاً۔

سے ایک ہے، اللہ رب العالمین تکبّر کرنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے، خواہشاتِ قلب سے مجبور ہو کر جو لوگ تکبّر وسرکشی کی ساری حدیں عبور کر جائیں، اللہ تعالی ان کے قلوب پر مہر ثبت فرمادیتا ہے، جس کے باعث ان کی واپسی کی راہیں مَسدود (بند) ہو جاتی ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾[۱] "اللہ یونہی مُہر کردیتا ہے سرکش کے سارے دل پر"۔

اللہ تعالی کو تکبّر کس قدر ناپسندیدہ ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ بروزِ قیامت تکبّر کرنے والوں کو اَوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ، كَبَّهُ اللهُ عزّ وجلّ عَلَى وَجْهِهِ فِي النَّارِ!»[۲] "جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبّر ہوگا، اللہ تعالی اُسے اَوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا!"۔

تکبّر کا علاج

عزیزانِ مَن! دنیا میں اس قلبی بیماری کے شکار فرعون، ہامان، قارُون اور نمرود جیسے کتنے ہی متکبّر وسرکش لوگ گزرے ہیں، مال، دَولت اور اِقتدار سب کچھ ہونے کے باوُجود، اُن میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا، ذِلّت ورُسوائی اُن کا مقدّر ٹھہری، اور اللہ جلّ جلالہ نے اُن کا غرور وتکبّر سب خاک میں ملا دیا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنے دل کو تکبّر جیسی بیماری سے بچا کر رکھیں، اور بطورِ علاج عاجزی واِنکساری کا مُظاہرہ کریں؛ کیونکہ تکبّر جیسی قلبی بیماری کا ایک علاج عاجزی واِنکساری ہے۔

---

(١) پ٢٤، غافر: ٣٥.

(٢) "شعب الإيمان" ٥٧- باب في حسن الخلق، ر: ٨١٥٤، ٦/ ٢٧٧٢.

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ تَوَاضَعَ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ رَفَعَهُ اللهُ، وَمَنِ ارْتَفَعَ عَلَيْهِ وَضَعَهُ اللهُ»[1] "جس نے اپنے مسلمان بھائی کے سامنے عاجزی اختیار کی، اللہ تعالی اسے بلندی عطا فرمائے گا، اور جس نے مسلمان بھائی پر اپنی بڑائی کا اظہار کیا (یعنی تکبّر کیا)، اللہ تعالی اسے ذلیل ورُسوا کردے گا"۔

حسد... ایک قلبی مرض

حضراتِ گرامی قدر! کسی کی نعمت کے زوال کی تمنّا کرنا حسد کہلاتا ہے، کسی سے حسد کرنا بھی رُوحانی اعتبار سے دل کے بیمار ہونے کی علامت ہے، یہ ایک انتہائی خطرناک قلبی مرض ہے، دوسروں کی نعمت کو دیکھ کر جلنے اور حسد کرنے والوں کو، اللہ تعالیٰ انتہائی ناپسند فرماتا ہے۔ حسد ہی وہ مرض ہے جس کے باعث شیطانِ لعین نے، حضرت سیّدنا آدم عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کرنے سے انکار کرکے، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی ناراضگی مول لی اور ہمیشہ کے لیے راندۂ بارگاہ ٹھہرا۔ صرف یہی نہیں، بلکہ حسد کے باعث مُعاشرتی تعلقات میں بھی خرابی پیدا ہوتی ہے، اور یہ باہم بُغض وعداوت اور نفرت کا باعث بنتی ہے!۔

حسد دِین وایمان کے لیے خطرہ، اور انسانیت کے لیے ایک ایسا زہرِ قاتل ہے، کہ اللہ رب العالمین نے حاسدوں کے شر سے بچنے کے لیے، اپنی پناہ مانگنے کا حکم فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِۙ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَۙ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَۙ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِۙ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾[2]

---

(۱) "المعجم الأوسط" بقية من اسمه محمد، ر: ۷۷۱۱، ۵/ ۳۹۰.

(۲) پ۳۰، الفلق: ۱-۵.

"آپ فرما دیجیے کہ میں اُس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے، اس کی سب مخلوق کے شر سے، اور اندھیرا کرنے والے (سورج) کے شر سے جب وہ ڈوبے، اور اُن (جادوگر) عورتوں کے شر سے، جو گرہوں میں پُھونکتی ہیں، اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جَلے"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمہ اللہ تعالی اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "حسد والا وہ ہے جو دوسروں کے زوالِ نعمت کی تمنّا کرے، حسد بدترین صفت ہے، اور یہی سب سے پہلا گناہ ہے، جو آسمان میں ابلیس سے سرزد ہوا، اور زمین میں قابیل سے"[1]۔

حسد ایک ایسا قلبی مرض ہے جو ایمان کے مُنافی ہے، لہٰذا ایک مسلمان کی یہ شان ہرگز نہیں، کہ وہ اس رَذیل صفت کو اپنے دل میں جگہ دے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا يَجْتَمِعُ فِي جَوْفِ عَبْدٍ: الْإِيْمَانُ وَالْحَسَدُ»[2] "کسی بندے کے سینے میں ایمان اور حسد، دونوں جمع نہیں ہوسکتے!"۔

نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہمیں بُغض وحسد جیسی بیماریوں سے بچنے، اور باہم پیار ومحبت کے ساتھ رہنے کی تاکید فرمائی، چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے: «لَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ إِخْوَاناً!»[3] "تم کسی سے حسد نہ کرو، کسی سے بُغض نہ رکھو، کسی کی غیبت نہ کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہوکر رہو!"۔

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۳۰، سورۂ فلق، زیرِ آیت:۵، ص۱۱۲۷۔

(٢) "صحيح ابن حِبّان" كتاب السير، ر: ٤٥٨٧، صـ٧٩٩.

(٣) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٦٠٦٦، صـ١٠٥٩.

مرضِ حسد سے نَجات پانے کا طریقہ

میرے محترم بھائیو! حسد جیسی قلبی بیماری سے نَجات کا بہترین اور آسان طریقہ یہ ہے، کہ انسان اللہ رب العالمین کی تقسیم پر راضی رہے، جو نعمتیں اسے حاصل ہیں، اُن پر قناعت اختیار کرکے شکرِ الٰہی بجالائے؛ کہ شکر نعمتوں میں اِضافے کا سبب ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾[1] "اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں مزید دُوں گا، اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے!"۔

اللہ تعالی ہی ہمارا خالق ورازِق ہے، لہٰذا بحیثیت مسلمان اس بات پر ہمارا پختہ یقین وایمان ہونا چاہیے، کہ جو رزق یا نعمت اللہ رب العالمین نے ہمارے مقدّر میں لکھ رکھی ہے، وہ بہر صورت ہمیں مل کر ہی رہے گی، لہٰذا بلاوجہ حسد میں مبتلا ہوکر اپنی نیکیاں برباد مت کیجیے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا﴾[2] "زمین پر چلنے والے ہر ایک کا رِزق، اللہ تعالی کے ذمّۂ کرم پر ہے!"۔

میرے عزیز دوستو! جو شخص حسد سے بچے، اور اللہ تعالی کی تقسیم پر راضی رہتے ہوئے قناعت اختیار کرے، اُس کا شمار اللہ عزّوجلّ کے شکر گزار بندوں میں ہوتا ہے۔ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! كُنْ وَرِعاً تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَكُنْ قَنِعاً تَكُنْ أَشْكَرَ النَّاسِ، وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ، تَكُنْ مُؤْمِناً»[3] "اے ابو ہریرہ! پرہیزگاری اختیار کرو تو سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے!

---

(۱) پ ۱۳، إبراهيم: ۷.
(۲) پ ۱۲، هُود: ٦.
(۳) "سنن ابن ماجه" باب الْوَرَعِ وَالتَّقْوَى، ر: ٤٢١٧، صـ٧٢٠.

قناعت کرنے والے ہو جاؤ، تو تمام لوگوں سے زیادہ شکرگزار ہو جاؤ گے! اور لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، تو کامل مؤمن بن جاؤ گے!"۔

مال ودَولت کی حرص وہوس

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! دل میں مال کی محبت رکھنا بُرا یا گناہ نہیں، لیکن مال ودَولت کی ایسی حرص وہوَس جو انسان کو فکرِ آخرت، اور حلال وحرام کی تمیز سے غافل کردے، اور اُس مال کو نیک اور اچھے مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے بجائے، بخل وکنجوسی سے کام لے، ایسی کجی اور ٹیڑھا پن بھی دل کی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے، مال کی ایسی محبت وحرص ممنوع ومذموم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾[1] "تم مال کی نہایت محبت رکھتے ہو!"۔

مال کی محبت سے نَجات پانے کا طریقہ

مال کی ایسی محبت سے نَجات کا طریقہ یہ ہے، کہ اُسے راہِ خدا میں زیادہ سے زیادہ خرچ کیا جائے، غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور ضرورتمندوں کی مدد وکفالت کی جائے، مساجد ودینی مدارس کی اِعانت کی جائے، جنہیں قرض درکار ہو، انہیں بلا سُود قرض فراہم کیا جائے، بے روزگاروں کو حلال ذرائع آمدن پر مشتمل، اچھا اور مُناسب روزگار فراہم کیا جائے، جو شخص ایسا کرے گا، یقیناً وہ حکمِ الٰہی کی تعمیل ورِضا میں ہوگا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اٰتٰىكُمْ﴾[2] "اللہ تعالی نے جو مال تمہیں دیا ہے، اُس میں سے لوگوں کی مدد کرو!"۔

---

(۱) پ۳۰، الفجر: ۲۰.

(۲) پ۱۸، النور: ۳۳.

یقین جانیے کہ خدمتِ خَلق سمیت ہماری کوئی بھی چھوٹی سے چھوٹی نیکی، بروزِ قیامت ضائع نہیں جائے گی، اللہ رب العالمین روزِ محشر ہمیں اُس کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۞ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾[1] "اُس دن لوگ مختلف راہوں سے اپنے رب کی طرف لَوٹیں گے؛ تاکہ انہیں اُن کے اَعمال دکھائے جائیں، تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے، اُسے بھی دیکھے گا!"۔

رِیاکاری اور خود نمائی کا مرض

عزیزانِ محترم! نمود و نمائش اور شہرت و نیک نامی کی غرض سے، کوئی اچھا کام کرنے کو رِیاکاری کہتے ہیں۔ یہ بھی دل کی بیماریوں میں سے ایک ہے، موجودہ زمانے میں یہ بیماری بڑی عام ہے، ہر خاص و عام چاہے وہ تاجر ہو یا سیاستدان، حاکم ہو یا محکوم، عالِم ہو یا غیرِ عالِم، نمازی ہو یا بے نمازی، تقریبًا ہماری اکثریت اس قلبی مرض میں مبتلا ہے، آج ہم اَخلاقی اعتبار سے اس قدر پستی اور زَوال کا شکار ہو چکے ہیں، کہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کا بھی فوٹو سیشن (Photo Session) کرنے، اور اُسے سوشل میڈیا (Social Media) پر اَپلوڈ (Upload) کرنا نہیں بھولتے!۔

ہر سال رمضان شریف میں غریبوں کو راشن دینے کی بات ہو، یا بے سہارا بچیوں کی شادی اور جہیز کا مُعاملہ، سیاسی نمائندوں کی طرف سے ہونے والے ترقیاتی کام ہوں، یا سماجی ورکرز (Social Workers) اور فلاحی اداروں کی طرف سے لگنے والے واٹر فلٹریشن پلانٹ (Water Filtration Plant)، الیکشن کے موقع پر جس

---

(۱) پ۳۰، الزلزال: ٦، ٧.

طرح یہ لوگ خصوصی پمفلٹس (Pamphlets) شائع کر کے اپنی خدمات کا حوالہ دیتے ہیں، اور اس بات کا احسان جتاتے ہیں کہ فُلاں فُلاں کام کے لیے ہم نے اتنی اتنی رقم اپنی جیب سے ادا کی، یا فُلاں فُلاں اسکول وڈسپنسریز (Schools and Dispensaries) کے قیام کے لیے، حکومت کو ہم نے اپنی ذاتی جگہ پیش کی... وغیرہ وغیرہ، اُن کا اپنی نیکیوں کو اس طرح جتلا کر، اُس کا ڈھنڈورا پیٹنا اور نمود ونمائش کرنا، رِیاکاری کے زُمرے میں آتا ہے، جو خالصۃً حرام ہے۔ البتہ جس کی ایسی نیّت نہ ہو، اور اُس کا لوگوں کے سامنے بیان کرنے کا مقصد تحدیثِ نعمت، یا لوگوں کو کسی نیک کام کی طرف رغبت دِلانا ہو، تو وہ اس حکم کے تحت نہیں، مگر دلوں کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے!۔

رِیاکاری کی مذمّت

قرآن وحدیث میں رِیاکاری کی بڑی مذمت بیان فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ﴾[1] "(خرابی ہے ان لوگوں کے لیے) جو دِکھلاوا کرتے ہیں"۔

رِیاکاری کتنا بُرا فعل ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ حدیثِ پاک میں اسے شرکِ اصغر سے تعبیر کیا گیا ہے، سرکارِ دوعالَم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے: «إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ: الشِّرْكُ الأَصْغَرُ» "مجھے تم پر سب سے زیادہ شرکِ اصغر کا خوف ہے" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! شرکِ اصغر کیا ہے؟ فرمایا: «الرِّيَاءُ، يُقَالُ لِمَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ إِذَا جَاءَ النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ: اذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاؤُونَ، فَاطْلُبُوا ذَلِكَ عِنْدَهُمْ!»[2] "رِیاکار لوگ جب اپنے

---

(١) پ٣٠، الماعون: ٦.

(٢) "المعجم الكبير" محمود بن لبيد الأنصاري ...إلخ، ر: ٤٣٠١، ٤/ ٢٥٣.

اَعمال لے کر آئیں گے، تو اُن سے کہا جائے گا کہ اُن کے پاس جاؤ، جنہیں دکھانے کے لیے تم یہ اَعمال کیا کرتے تھے! اور اُن کے پاس اِن اَعمال کا اجر وثواب طلب کرو!"۔

علاج

اس بیماری سے بچنے کا طریقہ اور علاج یہ ہے، کہ اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں اس سے بچنے کی دعا کی جائے، اور اپنے نیک کاموں کو خالصۃً رِضائے الٰہی کی غرض سے انجام دیا جائے، حتّی الاِمکان اپنی شناخت ظاہر نہ کی جائے، اور اگر کوئی نیکی کریں تو اُس کا ڈھنڈورا پیٹ کر، یا اُس کی ویڈیو (Video) فیس بُک (Facebook) وغیرہ پر اَپلوڈ (Upload) کرکے اپنا اَجر ضائع نہ کریں!۔

بدگمانی

حضراتِ گرامی قدر! بدگمانی کا تعلق بھی دل سے ہے، کسی دوسرے کے بارے میں بلاوجہِ شرعی بدگمانی، صرف وہی کرے گا جو اِس مرض میں مبتلا ہے، بدگمانی بہت بڑا گناہ اور شرعی طور پر ممنوع مذموم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾[1] "اے ایمان والو بہت گمان سے بچو! یقیناً بعض گمان گناہ بھی ہوتے ہیں"۔

حدیثِ پاک میں بدگمانی کو سب سے زیادہ جھوٹی بات قرار دیتے ہوئے، اس سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ! فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ»[2]

(۱) پ۲٦، الحجرات: ١٢.

(۲) "صحيح البخاري" كتابُ النكاح، ر: ٥١٤٢، صـ٩٢٠.

"گمان سے بچو! کہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے!"۔

بدگمانی سے بچنے کا بہترین طریقہ

بدگمانی سے بچنے کا بہترین طریقہ حُسنِ ظن ہے، اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں اچھے سے اچھا سوچیں، اور اُس کے ہر فعل سے حتی الاِمکان حُسنِ ظن کا پہلو تلاش کرنے کی کوشش کریں، اوراس کے باوُجود بھی اگر کوئی اچھا پہلو نظر نہ آئے، تو پھر کم از کم بدگمانی کرنے کے بجائے، براہِ راست متعلق شخص سے وضاحت لے لینا زیادہ مفید ہوتا ہے۔

دنیا کی محبت

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! غرور و تکبّر، بُغض وعداوَت، حسد ورِیاکاری وغیرہ سمیت تمام قلبی بیماریوں کی جڑ، دنیا کی محبت ہے، حضرت سیّدُنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ»[1] "دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے"۔

مال ودَولت، شہرت، عیش وعشرت، آرام وآسائش کی خاطر بڑے بڑے محلّات، کروڑوں مالیت کی مہنگی گاڑیاں، فارم ہاؤسز (Houses Farm) اور حلال وحرام کی پرواہ کیے بغیر، بے لگام خواہشاتِ نفسانیہ کی پیروی، یہ سب دنیا کی محبت ہی کے باعث ہے، یہ دنیا فانی ہے، ہر انسان کو مر کر خالی ہاتھ قبر میں جانا ہے؛ لہذا دنیا کی ایسی محبت کسی مسلمان کو ہرگز زیب نہیں دیتی!۔

دل سے دنیا کی محبت نکالنے کا طریقہ

ہمیں اپنے دل سے دنیا کی محبت کو باہر نکال کر اس کا علاج کرنا ہوگا، اور اس

---

(۱) "الزُهد" لابن أبي الدنيا، ر: ۹، صـ۲٦.

کا واحد علاج اپنے رب تعالی سے مضبوط رابطہ ہے، ہمارا اپنے رب کریم سے رابطہ جس قدر مضبوط ہوگا، ہمارا دل رُوحانی طور پر اتنا ہی تندرست وتوانا ہوگا، اپنے رب سے رابطے کی بحالی کے لیے ہمیں اس کے اَحکام کی تعمیل کرنی ہوگی، اُس کی یاد سے اپنے سینے کو معمور کرنا ہوگا، اور ذکرِ الٰہی کو حرزِ جاں بنانا ہوگا، کہ بیمار دلوں کی شِفا اور بے چینی کا مَداوا اسی بات میں ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴾[1] "سُن لو کہ اللہ کی یاد ہی میں دِلوں کا چَین ہے!"۔

یقین جانیے کہ جس دن اس راز کی حقیقت ہم پر آشکار ہوگئی، ہم فلاح پاجائیں گے، اور ہمیں اپنی قلبی بیماریوں سے نَجات مل جائے گی، ہمارے بیمار دل تندرست وتوانا ہوجائیں گے، ہمارا دل نیکیوں کی طرف مائل ہونا شروع ہو جائے گا، ہمیں عبادت کی حلاوَت وچاشنی محسوس ہونا شروع ہو جائے گی، اور ہم ایک سچے مسلمان اور کامل مؤمن بن جائیں گے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں ظاہری وباطنی طہارت عطا فرما، ہمیں رُوحانی وجسمانی بیماریوں سے نَجات وشِفا عطا فرما، غرور وتکبّر، حسد، رِیاکاری، بُغض وعداوَت، خودپسندی، بخل، حُبِ جاہ، اور حُبِ دنیا جیسی قلبی اَمراض سے محفوظ فرما، ہمیں عاجزی واِنکساری، اِخلاص، مخلوقِ خدا سے محبت اور سخاوت جیسی صفات سے متّصف فرما، مال ودَولت اور دنیا کی محبت سے نَجات عطا فرما، اور اپنے اِطاعت گزار اور فرمانبردار بندوں میں شامل فرما، آمین یارب العالمین!۔

---

(۱) پ۱۳، الرعد: ۲۸.

امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ اور اصلاحِ مُعاشرہ

(جمعۃ المبارک ۲۳ صفر المظفّر ۱۴۴۳ھ - ۰۱/۱۰/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله من الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ...ایک عظیم مُصلح

برادرانِ اسلام! امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام کسی تعارُف کا محتاج نہیں، عرب وعجم میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دینی خدمات کا اعتراف کیا جاتا ہے، آپ اپنے عہد میں برصغیر کے سب سے بڑے دینی پیشوا تھے، آپ سے محبت وعقیدت رکھنے والے، اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے والے مسلمان، دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں، دینِ اسلام کے لیے امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں، آپ نے اپنے قلم کے ذریعے اُمّتِ مسلمہ کو باہم اتّحاد کا درس دیا، ان کے دلوں میں عشقِ رسول کی شمع روشن کی، عقائدِ اہلِ سنّت کا تحفُظ فرمایا، نت نئے سر اٹھانے والے فتنوں کی سرکوبی کی، بدمذہبوں کا رَد فرمایا، اور اَخلاقی وعلمی اعتبار سے پستی کے شکار مسلم مُعاشرے کی اصلاح فرمائی!۔

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ صرف ایک عظیم فقیہ اور بے بدل مسلم رَہنما ہی نہیں تھے، بلکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ اُمّت کے ایک عظیم مُصلِح (اصلاح کرنے والے) قائد بھی تھے، یہود ونصاریٰ اور ہندوؤں کی سازشوں، اور امّتِ مسلمہ کے داخلی وخارجی مسائل پر آپ کی بڑی گہری نظر تھی، مسلمانوں کی حالتِ زار، بے عملی اور دین سے دُوری پر آپ کا دل بڑا رنجیدہ وملول ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زندگی بھر فتنوں کی سرکوبی، اور اِصلاحِ مُعاشرہ کے لیے بھرپور کردار ادا کیا، آپ کے فتاوی جات اور تحریریں اس اَمر کا واضح اور بیّن ثبوت ہیں!۔

کفّار ومشرکین کے میلوں میں شرکت

عزیزانِ محترم! ہندوستان میں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ پائے جاتے ہیں، البتہ مسلمان اور ہندو دیگر آفاقی وغیر آفاقی مذاہب کی بہ نسبت تعداد میں زیادہ ہیں، باہمی مُعاشرت اور علمِ دین سے دُوری کے باعث، ان کے میلوں یا مذہبی تہواروں میں مسلمانوں کی شرکت کا مرض، امام اہل سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ کے دَور میں عام ہو رہا تھا، یہ بات جب امامِ اہلِ سنّت کے علم میں آئی، تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی مصلحت کا شکار ہوئے بغیر، ایک مُصلِح کا کردار ادا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "ان کا میلہ دیکھنے کے لیے جانا مطلقاً ناجائز ہے۔ (اس کی ممکنہ چار ۴ صورتیں ہیں:)

(۱) اگر ان کا مذہبی میلہ ہے، جس میں وہ اپنا کفر وشرک کریں گے، کفر کی آوازوں سے چلّائیں گے، جب تو ظاہر ہے، اور یہ صورت سخت حرام مِن جملہ کبائر ہے، البتہ یہ کفر نہیں ہے، ہاں (معاذاللہ) ان میں سے کسی بات کو پسند کرے یا ہلکا جانے، تو آپ (خود) ہی کافر ہے، اس صورت میں عورت نکاح سے نکل جائے گی اور

یہ اسلام سے، ورنہ (یعنی بصورتِ دیگر) فاسق ہے۔

(۲) اور اگر مذہبی میلہ نہیں، (بلکہ) لہو ولعب کا ہے، جب بھی ناممکن کہ منکَرات وقبائح (غیر شرعی اُمور) سے خالی ہو، اور منکَرات (ممنوعہ شرعی اُمور) کا تماشا بنانا جائز نہیں۔

(۳) اور اگر تجارت کے لیے جائے، اور میلہ ان کے کفر وشرک کا ہے، (جب بھی) جانا ناجائز وممنوع ہے؛ کہ اب وہ جگہ ان کا مَعبد (عبادت گاہ) ہے، اور مَعبدِ کفّار میں جانا گناہ ہے۔

(۴) اور اگر (میلہ) لہو ولعب کا ہے، خود اس سے بچے، نہ اس میں شریک ہو، نہ اسے دیکھے، نہ وہ چیزیں بیچے جو اُن کے لہو ولعب ممنوع کی ہوں تو جائز ہے، پھر بھی مناسب نہیں؛ کہ ان کا مجمع ہر وقت محلِّ لعنت ہے، تو اس سے دُوری ہی میں خیر وسلامت ہے!"[۱]۔

محرّم الحرام اور ماہِ صفر میں نکاح کی ممانعت کا تاثُر

حضراتِ گرامی قدر! ہمارے مُعاشرے میں یہ بات غلط طور پر مشہور ہے، کہ محرّم الحرام اور ماہِ صفر میں شادی بیاہ وغیرہ نہیں کرنا چاہیے۔ امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس سوچ کی نفی فرمائی، اور اِصلاحِ مُعاشرہ کا فریضہ انجام دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "نکاح کسی مہینے میں منع نہیں"[۲]۔ لہٰذا مذکورہ بالا دونوں مہینوں میں نکاح کرنا شرعاً جائز ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوئی اس مہینے کی حرمت کو بھول جائے، اور شادی بیاہ کے نام پر ڈھول، باجے تاشے اور ناچ گانے کا اہتمام کرے؛ کہ یہ اُمورِ عام

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب العقائد والکلام، ہنود کا میلہ دیکھنے کے لیے جانا مطلقاً ناجائز ہے، ۱۸/۱۰۷، ۱۰۸، ملتقطاً۔
(۲) ایضاً، کتاب النکاح، ۹/۷۳۱۔

ایام میں بھی حرام وناجائز تھے، اور محرّم الحرام میں تواس کی حرمت مزید اَشد ہے۔

لہذا اگر کوئی شخص نہایت سادگی سے دو ۲ شرعی گواہوں کی موجودگی میں نکاح کی سنّت ادا کرنا چاہتا ہے، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، لیکن اگر کوئی شخص اپنے بیٹے یا بیٹی کی دھوم دھام سے شادی بیاہ کرنے کا خواہاں ہے، تو چاہیے کہ وہ سدِّ ذرائع اور ممکنہ فتنہ وفساد اور انتشار بین اَلمسلمین کے پیشِ نظر، شادی کو کسی اَور ماہ کے لیے مؤخّر کر دے تو زیادہ بہتر ہے۔

علاوہ اَزیں اس موقع پر شہدائے کربلا کے ساتھ ہونے والے ظلم وستم کو یاد کرکے اُمتِ مسلمہ، بالخصوص ساداتِ کرام کے دل بھی رنجیدہ ہوتے ہیں، لہذا ان کی ممکنہ دل آزاری سے بچنے، اور ان کے حق کی رعایت کرتے ہوئے حکمِ جواز کے باوُجود، شادی بیاہ کی تقریب کا انعقاد نہ کرنا بہتر ہے؛ کیونکہ ضروری نہیں کہ جو کام جائز ہے، اسے بہر صورت انجام ہی دیا جائے، واللہ تعالی اعلم۔

مَولا مشکل کشا کا روزہ، اور دس بیبیوں کی کہانی

عزیزانِ مَن! موجودہ دَور میں ایسی کئی باتیں ہمارے مُعاشرے میں رائج ہو چکی ہیں، جن کا دِینِ اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں، مثال کے طور پر دس ۱۰ بیبیوں کی کہانی، شیخ احمد کا وصیت نامہ، اور جنابِ سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کہانی وغیرہ۔ یہ سب قصے کہانیاں جھوٹے اور بے اصل ہیں، ہمیں ایسی باتوں پر ہرگز توجہ نہیں دینی چاہیے، نہ ہی اُن توہّمات کا شکار ہونا چاہیے، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے، کہ اگر ہم نے دس ۱۰ بیبیوں کی کہانی نہ سنی، یا شیخ احمد کے وصیت نامے کو پڑھ کر اس کی فوٹو کاپیاں (Photo Copies) تقسیم نہ کروائیں، تو ہمیں کوئی حادثہ پیش آ سکتا ہے! یا ہمارا کوئی بڑا نقصان ہو سکتا ہے! ...وغیرہ وغیرہ۔

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دَور میں مَولا مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روزے کے سلسلے میں بھی ایک ایسی ہی بات رائج تھی، چنانچہ ایک بار آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی گئی، کہ عورتیں مشکل کشا کے نام پر روزہ رکھتی ہیں، ایسا کرنا شرعًا کیسا ہے؟ امام اہل سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِصلاح فرماتے ہوئے جواباً ارشاد فرمایا کہ "روزہ خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اگر اللہ عزوجل کا روزہ رکھیں اور اس کا ثواب مَولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نذر کریں، تو (شرعی طور پر) کوئی حرج نہیں، مگر (عورتیں) اس میں یہ کرتی ہیں کہ روزہ آدھی رات تک رکھتی ہیں، شام کو اِفطار نہیں کرتیں، آدھی رات کے بعد گھر کے کواڑ کھول کر کچھ دعا مانگتی ہیں، (اور) اس وقت روزہ اِفطار کرتی ہیں، یہ شیطانی رسم ہے"[1]۔

ڈھونگی پیروں فقیروں کا لمبی لمبی چوٹیاں رکھنا

حضراتِ ذی وقار! آج کل بعض ڈھونگی پیر فقیر اور ملنگ لوگ، اپنے بال بڑھا کر عورتوں کی طرح لمبی لمبی چوٹیاں رکھتے ہیں، بلکہ ولایت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں۔ یاد رکھیے! ایسے لوگوں کا تصوُّف سے کوئی لینا دینا نہیں، یہ سب ڈھونگی اور جعلی پیر ہیں، ایسوں کے دامِ فریب میں ہرگز نہ آئیں! بدقسمتی سے اب تو حال یہ ہے کہ فیشن (Fashion) کے نام پر ہمارے نوجوان بھی، عورتوں کی طرح لمبے لمبے بال رکھنے، اور کانوں میں بالی وغیرہ پہننے میں فخر محسوس کرتے ہیں! یہ ایک ایسی مُعاشرتی بُرائی ہے، جسے اپنانے والے پر اللہ رب العالمین نے لعنت فرمائی ہے!۔

امامِ اہل سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بارے میں حکمِ شریعت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مَرد کو سر پر چوٹی رکھنا حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

(۱) ایضاً، کتاب الصوم، باب مکروہات الصوم، ۸/ ۴۹۰۔

«لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ، وَالْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ!»[1] "اللہ تعالی نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مَردوں سے مُشابہت (یعنی مردانہ وضع قطع) اختیار کریں، اور ان مَردوں پر بھی لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مُشابہت اختیار کریں!"۔ خصوصاً کسی کے نام کی چوٹی کہ رُسومِ کفّارِ ہُنود سے ہے، یوہیں ڈوری، بدھی، کلاوہ بھی محض جہالت و بے اصل ہے!"[2]۔

ثبوتِ وجہِ کفر کے بغیر کسی کو کافر کہنا

میرے محترم بھائیو! ہمارے مُعاشرے میں جو جو برائیاں سرایت کر چکی ہیں، اُن میں سے ایک حکمِ شریعت جانے اور تحقیق کیے بِنا، اپنے کسی مسلمان بھائی کو کافر قرار دینا ہے۔ آج کل معمولی معمولی باتوں پر لوگ کافر کافر کی گردان کرنے لگتے ہیں، یہ روِیہ کسی طور پر مُناسب نہیں۔ بالفرض اگر کسی مسلمان سے کوئی ایسا کام سرزَد ہو جائے، تو خود مفتی بننے کے بجائے، ہمیں اپنے علمائے دین سے رُجوع کرنا چاہیے، اور اُن کی بارگاہ میں عرض کرکے حکمِ شرعی جاننا چاہیے! لیکن بدقسمتی سے لوگ اس ذمّہ داری کا مُظاہرہ نہیں کرتے۔ امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ایسوں کی اِصلاح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "بغیر ثبوتِ وجہِ کفر کے، مسلمان کو کافر کہنا، سخت عظیم گناہ ہے، بلکہ حدیث میں فرمایا کہ "وہ کہنا اُسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے"[3]۔

---

(۱) "المعجم الأوسط" باب العين، من اسمه علي، ر: ۴۰۰۳، ۴/ ۱۰۶.

(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب العقائد والکلام، مرد کے سر پر چوٹی رکھنا حرام ہے، ۱۸/۱۰۰۔

(۳) ایضاً، کتاب الحظر والاِباحۃ، کافر اصلی غیر مرتَد کی وہ نوکری جس میں کوئی امر ناجائز شرعی نہ کرنا پڑے، جائز ہے، ۱۶/۵۴۶۔

میّت کا دل بہلانے کی غرض سے قبر کے سرہانے چراغ جلانا

عزیزانِ مَن! آج کل مُعاشرے میں یہ برائی بھی بہت عام ہے، کہ قبرستان جائیں تو اپنے عزیز واَقارب کی قبروں پر چراغ یا اگر بتی جلاتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے اُن مُردوں کو راحت ملے گی۔ یہ سراسر جہالت پر مبنی امر ہے، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سختی سے اس کی ممانعت فرماتے ہوئے، اسے بدعتِ عقیدہ قرار دیا، اور ارشاد فرمایا: "جس طرح یہاں جُہّال میں رَواج ہے، کہ مُردہ کو جہاں کچھ زمین کھود کر نہلاتے ہیں، جسے عوام لحد کہتے ہیں، وہاں چالیس ۴۰ رات چراغ جلاتے اور یہ خیال کرتے ہیں، کہ چالیس ۴۰ شب رُوح لحد پر آتی ہے، اندھیرا دیکھ کر پلٹ جاتی ہے۔ یونہی اگر وہاں جُہّال میں رَواج ہو کہ مَوت سے چند رات تک گھروں سے شمعیں جلا کر، قبروں کے سرہانے رکھ آتے ہوں، اور یہ خیال کرتے ہوں کہ نئے گھر میں بے روشنی کے گھبرائے گا، تو اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے؟! اور اس کا پتا یہاں بھی قبروں کے سرہانے چراغ کے لیے طاق بنانے سے چلتا ہے، اور بے شک اس خیال سے جلانا، فقط اِسراف وتضییعِ مال ہی نہیں کہ محض بدعتِ عمل ہو، بلکہ بدعتِ عقیدہ ہوئی؛ کہ قبر کے اندر اِن چراغوں سے رَوشنی واَموات کا اس سے دل بہلنا سمجھا!"(۱)۔

اِصلاحِ مُعاشرہ کے لیے امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دس نکات

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زندگی بھر ہمارے عقائد وایمان کی حفاظت، فتنوں کی سرکوبی، اور ہمارے اندر موجود مُعاشرتی خامیوں کی نشاندہی فرمائی، اس کے باوُجود نت نئے اٹھنے والے فتنوں کے باعث،

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب الجنائز، باب اَحوالِ قُربِ موت، رسالہ "بریق المنار" ۷/۳۱۱۔

انہیں ہمارے عقائد وایمان کی فکر ہمیشہ لاحق رہی، غالبًا اسی مقصد کے پیشِ نظر انہوں نے ہمارے ایمان کی حفاظت کے لیے دَس ۱۰ ایسے نکات مرتَّب فرمائے، جنہیں اپنا کر ہم نہ صرف اپنی اصلاح کر سکتے ہیں، بلکہ فروغِ اہلِ سنّت اور اصلاحِ مُعاشرہ کے سلسلے میں بھی، اپنا کردار بہتر طور پر ادا کر سکتے ہیں۔ اُن دس ۱۰ نکات کا مفہوم وتشریح حسبِ ذیل ہے:

(۱) ایسے عظیم الشان مدارس قائم کیے جائیں، جن میں باقاعدہ تعلیم کا بندوبست ہو۔

(۲) حصولِ علم دین کی غرض سے آنے والے طلباء کی حَوصلہ اَفزائی کے لیے، اسکالرشپ (Scholarship) کا اہتمام کیا جائے۔

(۳) مدرّسین (یعنی اساتذۂ کرام) کی صلاحیتوں اور دینی خدمات کو پیشِ نظر رکھ کر، انہیں اچھے سے اچھا سیلری پیکج (Salary Package) دیا جائے؛ تاکہ وہ فکرِ مُعاش سے آزاد ہو کر، اپنی پوری توجہ تدریس کی طرف دیں، اور مذہب وقوم کے لیے ایسے معمار تیار کریں، جو تبلیغِ دین اور اصلاحِ مُعاشرہ میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

(۴) دَورانِ تعلیم طلباء کے مزاج، دلچسپی اور صلاحیتوں کو پرکھا جائے، پھر ان اُمور کو پیشِ نظر رکھ کر اصلاحِ مُعاشرہ سے متعلق انہیں کوئی ذمّہ داری سونپی جائے، نیز اس کام کے لیے انہیں معقول وظیفے کی ادائیگی کو بھی یقینی بنایا جائے۔

(۵) سندِ فراغت حاصل کرنے والے نوجوان علماء میں سے، جو تقریر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، انہیں تبلیغِ دین اور وعظ ونصیحت کی ذمّہ داری سونپی جائے، جو اچھا پڑھا سکتے ہیں انہیں شعبۂ تدریس سے منسلک کیا جائے، اور جو محقّقانہ مزاج کے حامل ہیں انہیں شعبۂ تحقیق (Research Department) کی ذمّہ داری سونپی جائے، ذمّہ داری بہر حال جو بھی ہو، اچھا سیلری پیکج ضرور دیں؛ تاکہ وہ مُعاشی

بدحالی کا شکار ہو کر دنیا کے پیچھے نہ بھاگتے پھریں، اور مکمل یکسوئی کے ساتھ خدمتِ دین میں مصروفِ عمل رہیں۔

(۶) عمدہ تحریری صلاحیت رکھنے والے علماء و محققین سے، حمایتِ مذہب اور ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل تصنیف کروائے جائیں، اور بطورِ شکریہ ان کی بارگاہ میں نذرانہ وغیرہ پیش کیا جائے۔

(۷) علمائے اہلِ سنّت کی مفید کتب و رسائل کو عمدہ کوالٹی (Excellent Quality)، بہترین ٹائیٹل (Best Title)، اور معیاری کمپوزنگ (Standard Composing) کے ساتھ شائع کر کے، مفت تقسیم کرنے کا بھی اہتمام کیا جائے؛ تاکہ لوگ انہیں پڑھ کر اپنے عقائد و اَعمال کی اصلاح کر سکیں۔

(۸) ہر ہر شہر میں علمائے دین اور اہلِ سنّت کا درد رکھنے والے اَحباب پر مشتمل، ایسی رابطہ کونسل (Contact Council) یا سفیر (Ambassador) مقرّر کریں، جو اہلِ سنّت کے خلاف ہونے والی سرگرمیوں، اور مُعاشرتی بگاڑ پیدا کرنے والے فتنوں کے بارے میں فوری اطلاع دیں؛ تاکہ ان کی بروقت سرکوبی کے لیے اس شہر میں قابل علمائے دین، اور ضروری لٹریچر (Literature) روانہ کیا جاسکے۔

(۹) وہ قابل اور ماہر علمائے دین جو فکرِ مُعاش کے باعث کسی دوسرے شعبے یا کاروبار میں مصروف ہیں، انہیں فارغ البال بنا کر، واپس ان کے اپنے شعبے (یعنی تقریر، تدریس یا تحقیق وغیرہ) سے منسلک کیا جائے، اور معقول وظیفہ بھی پیش کیا جائے؛ تاکہ مُعاشی مسائل سے مجبور ہو کر وہ دوبارہ کسی دوسرے شعبے سے وابستہ نہ ہو جائیں۔

(۱۰) عقائد و اَعمال کی درستی اور اصلاحِ مُعاشرہ کی غرض سے، روزانہ یا ہفتہ واری

مذہبی اَخبار اور رسائل و جرائد شائع کیے جائیں، اور انہیں قیمۃً یا مفت تقسیم کیا جائے[1]۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! کہنے کو تو یہ صرف دس ۱۰ نکات ہیں، لیکن در حقیقت یہ پورا سمندر ہے، جسے امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک کوزے میں بند کر کے ہمیں عطا فرما دیا ہے، اس کے باوُجود اگر ہم اب بھی تشنہ لب رہ جائیں، تو یہ ہماری نااہلی اور نالائقی ہوگی!۔

یقین جانیے! اگر امّتِ مسلمہ ان دس ۱۰ نکات پر عمل پیرا ہو جائے، تو صرف ان نکات کی بنیاد پر بھی ہم یہود و نصاریٰ اور اسلام دشمن قوّتوں کو شکست دے سکتے ہیں، اُمّتِ مسلمہ کا کھویا ہوا وقار بلند کر سکتے ہیں، نت نئے فتنوں کے سیلاب کے آگے بند باندھا جا سکتا ہے، رُو بہ زوال ہوتی امّت کو اس کے قدموں پر کھڑا کیا جا سکتا ہے، اُن میں پیدا ہونے والے مُعاشرتی بگاڑ کو سُدھارا جا سکتا ہے۔

آئیے ہم سب مل کر اس نیک مقصد کے لیے کوشش کریں، کہ کوشش کرنے والوں کی کبھی ہار نہیں ہوتی، اور اللہ تعالی کوشش کرنے والوں کا مدد گار ہے!۔

دعا

اے اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرما، ہمیں اپنے عقائد واَعمال میں پختگی عطا فرما، ہمیں مُعاشرتی برائیوں سے محفوظ فرما، جاہل پیروں، فقیروں اور ڈھونگی بابوں سے نَجات عطا فرما، حقیقی اولیائے کرام کی صحبت نصیب فرما، علمائے دین کا اَدب واحترام کرنے کا جذبہ عنایت فرما، اور اُن کے علم سے مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرما، آمین یارب العالمین!۔

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ، اِشاعتِ علمِ دین کے لیے بہترین رَہنما اُصول، ۱۵/۴۵، ملخّصاً۔

بدکاری کی سزا

(جمعۃ المبارک ۱۰ ربیع الاوّل ۱۴۴۳ھ - ۰۸/۱۰/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

بدکاری کی حرمت

برادرانِ اسلام! ایک مسلمان کے لیے عِفّت وعِصمت (یعنی پاکدامنی وپارسائی) اس کی بڑی قیمتی مَتاع ہے، اس کی حفاظت ہر چیز پر مقدّم ہے، غالبًا یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام فحاشی وبے حیائی، مرد وزَن کی مخلوط مجالس، اور بے پردگی جیسے اُن تمام محرّکات واَسباب سے بچنے کا حکم دیتا ہے، جو بعد میں بدکاری جیسے گناہِ کبیرہ کا باعث بن سکتے ہیں۔ اسلامی مُعاشرے میں بدکاری ایک انتہائی گھناؤنا جُرم اور بدترین گناہ ہے، قرآن وحدیث میں متعدّد مقامات پر اس کی مُمانعت ارشاد فرمائی ہے۔

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۚ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾[1] "بدکاری کے پاس مت جاؤ! یقیناً وہ بے حیائی اور بہت ہی بُرا راستہ ہے"۔

---

(۱) پ۱۵، بني إسرائيل: ۳۲.

جو لوگ فَحاشی، بے حیائی اور بدکاری جیسے رَذِیل کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں، قرآنِ پاک میں انہیں شیطان کا پَیرو کار قرار دیا گیا ہے، اللہ ربّ العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ﴾[1] "اے ایمان والو! شیطان کے قدموں پر مت چلو، اور جو شیطان کے قدموں پر چلے تو وہ تو بے حیائی اور بُری ہی بات بتائے گا!"۔

اپنے بُرے کاموں سے فَحاشی، بے حیائی اور بدکاری کو عام کرنے والوں کے لیے، دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے، وہ دنیا میں بھی ذلیل ورُسوا ہوں گے، اور آخرت میں بھی جہنّم ان کا مقدّر ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[2] "وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے، اُن کے لیے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے!"۔

بدکاری سے بچنے کی فضیلت

عزیزانِ محترم! احادیثِ مبارکہ میں بدکاری سے بچنے کی بڑی فضیلت آئی ہے، جو شخص اپنے آپ کو بدکاری سے محفوظ رکھتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس کے لیے جنّت کی بشارت ہے، حدیثِ پاک میں فرمایا: «مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ، أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ!»[3] "جو مجھے دونوں جبڑوں کے

---

(۱) پ۱۸، النور: ۲۱.

(۲) پ۱۸، النور: ۱۹.

(۳) "صحيح البخاري" باب حفظ اللسان، ر: ٦٤٧٤، صـ١١٢٣.

درمیان والی چیز(یعنی زبان)،اور دونوں پیروں کے درمیان والی چیز(یعنی شرمگاہ)کی حفاظت پر ضمانت دے، میں اسے جنّت کی ضمانت دیتا ہوں!"۔

ایک اَور مقام پر نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «يَا شَبَابَ قُرَيْشٍ! احْفَظُوا فُرُوجَكُمْ، لَا تَزْنُوا، أَلَا مَنْ حَفِظَ اللهُ لَهُ فَرْجَهُ، دَخَلَ الْجَنَّةَ!»(۱) "اے جوانانِ قریش! اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، زِنامت کرو! اللہ تعالی جس کی شرمگاہ کو گناہ سے بچالے، وہ جنّت میں داخل ہوگا!"۔

پاکدامنی وپارسائی اختیار کرنے والی خواتین کے لیے بھی جنّت کی بِشارت ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا، دخلتْ منْ أيِّ أبوابِ الجنّةِ شاءتْ!»(۲) "عورت جب پانچوں نمازیں ادا کرے، ماہِ رمضان کے روزے رکھے، پارسائی اختیار کرے، اور اپنے شوہر کی اِطاعت کرے، تو جنّت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہوجائے!"۔

بدکاری کی مذمت

حضراتِ ذی وقار! احادیثِ مبارکہ میں جہاں بدکاری سے بچنے کے فضائل بیان ہوئے ہیں، وہیں اس کا ارتکاب کرنے والوں کی بڑی مذمت بھی بیان کی گئی ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، نبئ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ!»(۳) "زانی جس وقت زِنا کرتا ہے، مؤمن نہیں رہتا!"۔

---

(۱) "شعب الإيمان" ۳۷- باب في تحريم ...إلخ، ر: ٥٣٦٩، ٤/ ١٨٨٥.
(۲) "صحيح ابن حِبّان" باب معاشرة الزوجين، ر: ٤١٥١، صـ٧١٨.
(۳) "صحيح البُخاري" كتابُ الحدود، ر: ٦٧٨٢، صـ١١٦٩.

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ہی سے ایک اَور روایت میں ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا زَنَى الرَّجُلُ، خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ، كَانَ عَلَيْهِ كَالظُّلَّةِ، فَإِذَا انْقَلَعَ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ»[1] "جب آدمی زِنا کرتا ہے تو اُس سے ایمان کا نُور نکل کر اس پر مثل سائبان کے ہو جاتا ہے، جب اس فعل (بد) سے جدا ہوتا ہے، تب اُس کی طرف ایمان لَوٹ آتا ہے"۔

بدکاری کے بارے میں وعیدیں

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! نبئ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بدکاری کی صرف مذمت ہی بیان نہیں فرمائی، بلکہ اس شنیع اور فعلِ بد کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے، سخت وعیدیں بھی بیان فرمائی ہیں۔

بدکاری کرنا گویا عذابِ الٰہی کو دعوت دینا ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا ظَهَرَ الزِّنَا وَالرِّبَا فِي قَرْيَةٍ، فَقَدْ أَحَلّوا بِأَنْفُسِهِمْ عَذَابَ الله!»[2] "جب کسی جگہ زِنا اور سُود عام ہو جائے، تو وہاں کے لوگوں نے اپنے لیے اللہ کے عذاب کو دعوت دے دی!"۔

بدکاری کرنے والی عورت نہ صرف رحمتِ الٰہی سے محروم رہے گی، بلکہ جنّت میں بھی داخل نہ ہو سکے گی، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبئ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَدْخَلَتْ عَلَى قَوْمٍ مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ، فَلَيْسَتْ مِنَ الله فِي شَيْءٍ، وَلَنْ يُدْخِلَهَا اللهُ جَنَّتَهُ»[3] "جو عورت کسی قوم

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب السنّة، ر: ٤٦٩٠، صـ٦٦٢.
(٢) "مُستدرَك الحاكم" كتاب البيوع، ر: ٢٢٦١، ٣/ ٨٥٥.
(٣) "سنن أبي داود" باب التغليظ في الانتفاء، ر: ٢٢٦٣، صـ٣٢٨.

میں اُسے داخل کر دے، جو اُس قوم سے نہ ہو (یعنی اُس عورت نے بدکاری کی، جس کے نتیجے میں اُس کے ہاں بچہ پیدا ہوا، اور اُس نے زانی کے بجائے اُسے اپنے شوہر یا کسی اَور سے منسوب کردیا) تو رحمتِ الٰہی میں اُس کے لیے کوئی حصہ نہیں، اور نہ ہی اللہ تعالی اُسے جنّت میں داخل فرمائے گا!"۔

بدکاری کی سزا

حضراتِ گرامی قدر! ایسے کام جن سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہو، اُن کا ارتکاب اللہ تعالی کی ناراضگی کا باعث ہے، لیکن اللہ جَلَّ جَلالُہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی کو ناحق قتل کرنا، اور بدکاری (زِنا) ایسے گناہ ہیں، جو اس کے غضب کو اُبھارتے اور عذابِ الٰہی کو دعوت دیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾[1] "اللہ کے بندے وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک نہیں کرتے، اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام کیا، اور زِنا نہیں کرتے۔ اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا، قیامت کے دن اُس پر عذاب بڑھایا جائے گا، اور ہمیشہ ذِلّت کے ساتھ اس میں رہے گا!"۔

میرے محترم بھائیو! بدکاری اس قدر شدید اور قبیح (بُرا) گناہ ہے، کہ اس کی سزا بھی خود اللہ ربّ العالمین نے متعیّن فرمائی، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ

(۱) پ۱۹، الفرقان: ۶۸، ۶۹.

اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۚ وَلۡیَشۡہَدۡ عَذَابَہُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴾[۱] "عورت زانیہ اور مرد زانی، ان میں سے ہر ایک کو سو ۱۰۰ کوڑے مارو، اور اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، تو اللہ کے دِین میں تمہیں اُن پر ترس نہ آئے! اور چاہیے کہ اُن کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر رہے"۔

حدِّ زِنا کا مقصد اور اس کے بعض شرعی مسائل

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! بدکاری کی سزا کو شرعی اصطلاح میں "حدِّ زِنا" کہتے ہیں، حد کا مقصد اور اس کے بعض شرعی مسائل بیان کرتے ہوئے، صدر الشریعہ علّامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "حد ایک قسم کی سزا ہے، جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرّر ہے، کہ اُس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی، اس سے مقصود لوگوں کو ایسے کام (یعنی بدکاری وغیرہ) سے باز رکھنا ہے جس کی یہ سزا ہے، اور جس پر حد قائم کی گئی، وہ جب تک توبہ نہ کرے، محض حد قائم کرنے سے پاک نہ ہو گا۔ حد قائم کرنا بادشاہِ اسلام یا اُس کے نائب کا کام ہے، یعنی باپ اپنے بیٹے پر، یا آقا اپنے غلام پر حد قائم نہیں کر سکتا۔ اور (حد لگانے کے لیے) شرط یہ ہے کہ جس پر قائم ہو، اُس کی عقل درست اور بدن سلامت ہو، لہٰذا پاگل، نشہ والے، مریض اور ضعیف الخلقت (پیدائشی کمزور) پر حد قائم نہیں کریں گے، بلکہ پاگل اور نشہ والا جب ہوش میں آئے، اور بیمار جب تندرست ہو جائے، (تو اُن پر) اُس وقت حد قائم کریں گے"[۲]۔

---

(۱) پ۱۸، النور: ۲.

(۲) "بہارِ شریعت" حدود کا بیان، حصّہ نہم ۹، ۲/۳۶۹، ۳۷۰۔

یورپ میں جنسی تشدّد کے بڑھتے ہوئے واقعات

حضراتِ گرامی قدر! دنیا بھر میں ہر سال گیارہ اکتوبر کو، انٹرنیشنل گرلز ڈے (International Girls Day) کے طور پر منایا جاتا ہے، اس میں اُن پر ہونے والے ظلم وستم اور جنسی تشدّد وزیادتی کے واقعات کی طرف توجہ مبذول کرائی جاتی ہے۔ اقوامِ متحدہ (United Nations) اور یورپی ممالک (European countries) اس دن کا بڑا اہتمام کرتے ہیں، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and print media) بھی سارا دن اس سلسلے میں شُعور اور آگاہی دیتا رہتا ہے، یہ بڑی اچھی بات ہے، لیکن اس تمام صورتحال میں افسوسناک پہلو یہ ہے، کہ ملکی وغیر ملکی دَجّالی میڈیا کا سارا فوکس (Focus) اسلامی اور ترقی پذیر ممالک پر ہوتا ہے، وہ اس دن کا فائدہ اٹھا کر مسلم ممالک میں ہونے والے، اِکّا دُکّا ناخوشگوار واقعات کے بارے میں، ایسی لابنگ (Lobbing) کرتے ہیں کہ محسوس ہونے لگتا ہے، جیسے ان ممالک میں انسانوں کے بجائے بھیڑیے اور جنسی درندے بستے ہوں!! حالانکہ واقعتاً صورتحال اس سے مختلف ہے، اسلام ایک ایسا دین ہے جو خواتین کا اس قدر احترام سکھاتا ہے، کہ دنیا کے کسی دوسرے آفاقی وغیر آفاقی مذہب یا مُعاشرے میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی!۔

میرے محترم بھائیو! اَخلاقی اَقدار کے نام نہاد علمبرداروں کے بےبنیاد دعووں کے پیشِ نظر، مُناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں ایک طائرانہ نظر یورپ پر بھی ڈال لی جائے، کہ جنسی اعتبار سے حوّا کی بیٹی وہاں کتنی محفوظ ہے؟! اس بارے میں جب ہم نے انٹرنیشنل رپورٹس (International Reports) کو کھنگالنا

شروع کیا، تو حیران کن اور چونکا دینے والے اَعداد و شمار سامنے آئے:

ترکی (Turkey) کی قومی اسمبلی کے "عورت مرد مُساوی مَواقع کمیشن" کی رپورٹ کے مطابق "یورپی یونین ممالک میں ۱۵ سال سے بڑی، ہر تین ۳ عورتوں میں سے ایک عورت، مَردوں کے ہاتھوں جسمانی یا جنسی تشدُد کا سامنا کر رہی ہے"(۱)۔

معروف ویب سائٹ "انڈپینڈنٹ اردو" (Independent Urdu) کے مطابق "ہنگری (Hungary) کی یونیورسٹیز (Universities) کے دو ۲ ہزار طلبہ و طالبات سے کیے گئے انٹرویوز (Interviews) اور سوال ناموں کے نتائج یہ ظاہر کرتے ہیں، کہ وہاں ۳۳ فیصد طالبات کو جنسی ہراسانی کا سامنا، اور ۱۶ فیصد طالبات کو جنسی تشدّد کا نشانہ بننا پڑا۔

یہی صورتِ حال رومانیہ (Romania)، جرمنی (Germany)، پولینڈ (Poland)، ڈنمارک (Denmark) کی ہے۔ جرمنی (Germany) میں خواتین پر جنسی تشدّد اور ہراسانی (Harassment) کی شرح ۵۸ فیصد ہے، جبکہ پولینڈ (Poland) میں ایک تحقیقی جائزہ میں حصہ لینے والی ۴۵۱ خواتین میں سے ۸۸ فیصد، پندرہ ۱۵ سال کی عمر کے بعد کسی نہ کسی شکل میں، جنسی ہراسانی (Sexual Harassment) اور تشدّد کا شکار رہیں۔ ہالینڈ (Netherlands) میں ہراسانی کے حوالہ سے گیارہ سو خواتین سے جمع کردہ معلومات کے مطابق، وہاں دن کی روشنی میں گلیوں اور بازاروں میں ۹۴ فیصد خواتین، ہراسانی (Harassment) کا شکار ہوئیں"(۲)۔

---

(۱) "یورپ دنیا میں عورت پر مظالم میں بھی سب سے آگے" آواز ۲۳ جنوری ۲۰۲۰ء۔

(۲) "واعظ الجمعہ" ۳ جولائی ۲۰۲۰ء: اسلام اور یورپ کے تناظر میں عورت کی آزادی، ۷۔

عزیزانِ مَن! ہم اس بات کے دعویدار ہرگز نہیں، کہ مسلم مُعاشرے میں خواتین کے ساتھ جنسی تشدّد یا ظلم وستم کے واقعات رُونما بالکل نہیں ہوتے! البتہ اتنا ضرور کہیں گے کہ مسلم معاشرے میں ایسے واقعات کی شرح یورپ کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے، تو پھر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ سارے کا سارا اِلزام دینِ اسلام، اور مسلمانوں کے سر تھونپ دیا جائے؟!

بدکاری سے بچنے کے طریقے

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! عورت مشرق میں ہو یا مغرب میں، مسلمان ہو یا غیر مسلم، یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اُسے مُعاشرے کی طرف سے ظلم وستم، مار پیٹ اور جنسی تشدّد کا سامنا ہے، وہ مکمل طور پر کہیں بھی محفوظ نہیں، آوارہ اور بدقماش نوجوان، خواتین کا پیچھا کرتے اور اُن پر آوازیں کَستے ہیں، انہیں دیکھ کر لُچے لفنگے لوفر لوگ سیٹیاں بجاتے ہیں، کوئی لڑکی کہیں تنہا نظر آجائے، تو اُسے گھیر کر ہراساں کرتے ہیں۔

برادرانِ اسلام! یہ رویہ ایک مسلمان کو ہرگز زَیب نہیں دیتا، ہمیں یہ بات ہمیشہ پیشِ نظر رکھنی چاہیے، کہ شریعتِ اسلامیہ میں بدکاری بہت بڑا گناہ اور ناقابلِ مُعافی جُرم ہے، اس فعلِ بد کا ارتکاب کرنے والے کے لیے، دنیا وآخرت میں ذِلّت ورُسوائی اور سزا وعذاب کی بِشارت ہے، لہذا ہمیں چاہیے کہ بدکاری جیسے گندے فعل سے بچنے کے لیے، زُہد وتقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کریں، نماز کی پابندی کریں، نفلی روزوں کی کثرت کریں، حرام دیکھنے سننے سے بچیں، اپنے گناہوں پر نَدامت وپیشمانی کا اِظہار کریں، نیک اَعمال بجالائیں، اللہ والوں کی صحبت اختیار کریں، اور بارگاہِ الٰہی میں سچے دل سے توبہ کریں؛ کہ توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ

وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾[1] "مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے، تو اللہ تعالیٰ اُن کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے!"۔

پردہ اور حجاب کا اہتمام

اسی طرح عورتوں کو بھی چاہیے کہ بے پردہ نہ گھومتی پھریں، چُست لباس ہرگز نہ پہنیں، مرد وزَن کی مخلوط مجالس ومحافل میں شرکت نہ کریں، اسکول، کالج (College)، یونیورسٹی (University) اور آفس (Office) وغیرہ میں غیر محرموں کے ساتھ نشست وبرخاست اور بے تکلف گفتگو نہ کریں، ہر جگہ شرعی پردے کا اہتمام کریں۔

نیز مرد حضرات بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، تمام خواتین کو اپنی ماؤوں بہنوں کی طرح عزّت دیں، تو اس سے کافی حد تک بدکاری کے اسباب پر قابو پایا جا سکتا ہے!۔ علاوہ ازیں فحاشی وعُریانیت پر مبنی فلمیں ڈرامے اور سوشل میڈیا (Social Media) کے ذریعے دیکھی جانے والی گندی فلمیں بھی، بدکاری پھیلانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہیں، اگر حکومت ایسی فلموں، ڈراموں اور پروگرامز پر پابندی عائد کردے، تو بدکاری جیسے گناہِ کبیرہ اور مُعاشرتی برائی کو مزید پھیلنے سے روکا جاسکتا ہے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں قول وعمل کی پارسائی اور پاکدامنی عطا فرما، ہمیں فَحاشی اور بے حیائی سے بچا، بدکاری جیسے گناہ سے محفوظ فرما، ہمیں ظاہری وباطنی طہارت اور پاکیزگی عطا فرما، نیک بننے اور اعمالِ صالحہ بجا لانے کا جذبہ عنایت فرما، ہمارے دلوں میں گناہوں سے نفرت پیدا فرما، ہمیں نفسِ اَمّارہ کے شر وفساد سے بچا، اور نفسِ مطمئنہ عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

---

(۱) پ۱۹، الفرقان: ۷۰.

آقا کریم ﷺ کی گھریلو زندگی

(جمعۃ المبارک ٨٠ ربیع الاوّل ١٤٤٣ھ - ١٥/١٠/٢٠٢١ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّٰهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

دینِ اسلام میں گھریلو زندگی کی اہمیت

برادرانِ اسلام! کسی بھی مُعاشرے کی بقا کا راز، کامیاب گھریلو زندگی میں پنہاں ہے، دینِ اسلام میں اس چیز کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اللہ تعالی نے گھریلو زندگی کو باہمی پیار محبت کے ساتھ ساتھ، اسے اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾[1] "اس (اللہ) کی نشانیوں میں سے ہے، کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے؛ کہ اُن سے آرام پاؤ، اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی، یقیناً اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے!"۔

---

(١) پ٢١، الرُّوم: ٢١.

گھریلو زندگی کا دار و مدار اور امن و سکون، رشتوں کے لحاظ اور پاسداری میں منحصر ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان کسی بھی مذہب یا قوم سے تعلق رکھتا ہو، وہ اُس وقت تک کامیاب گھریلو زندگی (Family Life) نہیں گزار سکتا، جب تک وہ رشتوں کا لحاظ اور پاسداری نہ کرے۔ اللہ رب العالمین ہمیں رشتوں کا لحاظ رکھنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا﴾(۱) "اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو، اور رشتوں کا لحاظ رکھو، یقیناً اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے!"۔

نبئ کریم ﷺ کا مُبارَک اُسوۂ حسَنہ

عزیزانِ محترم! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی گھریلو زندگی، بحیثیت مسلمان ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے، آپ ﷺ نے جس طرح ایک مثالی اور آئیڈیل (Ideal) خانگی زندگی بسر فرمائی، دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی! ہماری بہتری کے پیشِ نظر اللہ تعالی نے ہمیں اپنے حبیب کریم ﷺ کے مُبارَک اُسوۂ حسَنہ کی پیروی کا حکم فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(۲) "یقیناً تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے!"۔ لہٰذا اگر ہم بھی ایک کامیاب اور خوشحال گھریلو زندگی گزارنا چاہتے ہیں، تو ہمیں رشتوں کی پاسداری کے لیے حضور اکرم ﷺ کی مبارک گھریلو زندگی کا مطالعہ کرنا ہوگا، اُن کے اُسوۂ حسَنہ کی پیروی کرنی ہوگی، اور اپنی طرزِ زندگی (Life Style) کو اُس کے مطابق ڈھالنا ہوگا!۔

---

(۱) پ٤، النّساء: ١.

(٢) پ٢١، الأحزاب: ٢١.

رسول اللہ ﷺ کی گھریلو زندگی میں مصروفیات

عزیزانِ مَن! گھر کی چار دیواری میں رسول اللہ ﷺ کے معمولاتِ زندگی کیا تھے؟ تعدُّدِ اَزواج اور منصبِ نبوّت کی ذمّہ داریوں کے باوُجود، آپ ﷺ نے گھریلو زندگی اور دینی ودنیاوی مُعاملات میں باہم توازُن کیسے قائم فرمایا؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب اُمہات المؤمنین -رضی اللہ تعالی عنہنّ- سے بہتر کوئی نہیں دے سکتا! یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں کو جب نبئ کریم ﷺ کی گھریلو زندگی کے معمولاتِ مبارکہ جاننے کا اشتیاق ہوا، توانہوں نے اُم المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے دریافت کیا، کہ نبئ اکرم ﷺ کی اپنے گھر میں کیا مصروفیات تھیں؟ امّ المؤمنین نے فرمایا: «كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ -تَعْنِي فِي خِدْمَة أَهْلِهِ- فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلاَةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلاَةِ»[۱] "نبئ کریم ﷺ اپنے اہل کے کام میں رہتے (یعنی گھریلو کام کاج انجام دینے میں مصروف رہتے) اور جب نماز کا وقت ہوجاتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے"۔

حضور ﷺ کا اَزواجِ مُطہَّرات سے اَخلاقی برتاؤ

حضراتِ گرامی قدر! حضورِ اکرم ﷺ کا اپنی اَزواجِ مطہَّرات سے حُسنِ سُلوک اور اَخلاقی برتاؤ مثالی تھا، آپ ﷺ اَزواجِ مُطہَّرات کی دِلجوئی اور عزّت وتکریم کا پورا پورا خیال رکھتے، اور زبانِ مُبارک سے ایسی کوئی بات نہ فرماتے، جس سے کسی کی دل شکنی کا اندیشہ ہو۔ نبئ کریم ﷺ اپنی اَزواج کی ضروریات کا پورا خیال رکھتے، عفو ودرگزر سے کام لیتے، اُن کی کوتاہیوں کو نظر انداز

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الأذان، ر: ٦٧٦، صـ١١٠.

فرماتے، اُن کے مزاج کا لحاظ رکھتے، انہیں اپنی سہیلوں کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع دیتے، اور انتہائی محبت وشفقت سے مخاطب فرمایا کرتے۔

روایات میں ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا کو محبت بھرے انداز میں بسااوقات یوں خطاب فرماتے: «يا عَائِشَ!»[۱] "اے عائش!"، اور کبھی فرماتے: «يا بِنْتَ الصِّدِّيقِ!»[۲] "اے صدیق کی بیٹی!"، آپ ﷺ کا یہ مبارک اَنداز حضرت سیِّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے آپ ﷺ کی بے پناہ محبت وقُربت کا اظہار ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ صفیّہ رضی اللہ تعالی عنہا سے اعلیٰ اَخلاقی برتاؤ کا مُظاہرہ فرماتے ہوئے، سرورِ کونین ﷺ زمین پر اپنا گھُٹنا مُبارک رکھ کر انہیں اونٹ پر سوار ہونے میں مدد فرماتے، حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «يَجْلِسُ عِندَ بَعيرِه فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ، وَتَضعُ صَفِيّةُ رِجْلَهَا عَلىٰ رُكْبَتِهِ، حَتّٰى تَرْكَبَ»[۳] "رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ کے پاس تشریف فرما ہو کر اپنا گھُٹنا رکھتے، اور حضرت سیّدہ صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا آپ ﷺ کے گھٹنے پر اپنا پاؤں رکھ کر اُونٹ پر سوار ہوتیں"۔

عزیزانِ مَن! رسول اللہ ﷺ کی گھریلو زندگی کا مطالعہ کرنے سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ آپ ﷺ اَزواجِ مُطہّرات کے حالتِ حیض (Menstrual Condition) میں ہونے کے باوُجود اُن کے ساتھ کھانا کھاتے، اور ان کا جھوٹا پانی تک نوش فرمالیتے تھے۔ نماز کی ادائیگی کے لیے جاتے وقت اُن کے چہروں پر بوسہ دیتے،

---

(۱) المرجع نفسه، كتاب الأدب، ر: ٦٢٠١، صـ١٠٧٩.
(۲) "سنن الترمذي" أبواب تفسير القرآن، ر: ٣١٧٥، صـ٧١٩.
(۳) "صحيح البخاري" كتاب المَغازي، ر: ٤٢١١، صـ٧١٥.

اور خوش طبعی کے طور پر کبھی کبھار اُن سے مقابلہ بازی بھی فرمایا کرتے۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں، کہ وہ ایک سفر میں نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ تھیں، ان کا بیان ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ دَوڑ لگائی، تو میں سبقت لے گئی، (کچھ عرصہ کے بعد) جب میرا وَزن بڑھ گیا، اور ہم نے (دوبارہ) دَوڑ لگائی تو آپ ﷺ مجھ پر سبقت لے گئے اور فرمایا: «هٰذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ!»[1] "یہ اُس سبقت (یعنی پہلے والی جیت) کا بدلہ ہوگیا!"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ "یہ ہے اپنی اَزواجِ پاک سے اَخلاق کا برتاوَ۔ ایسے اَخلاق سے گھر جنّت بن جاتا ہے، مسلمان یہ اَخلاق بھول گئے! خیال رہے کہ اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا لڑکپن میں حضور کے نکاح میں آئیں، جبکہ حضور ﷺ کی عمر شریف (اس وقت) پچاس ۵۰ سال کے قریب تھی، اس قدر تفاوُتِ عمر (Age Difference) کے باوُجود آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا کبھی نہ گھبرائیں، کیوں؟ ان اَخلاقِ کریمانہ کی وجہ سے! باقی بیویاں بیوگان اور عمر رسیدہ تھیں، لہٰذا حدیث پر (یہ) اعتراض (وارد) نہیں (کیا جا سکتا) کہ گڑیاں کھلانا، دَوڑ لگانا، کھیل دِکھانا، صرف عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ہی سے کیوں ہے؟ دوسری بیویوں سے کیوں نہیں؟"[2]۔

تعدُّدِ اَزواج کے باوُجود سب کے ساتھ یکساں حُسنِ سُلوک

میرے محترم بھائیو! اپنی بیویوں کے ساتھ حُسنِ اَخلاق، نرمی، شفقت اور

---

(۱) "سنن أبي داود" باب في سبق على الرجل، ر: ۲۵۷۸، صـ۳۷۳.

(۲) "مرآۃ المناجیح" کتاب النکاح، دوسری فصل، ۵/۱۰۷۔

حُسنِ سُلوک سے پیش آنے کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے:
﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾(۱) "ان (بیویوں) سے اچھا برتاؤ کرو!"۔

حدیثِ پاک میں ہے: «اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْراً»(۲) "خواتین سے خیر خواہی کرو!"۔ ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: «إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَاناً، أَحْسَنُهُمْ خُلُقاً، وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ»(۳) "سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جن کے اَخلاق سب سے اچھے ہیں، اور وہ جو اپنے گھر والوں سے نرمی سے پیش آتے ہیں"۔

حضراتِ گرامی قدر! نبئ کریم ﷺ اعلیٰ اَخلاقی کردار اور حُسنِ سُلوک کا عملی نمونہ ہیں، آپ ﷺ نے متعدّد اَزواج ہونے کے باوُجود سب کے مابین عدل ومُساوات قائم رکھا، سب کی باریاں مقرّر فرما کر برابر وقت گزارا، اور سب کی دِلجوئی فرمائی۔ ام المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا ارشاد فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ انصاف سے باریاں تقسیم کرتے، اور بارگاہِ الٰہی عزّوجلّ میں عرض کرتے: «اللَّهُمَّ هَذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ»(٤) "اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جس کا مجھے اختیار ہے، اور مجھے اُس پر ملامت نہ کرنا جو تیرے اختیار میں ہے، اور میں اس (دل کے مَیلان) پر اختیار نہیں رکھتا!"۔

تاجدارِ رسالت ﷺ نے اپنی اَزواجِ مُطہَّرات کے ساتھ حُسنِ سُلوک کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ

---

(١) پ٤، النساء: ١٩.
(٢) "صحيح مسلم" باب الوصية بالنساء، ر: ٣٦٤٤، صـ٦٢٦.
(٣) "سنن الترمذي" أبواب الإيمان، ر: ٢٦١٢، صـ٥٩٤.
(٤) "سنن أبي داود" كتاب النكاح، ر: ٢١٣٤، صـ٣٠٨.

لِأَهْلِي»[1] "تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے بہتر ہوں"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہٗ اِس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "بڑا خلیق وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ خلیق ہو؛ کہ اُن سے ہر وقت کام رہتا ہے، اجنبی لوگوں سے خلیق ہونا کمال نہیں؛ کہ اُن سے ملاقات کبھی کبھی ہوتی ہے"[2]۔

ایک سے زائد بیویاں اور ہمارا طرزِ عمل

حضراتِ ذی وقار! آج کل لوگ دو ۲ بیویوں میں انصاف نہیں کرپاتے، کسی کے پاس زیادہ وقت گزارتے ہیں، توکسی کے پاس کم، اور بعض تو ایسے ہیں کہ دوسری شادی کرتے ہی پہلی بیوی کے حقوق یکسر نظر انداز کرنا شروع کر دیتے ہیں، اُس کے گھریلو اِخراجات میں کمی کر دیتے ہیں، اُس کی ضروریات کا خیال نہیں رکھتے، اس کے پاس وقت نہیں گزارتے، حتی کہ ہفتوں تک شکل نہیں دکھاتے۔ ایسے لوگوں کا یہ روِیہ کسی طور پر قابلِ قبول نہیں، نہ ہی شریعتِ مُطہّرہ ہمیں اس بات کی اجازت دیتی ہے!۔

اس مُعاملے میں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے، کہ تعدُّدِ اَزواج کے باوُجود آپ ﷺ نے کس طرح اپنی تمام اَزواجِ مُطہَّرات کے ساتھ، یکساں سُلوک اور عدل ومُساوات سے کام لیا؟! نبیٔ کریم ﷺ اپنی اَزواجِ مُطہَّرات کے ساتھ، کسی بھی نَوعیت کی حق تلفی کے ہرگز قائل ورَوادار نہیں تھے، آپ ﷺ نے اس سلسلے میں زندگی بھر، نہ خود کبھی حق تلفی کا

---

(۱) "سنن الترمذي" أبوابُ المناقب، ر: ۳۸۹۵، صـ۸۷۸.

(۲) "مرآۃ المناجیح" "کتاب النکاح، دوسری فصل، زیرِ حدیث: ۳۲۵۲، ۵/۱۰۸۔

مُظاہرہ فرمایا، نہ ہی کسی زَوجۂ محترمہ کو اس بات کی اجازت دی۔

نبئ کریم ﷺ کی بچوں سے محبت

حضراتِ گرامی قدر! مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی گھریلو زندگی کا ایک پہلو، آپ ﷺ کی بچوں سے محبت اور اُن پر رحمدلی و مہربانی بھی ہے، سرکارِ دو عالم ﷺ کو بچوں سے بڑا پیار تھا، آپ ﷺ اُن سے سلام لیتے، خوش مزاجی سے پیش آتے، کبھی انہیں کندھوں پر بٹھاتے، کبھی گود میں لے کر خوب پیار کرتے اور چوما کرتے۔

حضرت سیّدنا انس بن مالک رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ حضور رحمتِ عالم ﷺ کی بچوں سے محبت و مہربانی کے بارے میں فرماتے ہیں: «مَا رَأَيْتُ أَحَداً كَانَ أَرْحَمَ بِالْعِيَالِ، مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ»[1] "میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر، بچوں پر مہربانی فرمانے والا کسی کو نہیں دیکھا!"۔

ایک بار کوئی دیہاتی شخص نبئ پاک ﷺ کے پاس آیا، اور حیرت سے کہنے لگا: آپ لوگ بچوں کو چُومتے ہیں؟ ہم تو انہیں نہیں چُومتے! نبئ رحمت ﷺ نے فرمایا: «أَوَ أَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ!»[2] "میں اس کے سِوا کیا کہوں، کہ اللہ نے رحمدلی کی نعمت سے تمہیں محروم رکھا ہے!"۔

اولاد میں بیٹا یا بیٹی کی بنیاد پر تفریق کی ممانعت

میرے محترم بھائیو! آج عموماً دیکھنے میں آتا ہے، کہ لوگ بیٹے اور بیٹی میں تفریق کرتے ہیں، بیٹی کی بہ نسبت بیٹے سے زیادہ پیار کرتے ہیں، اس کے ناز نخرے زیادہ

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الفضائل، ر: ٦٠٢٦، صـ١٠٢٣.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٥٩٩٨، صـ١٠٤٩، ١٠٥٠.

اٹھاتے ہیں، جبکہ بیٹیوں کی پیدائش کو منحوس جانتے ہیں، انہیں پرایا دھن سمجھ کر بوجھ خیال کرتے ہیں۔ ایسے خیالات زمانۂ جاہلیت کی علامت ہیں، آقائے دو جہاں ﷺ نے ہمیں ایسی تفریق سے منع فرمایا ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «اتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ!»[1] "اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان برابری رکھو!"۔

ایک روایت میں ہے کہ کوئی شخص حضور نبئ کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اس کا بچہ آیا، اس نے اسے اُٹھایا، چوما اور اپنی گود میں بٹھالیا، پھر کچھ دیر بعد اس کی بچی آئی تو اس نے اسے اُٹھایا اور اپنی ایک جانب بٹھادیا، رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: «فَمَا عَدَلْتَ بَيْنَهُمَا!»[2] "تم نے ان دونوں کے درمیان برابری نہیں کی!"۔ لہٰذا نبئ کریم ﷺ کی گھریلو زندگی سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے، کہ اَولاد کے ساتھ ترجیحی یا امتیازی سُلوک ہرگز نہ برتا جائے، اُن سے پیار کیا جائے، اگر گھر میں کوئی کھانے کی چیز یعنی مٹھائی یا پھل وغیرہ لائیں، تو بیٹیوں کو پہلے دیں، اللہ کی رحمت جان کر اُن کی اچھی تعلیم وتربیت کریں، کہ یہ بھی ذریعۂ بخشش اور جنّت کے وسیلوں میں سے ایک بہترین وسیلہ ہے۔

خادموں کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ

حضراتِ ذی وقار! گھر ہو یا دفتر، اسکول ہو یا دکان، کارخانہ ہو یا فیکٹری (Factory)، ہر انسان کا اپنی اپنی فیلڈ (Field) کے حساب سے خادموں، نوکروں، ملازموں اور مزدوروں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے، ان کے ساتھ نرمی وشفقت سے پیش آنا چاہیے، لیکن عموماً دیکھا یہ گیا ہے کہ لوگ ان کی معمولی سی کوتاہی، لغزش

---

(۱) المرجع نفسه، باب الإشْهَادِ فِي الْهِبَة، ر: ۲۵۸۷، صـ۴۱۸.

(۲) "شعب الإيمان" باب في حقوق الأولاد والأهلين، ر: ۸۷۰۰، ۶/ ۲۹۱۰.

یا بھول چُوک پر ان کی بڑی تذلیل کرتے ہیں، انہیں ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ تک کرتے ہیں، بلکہ گھروں میں کام کاج کرنے والی خواتین اور بچیوں کے جسم کو استری یا لوہے کے راڈ (Iron Rod) وغیرہ کے ساتھ داغنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا! یہ انتہائی غیر انسانی سُلوک ہے، مذہبِ اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا!۔

میرے عزیزو! مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی گھریلو زندگی اور شب وروز کا مطالعہ کیا جائے، تو پتہ چلتا ہے کہ نبئ کریم ﷺ اپنے خادمین کے ساتھ بھی انتہائی شفقت سے پیش آیا کرتے، ان سے پیار کرتے، انہیں زیادہ روک ٹوک نہ فرماتے، بلکہ ان کی غلطی یا کوتاہی پر عفوودرگزر سے کام لیا کرتے۔

حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ تاجدارِ رسالت ﷺ کے انتہائی قریبی صحابی اور وفادار خادم تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بہت قریب سے دیکھا، اور آپ ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کا بڑی گہرائی سے مشاہدہ کیا، آپ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشَرَ سِنِيْنَ بِالْمَدِيْنَةِ وَأَنَا غُلَامٌ، لَيْسَ كُلُّ أَمْرِي كَمَا يَشْتَهِي صَاحِبِي أَنْ يَكُوْنَ عَلَيْهِ، مَا قَالَ لِي فِيْهَا: "أُفٍّ" قَطُّ، وَمَا قَالَ لِيْ: "لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟" أَمْ "أَلَّا فَعَلْتَ هٰذَا"»[۱] "میں نے مدینہ منوّرہ میں نبئ کریم ﷺ کی دس ۱۰ سال خدمت کی، اور میری کم عمری کے باعث ہر کام نبئ رحمت ﷺ کی مرضی کے مطابق نہیں ہو پاتا تھا، لیکن میرے کسی کام پر مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے، کبھی مجھے "اُف" تک نہیں کہا، اور نہ یہ فرمایا کہ "تم نے یہ کیوں کیا؟"، یا "ایسے کیوں نہیں کیا؟"۔

(۱) "سُنَنُ أبي داود" باب في الحلم وأخلاق النبي ﷺ، ر: ٤٧٧٤، صـ٦٧٦.

گھریلو ملازموں کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر گالی دینا، اب ایک عام سی بات سمجھی جاتی ہے، یہ انتہائی معیوب اَمر ہے، اس بارے میں نبئ کریم ﷺ کا طرزِ عمل بتاتے ہوئے حضرت سیِّدنا اَنس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: «لَمْ يَكُنْ رَسُولُ الله ﷺ فَاحِشاً، وَلَا لَعَّاناً، وَلَا سَبَّاباً»[1] "رسول اللہ ﷺ نہ فحش گوئی کرتے، نہ لعن طعن کرتے، اور نہ کبھی گالی دیتے"۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ہمیں اپنے ماتحتوں کا ہر طرح سے خیال رکھنے کا حکم دیا ہے، حدیثِ پاک میں ہے: «يَا أَبَا ذَرٍّ!... مَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِه فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوْهُمْ»[2] "اے ابوذر! جس کے ماتحت اس کا کوئی مسلمان بھائی کام کرتا ہو، تو اُسے چاہیے کہ جو خود کھائے ویسا اُسے بھی کھلائے، جیسا خود پہنے ویسا اُسے بھی پہنائے، اُن سے ایسا کام نہ لو جو اُن کی طاقت سے باہر ہو، اور اگر ایسا کوئی کام ان کے ذمّہ لگاؤ، تو خود بھی ان کی مدد کیا کرو!"۔

حضرت سیِّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں، کہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم اپنے خادم کو کتنی بار مُعاف کریں؟ آپ ﷺ (سن کر) چپ رہے، پھر اس نے اپنی بات دہرائی، آپ ﷺ پھر خاموش رہے، تیسری بار جب اس نے اپنی بات دہرائی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «اعْفُوا عَنْهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً»[3] "ہر دن ستّر ۷۰ بار اسے مُعاف کیا کرو!"۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٦٠٤٦، صـ١٠٥٦.
(٢) المرجع نفسه، باب المعاصي من أمر الجاهلية، ر: ٢٢، صـ٨.
(٣) "سنن أبي داود" باب في حقّ المملوك، ر: ٥١٦٤، صـ٧٢٥.

کامیاب گھریلو زندگی گزارنے کے لیے چند اہم نکات

حضراتِ ذی وقار! کامیاب گھریلو زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے، کہ قرآن وسنّت کے اَحکام کی تعمیل کی جائے، اور رسولِ اکرم ﷺ کے اُسوۂ حسَنہ کی پیَروی کی جائے۔ اس سلسلے میں حسبِ ذیل نِکات پر عمل بہت مفید ہوگا:

(۱) کامیاب گھریلو زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے، کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ حُسنِ سُلوک کا مُظاہرہ کرے، اچھی باتوں پر اس کی تحسین کرے، اور معمولی غلطیوں کوتاہیوں کو نظر انداز کرکے عفو ودرگزر سے کام لے۔ رحمتِ کونین ﷺ نے خواتین سے اچھے برتاؤ کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقاً، رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ»[۱] "کوئی مسلمان مرد مسلمان عورت سے متنفّر نہ ہو، اگر کسی ایک عادت سے وہ ناخوش ہے، تو اس کی کسی دوسری خصلت سے خوش بھی تو ہوگا!"۔

(۲) مرد وعورت ایک خاندان کے دو۲ فرد ہیں، دونوں پر لازم ہے کہ بحیثیت میاں بیوی اپنی اپنی ذمّہ داری کو احسن انداز سے نبھانے کی کوشش کریں، ورنہ روزِ محشر دونوں سے جواب طلبی ہوگی۔ حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا، وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا»[۲] "مرد اپنے اہل کا نگہبان ہے، اُس سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، اسی طرح عورت بھی اپنے شوہر کے

---

(۱) "صحيح مسلم" باب الوصيّة بالنّساء، ر: ٣٦٤٥، صـ٦٢٦.

(۲) "صحيح البخاري" باب الجمعة في القرى والمدن، ر: ٨٩٣، صـ١٤٤.

گھر میں نگہبان ہے، اور اُس سے بھی اپنی ذمّہ داریوں کے بارے میں پوچھا جائے گا!"۔

(۳) بعض لوگ عورت (بیوی) کو اپنے جوتے کی نوک برابر جانتے ہیں، ایسی سوچ سراسر حماقت وجہالت کی نشانی ہے، لہٰذا اس کے حقوق کا لحاظ رکھنا ہر مسلمان کی ذمّہ داری ہے۔

(۴) شوہر کو چاہیے کہ اپنی اولاد بالخصوص بیٹیوں کی شادی کرتے وقت اپنی زوجہ (یعنی بیٹیوں کی ماں) سے مشورہ ضرور کرے، کہ حدیثِ پاک میں اس کا حکم ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «آمِرُوا النِّسَاءَ فِي بَنَاتِهِنَّ»[1] "خواتین سے ان کی بیٹیوں (کی شادی) کے بارے میں مشورہ کیا کرو!"۔

(۵) اچھی گھریلو زندگی گزارنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے، کہ شوہر کام کاج سے لَوٹ کر جب وقت گھر آئے، تو اس کی آمد سے قبل ہی عورت مناسب زَیب وزینت اختیار کرے؛ تاکہ اسے دیکھتے ہی شوہر کے دل کو راحت ملے، اور اس کا دل کسی غیر عورت کی طرف مائل نہ ہو۔ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی کہ عورتوں میں کون بھلی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: «الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلاَ تُخَالِفُهُ فِيمَا يَكْرَهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ»[2] "جسے دیکھ کر شوہر خوش ہو جائے، اور کوئی حکم دے تو اِطاعت کرے، اور اپنے (بناؤ سنگھار کے) بارے میں شوہر کی مخالفت نہ کرے، اور خاوند کا مال سلیقے سے خرچ کرے"۔

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب النكاح، باب في الاستيمار، ر: ٢٠٩٥، صـ٣٠٣.

(٢) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، ر: ٩٦٦٤، ٣/ ٤٣٩.

(۶) عورت کو چاہیے کہ شوہر کی عدم موجودگی میں اس کے گھر بار، مال ودَولت اور عزّت وآبرُو کی حفاظت کرے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾[1] "تونیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں، خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا"۔

(۷) اگر میاں بیوی میں کسی بات پر شدید ناچاقی ہو جائے، تو دونوں خاندانوں کے بڑے بزرگوں کو چاہیے، کہ ان میں باہم صلح کروا دیں؛ کہ اُن کی معمولی سی کوشش کسی کا اُجڑتا ہوا گھر دوبارہ آباد کر سکتی ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا﴾[2] "اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو، تو ایک فیصلہ کرنے والا، مرد والوں کی طرف سے، اور ایک عورت والوں کی طرف سے بھیجو، یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں ملاپ کر دے گا، یقیناً اللہ جاننے والا خبردار ہے!"۔

دعا

اے اللہ! ہماری عائلی (گھریلو) زندگی کو کامیاب بنا، خانگی مُعاملات میں بھی ہمیں رسول اللہ ﷺ کے نقشِ قدم کی پیَروی کا جذبہ عنایت فرما، اپنے اہل وعِیال کے حقوق ادا کرنے کی توفیق وسعادت عطا فرما، ہمارے گھروں کو محبت ورَحمت کا گہوارہ بنا، آمین یارب العالمین!۔

---

(۱) پ۵، النساء: ۳٤.

(۲) پ۵، النساء: ۳۵.

تعظیمِ نبی ﷺ

(جمعۃ المبارک ۱۵ ربیع الاوّل ۱۴۴۳ھ - ۲۲/۱۰/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

تعظیمِ نبی ﷺ کی اہمیت وفضیلت

برادرانِ اسلام! مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی تعظیم فرضِ عین ہے، آپ ﷺ کے ادب واحترام اور تعظیم کے بغیر کسی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا، تعظیمِ نبی ﷺ ایک ایسا اَمرِ عظیم ہے، جس کو قرآن وحدیث میں بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ۝٨ لِّتُؤۡمِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ﴾[1] "یقیناً ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر گواہ، اور خوشی اور ڈر سناتا؛ تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو!"۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت وتعظیم اور نصرت وپیروی، فلاح وکامرانی کی ضمانت

(۱) پ٢٦، الفتح: ٨، ٩.

ہے، اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[1] "تو وہ جو اِس (محمد مصطفی ﷺ) پر ایمان لائیں، اس کی تعظیم کریں، اسے مدد دیں، اور اس نُور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا، تو وہی لوگ بامُراد ہوئے!"۔

بارگاہِ رسالت ﷺ کا ادب واحترام اور تعظیم کرنے والے، اللہ تعالی کے چُنیدہ بندوں میں سے ہیں، اُن کے لیے بخشش کے ساتھ ساتھ بہت بڑے اَجر وثواب کا وعدہ ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ﴾[2] "یقیناً وہ جو رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں (براہِ ادب وتعظیم) پست کرتے ہیں، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے!"۔

تعظیمِ نبی ﷺ ...رکنِ ایمان ہے

حضراتِ ذی وقار! سرورِ کونین ﷺ کی تعظیم وتوقیر رُکنِ ایمان، اور ایمان کے بعد ہر فرض سے مقدّم ہے، جب تک کسی انسان کے دل میں نبئ کریم ﷺ کی محبت، تعظیم وتوقیر، اس کے ماں باپ، اولاد، جان ومال اور تمام جہان سے زیادہ نہ ہو، وہ کامل مؤمن نہیں ہوسکتا۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﰳاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا

(۱) پ۹، الأعراف: ۱۵۷.

(۲) پ۲۶، الحجرات: ۳.

حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾[1] "آپ فرما دیجیے! کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری عورتیں، تمہارا کُنبہ، تمہاری کمائی کے مال، اور وہ سَودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہاری پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول، اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں، تو راستہ دیکھو (انتظار کرو) یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے، اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا!"۔

ایک مسلمان کے لیے نبئ کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور محبت وعقیدت، نہ صرف فرض ہے بلکہ اس کے تمام مال ومتاع اور عزیز ترین خونی رشتوں سے بھی مقدّم ہے، لہٰذا جو شخص دل وجان سے مصطفی جانِ رحمت ﷺ سے محبت کا دعویدار ہے، اس پر لازم ہے کہ رحمتِ عالمیان ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرے؛ کہ نبئ کریم ﷺ کے مُعاملے میں محبت وتعظیم ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں، اگر دل میں تعظیمِ نبی ﷺ کے جذبات نہ ہوں، تو محبت کا دعوی جھوٹا اور بے بنیاد ہے!۔

تعظیمِ نبی ﷺ کے آداب اور ذاتِ باری تعالی

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام میں تعظیمِ نبی ﷺ کا پہلو کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ خالقِ کائنات نے سرورِ کونین ﷺ کے ساتھ گفتگو کرنے، اور اُن کے ساتھ چلنے پھرنے کے آداب تک بیان فرمائے، ارشاد فرماتا ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ

(۱) پ۱۰، التوبة: ۲٤.

﴿وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو! اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سنتا جانتا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اونچی نہ کرو، اور ان کے حضور بات چِلّا کر نہ کہو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ چِلّاتے ہو؛ کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت (ضائع) ہوجائیں، اور تمہیں خبر بھی نہ ہو!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ان آیاتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "تمہیں لازم ہے کہ اصلاً تم سے تقدیم (یعنی آگے بڑھنے یا پہل کرنے کا اَمر) واقع نہ ہو، نہ قول میں نہ فعل میں؛ کہ تقدیم کرنا رسول اللہ ﷺ کے ادب واحترام کے خلاف ہے، بارگاہِ رسالت میں نیازمندی وآداب لازم ہیں"[2]۔

صدر الاَفاضل رحمۃ اللہ تعالی علیہ سورۂ حجرات کی دوسری آیتِ مبارکہ کے تحت مزید فرماتے ہیں کہ "اس آیتِ مبارکہ میں حضور ﷺ کا اِجلال واِکرام اور ادب واحترام تعلیم فرمایا گیا، اور حکم دیا گیا کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں، جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہیں اس طرح نہ پکاریں! بلکہ کلماتِ ادب وتعظیم وتوصیف وتکریم واَلقابِ عظمت کے ساتھ عرض کرو جو عرض کرنا ہو؛ کہ ترکِ اَدب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے!"[3]۔

عزیزانِ مَن! جس اندازِ گفتگو یا الفاظ سے نبئ کریم ﷺ کی شان وعظمت یا تعظیم میں ذرّہ برابر بھی کمی کا اندیشہ ہو، یا توہین وتنقیص کا کوئی ادنیٰ سا بھی شائبہ ہو،

---

(١) پ٢٦، الحجرات: ١، ٢.
(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۶، حُجرات، زیرِ آیت:۱، صـ۹۴۔
(۳) ایضاً، زیرِ آیت:۲۔

رحمتِ عالمیان ﷺ کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں؛ یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو حضورِ اکرم ﷺ کے لیے لفظ "راعِنا" استعمال کرنے سے منع فرمادیا گیا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم لفظ "راعنا" کو "رعایت" کے معنوں میں استعمال کرتے تھے، مثلاً راعنا یارسولَ اللہ (یعنی اے اللہ کے رسول! ہمارے حال کی رعایت فرمائیں) جبکہ یہود اپنی لُغت کے اعتبار سے بُرا معنی مُراد لے کر، حضورِ اکرم ﷺ کی توہین کا قصد کیا کرتے، تنقیص کے اسی پہلو کے پیشِ نظر بارگاہِ الٰہی سے حضور رحمتِ عالم ﷺ کے لیے اس لفظ کے استعمال کی، ہمیشہ کے لیے مُمانعت فرمادی گئی، قرآنِ پاک میں اس مُمانعت کا یوں ذکر ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا﴾[1]

"اے ایمان والو "راعنا" نہ کہو! اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں!"۔

صدر الاَفاضل مفتی سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نُزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حضورِ اقدس ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو کچھ تعلیم وتلقین فرماتے، تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کرتے: "راعنا یا رسولَ اللہ!" اس کے یہ معنی تھے کہ یارسولَ اللہ! ہمارے حال کی رعایت فرمائیں، یعنی کلامِ اقدس کو اچھی طرح سمجھنے کا موقع دیجیے، یہود کی لُغت میں یہ کلمہ سُوءِ ادب کے معنی رکھتا تھا، انہوں نے اس نیّت سے کہنا شروع کیا، حضرت سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالی عنہ یہود کی اصطلاح سے واقف تھے، آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ کلمہ ایک روز اُن (یہود) کی زبان سے سن کر فرمایا: اے دشمنانِ خدا! اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اس کی گردن مار دُوں گا! یہود نے کہا کہ آپ ہم پر توبرہم ہوتے ہیں (جبکہ) مسلمان

(١) پ١، البقرة: ١٠٤.

بھی تو یہی کہتے ہیں، اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنجیدہ ہو کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے، کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں ﴿رَاعِنَا﴾ کہنے کی مُمانعت فرمادی گئی، اور اس معنیٰ کا دوسرا لفظ ﴿انْظُرْنَا﴾ "حضور ہم پر نظر رکھیں" کہنے کا حکم ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و توقیر، اور ان کی جناب میں کلماتِ ادب عرض کرنا فرض ہے، اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا شائبہ بھی ہو، وہ زبان پر لانا ممنوع ہے"[1]۔

لہٰذا تاجدارِ رسالت ﷺ کا جب بھی ذکرِ خیر ہو، تو اس میں ایسے الفاظ کا استعمال ہرگز نہ کیا جائے، جو اُن کی شان کے لائق نہیں، یا اُن سے تعظیمِ نبی ﷺ میں کمی کا کوئی شائبہ ہو۔

میرے محترم بھائیو! دعوت و تبلیغ سے وابستہ بعض لوگ، نبئ کریم ﷺ کے ذکر پر اَلقاب کے بجائے، صرف آپ ﷺ کا اسمِ گرامی "محمد ﷺ" کا بہت ذکر کرتے ہیں کہ "محمد ﷺ نے یوں فرمایا"، یا "محمد ﷺ کی سُنّت ہے" وغیرہ وغیرہ۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تعظیم وادب کا تقاضا ہے، کہ سرورِ کونین ﷺ کے اسمِ گرامی کے بجائے، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح "قال رسولُ الله ﷺ" (اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا)، یا «سنّة نبيّكم» (تمہارے نبی کی سنّت) وغیرہما جیسے الفاظ استعمال کیے جائیں؛ کہ اس میں ادب، احترام اور تعظیمِ نبی ﷺ کا پہلو زیادہ نمایاں ہے، ہاں اگر اسمِ گرامی کے ساتھ کوئی لقب (مثلاً محمد رسول اللہ ﷺ) بھی ذکر کر دیا جائے، تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ ۱، بقرہ، زیرِ آیت: ۱۰۴، ص ۳۶۔

بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں عامیانہ انداز اختیار کرنے کی مذمت

عزیزانِ مَن! بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں اپنی آوازیں بلند کرنا، یا نبئ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو عامیانہ انداز میں پکارنا، خلافِ ادب واحترام اور تعظیمِ نبی کے مُنافی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾[1] "یقیناً وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں اکثر بےعقل ہیں، اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ (یعنی اپنی مرضی سے) اُن کے پاس تشریف لاتے، تو یہ اُن کے لیے بہتر تھا!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نُزول بیان فرماتے ہیں کہ "یہ آیت وفدِ بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی، کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں دوپہر کو پہنچے، جبکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (اس وقت) آرام فرما رہے تھے، اُن لوگوں نے حجروں کے باہر سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پکارنا شروع کیا، حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے آئے۔ اُن لوگوں کے حق میں یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی، اور اِجلالِ شانِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بیان فرمایا گیا، کہ بارگاہِ اقدس میں اس طرح پکارنا جہل وبےعقلی ہے! اور (اس آیتِ مبارکہ میں) ان لوگوں کو ادب کی تلقین کی گئی!"[2]۔

میرے محترم بھائیو! یہاں غور وفکر کا مقام یہ ہے، کہ جب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں صرف آواز بلند کرنے پر، زندگی بھر کی تمام نیکیاں (بشمول حج،

---

(١) پ٢٦، الحجرات: ٤، ٥.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۶، حُجرات، زیرِ آیت: ۴، ص۹۴۸۔

عمرہ، زکات، صدَقات وغیرہ) اکارت وبرباد ہوسکتی ہیں، توپھر اُن کی شان میں توہین وتنقیص یا گستاخی کی جسارت کرنے والا، عذابِ الٰہی سے کیسے بچ سکتا ہے؟! وہ آزادئ اظہار رائے (Freedom of Expression) یالاعلمی کا عذرِ لنگ تراش کر، اپنی جان کیسے چھڑا سکتا ہے؟! کوئی مسلم حکمران یا جج (Judge) ایسے گستاخ کو باعزّت بَری کرکے، بیرونِ ملک جانے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟! ایسوں کو یہ اَمر ذہن نشین کرلینا چاہیے، کہ ایک دن انہیں اللہ جَلّ جَلالہٗ کے حضور پیش ہونا ہے! اپنے ایسے غیر شرعی اِقدامات کا اُن کے پاس اُس دن کیا جواز ہوگا؟!

تعظیمِ نبی ﷺ کے چند تقاضے

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! آج ہر مسلمان محبتِ رسول اور تعظیمِ نبی ﷺ کا دم بھرتا ہے، خود کو پکا سچا عاشقِ رسول سمجھتا ہے، غلامئ رسول میں موت قبول کرنے کا بھی دعویدار ہے، لیکن در حقیقت اپنے دعوے میں سچا صرف وہی ہے، جس کا اوڑھنا بچھونا، اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا نبئ کریم ﷺ کی سنّت کے مطابق ہو، جو حضور رحمتِ عالم ﷺ کے دِین کو تخت پر لانے کے لیے کوشاں ہو، کفر کے خلاف عملی جہاد کے لیے بے قرار ہو، حضور جانِ عالَم ﷺ کی عزّت وناموس کے لیے مر مٹنے کے لیے ہر دَم تیار ہو، رحمتِ عالمیان ﷺ کی شان وعظمت اور تعظیم وتوقیر کی خاطر، اپنا مال ودَولت اور اقتدار سب قربان کرنے کی ہمت رکھتا ہو، گستاخانِ رسول کے لیے کوئی نرم گوشہ نہ رکھتا ہو، سروَرِ عالَم ﷺ کو ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتا ہو؛ کہ یہ کمالِ ایمان، اور تعظیمِ نبی ﷺ کا تقاضا ہے!۔

حضرت سیّدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رَحمتِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ، مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ»(۱) "تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں!"۔

تعظیمِ نبی ﷺ کے تقاضوں میں سے ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے، کہ اللہ ورسول ﷺ کے اَحکام کی تعمیل وپیَروی کی جائے، بلا چُون وچرا انہیں دل وجان سے قبول کیا جائے، اور اپنی رائے یا عقل کے گھوڑے نہ دَوڑائے جائیں، اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾(۲) "جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو، اور جس سے منع فرمائیں (اس سے) باز رہو! اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ کا عذاب شدید ہے!"۔

حضراتِ گرامی قدر! کفّار ومشرکین اور ملحدین ومستشرقین (Atheists and Orientalists) کی طرف سے، رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پر وارد کیے جانے والے، بے بنیاد اعتراضات کا مدلّل جواب بھی، تعظیمِ نبی ﷺ کا تقاضا ہے۔ آج سوشل میڈیا (Social Media) وغیرہ کے ذریعے، آزادئ اظہارِ رائے (Freedom of Expression) کے نام پر، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی شان میں جس قدر توہین وتنقیص، اور اِہانت کی جارہی ہے، ماضی بعید میں شاید اس کی مثال نہ مل سکے! کہیں گستاخانہ خاکے بنائے جارہے ہیں، کہیں تھیٹر ڈراموں (Theater Plays) کی آڑ میں تاجدارِ

(۱) "صحيح البخاري" باب حبُّ الرّسول ﷺ من الإيمانِ، ر: ۱۵، صـ٦.

(۲) پ۲۸، الحشر: ۷.

رسالت ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائی کی جارہی ہے، کہیں آرٹ (Art) کے نام پر توہین آمیز پینٹنگز (Paintings) بنائی جارہی ہیں، تو کہیں فلموں میں کردارکشی کا سلسلہ جاری ہے۔

یہ لوگ (یعنی یہود ونصاریٰ) اپنی ان بیہودہ حرکتوں سے ہمارے دلوں سے ہمارے پیارے نبی ﷺ کی عزّت واحترام، محبت وعقیدت اور تعظیم ختم کرنا چاہتے ہیں؛ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں اپنے نبی ﷺ کے لیے محبت وتعظیم کے جذبات باقی ہیں، انہیں شکست نہیں دی جاسکتی! انہیں لبرل ازم اور سیکولرازم (Liberalism and Secularism) کا سبق پڑھاکر، برائے نام مسلمان نہیں بنایا جاسکتا!۔

لہٰذا ہم دنیا بھر کے تمام اسلامی ممالک کے سربراہان سے گزارش کرتے ہیں، کہ اُمّتِ مسلمہ کے قلبی جذبات کو مجروح (زخمی) کردینے والے، ایسے واقعات کی روک تھام کے سلسلے میں اپنا اپنا کردار ادا کریں! سب مل کر ایک مؤثر وتوانا آواز بلند کریں، اور اقوامِ متحدہ کی سطح (UN Level) پر ایسی قانون سازی کروائیں، کہ پھر دنیا بھر میں کسی کو ایسی ناپاک جسارت کرنے کی جرأت نہ ہوسکے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں انبیائے کرام علیہم السلام کی تعظیم وتوقیر بجالانے کی توفیق مرحمت فرما، ان کا ادب واحترام کرنے کی سعادت نصیب فرما، حضورِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کی پیَروی کا جذبہ عنایت فرما، دینِ اسلام کے خلاف ہونے والی عالمی سازشوں کو ناکام بنا، کفّار ومشرکین اور مُلحدین کو نیست ونابُود فرما، اور دینِ اسلام کا بول بالا فرما، آمین یارب العالمین!۔

جہیز کی شرعی حیثیت

(جمعۃ المبارک ۲۲ ربیع الاوّل ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۱/۱۰/۲۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آله وصحبه أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

جہیز کا لُغوی واصطلاحی معنی

برادرانِ اسلام! جہیز کا لُغوی معنی سامان تیار کرنا ہے۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لفظ جہیز کا اِصطلاحی معنی بیان فرماتے ہیں کہ "جہیز اس سامان کو کہا جاتا ہے جو کسی (میّت، مسافر، یا دُلہن) کے لیے تیار کیا جاتا ہے، لفظ "تجہیز" بھی اسی سے ہے، جس کا معنی اس سامان کو اٹھانا یا بھیجنا ہے"[1]۔

جہیز کے بارے میں شرعی حکم

عزیزانِ محترم! اپنی استطاعت، رِضامندی، خوشی اور کسی مُطالبے کے بغیر، بیٹیوں کو شادی کے موقع پر، ضروریاتِ زندگی سے متعلق کچھ سامان، بطورِ تحفہ دینا سنّت ہے، عُرفِ عام میں اسی کو جہیز کہا جاتا ہے۔ ایسا کرنا جائز، باعثِ اجر وثواب،

---

(١) "مفردات الراغب الأصفهاني" جهز، صـ١٠٠.

محبتوں میں اضافہ، اور کینے کو ختم کرنے کا سبب ہے۔ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «تَهَادُوْا تَحَابُّوا»[1] "ایک دوسرے کو تحفہ دو، باہم محبت بڑھے گی"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «تَهَادَوْا؛ فَإِنَّ الهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ»[2] "باہم تحفہ دو؛ کہ تحفہ کینے (عداوَت) کو دُور کرتا ہے"۔

بابرکت نکاح

عزیزانِ مَن! نکاح میں خیر وبرکت قیمتی عروسی ملبوسات (Wedding Dresses)، مہنگے شادی ہالوں (Wedding Halls)، سینکڑوں باراتیوں اور بھاری جہیز پر منحصر نہیں، بلکہ جو نکاح فریقین (یعنی دولہا دلہن دونوں طرف کے لوگوں) کے لیے جتنا کم خرچ میں ہوگا، وہ اُتنا ہی بابرکت ہوگا! حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً، أَيْسَرُهُ مَؤُونَةً»[3] "بڑی برکت والا نکاح وہ ہے جس میں بوجھ کم ہو!"۔

"یعنی جس نکاح میں فریقین کا خرچ کم کروایا جائے، مہر بھی معمولی ہو، جہیز بھاری نہ ہو، کوئی جانب مقروض نہ ہو جائے، کسی طرف سے شرط سخت نہ ہو، اللہ کے توکُّل پر لڑکی دی جائے، وہ نکاح بڑا ہی بابرکت ہے، ایسی شادی خانہ آبادی ہے۔ آج ہم حرام رسموں، بیہودہ رَواجوں کی وجہ سے شادی کو خانہ بربادی، بلکہ خانہائے

---

(١) "مُسند أبي يعلى الموصلي" مسند أبي هريرة، ر: ٦١٤١، ٤/ ٤٦٥.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب الولاء والهبة، ر: ٢١٣٠، صـ٤٨٩.

(٣) "شعب الإيمان" ٤٢- باب في الاقتصاد ...إلخ، ر: ٦٥٦٧، ٥/ ٢٢٣٩.

بربادی بنالیتے ہیں، اللہ تعالی (ہمیں) اس حدیثِ پاک پر عمل کی توفیق دے!""[1]۔

سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جہیز

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زمین وآسمان کے خزانوں کی کنجیاں عطاکی گئیں، اگر چاہتے تو پہاڑ سونے کے بن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے، اس کے باوُجود نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہزادئ کونین سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح نہایت سادگی سے فرمایا، اور بطورِ جہیز روزمرہ ضروریاتِ زندگی کاکچھ سامان عنایت فرمایا۔

حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «جَهَّزَ رَسُولُ الله ﷺ فَاطِمَةَ فِي خَمِيلٍ، وَقِرْبَةٍ، وَوِسَادَةٍ حَشْوُهَا إِذْخِرٌ»[2] "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہیز میں ایک چادر، ایک مشکیزہ اور ایک تکیہ جس میں اِذخر نامی گھاس بھری ہوئی تھی، تیار کرکے عنایت فرمایا"۔

جہیز کی تیاری شوہر کی ذمّہ داری ہے

حضراتِ محترم! آج کل لڑکے (دولہا) والوں کی جانب سے جہیز کے لیے بڑی لمبی چوڑی فہرستیں آتی ہیں، اور بڑے دھڑلے سے مطالبہ کیا جاتا ہے، کہ فُلاں فُلاں چیز جہیز میں لازمی ہونی چاہیے، بلکہ بعض تو برانڈ (Brand)، دکان اور شاپنگ مال (Shopping Mall) کا نام تک بتاکر اس بات کا پابند کرتے ہیں، کہ خریداری وہیں سے کرنا... وغیرہ وغیرہ۔

بدقسمتی سے بعض دیندار، پابندِ شرع اور اچھے خاصے پڑھے لکھے گھرانے

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" نکاح کا بیان، تیسری فصل، زیرِ حدیث: ۳۰۹۷، ۵/۱۱۔

(۲) "سنن النَّسائي" باب جهاز الرجل ابنته، ر: ۳۳۸۱، الجزء ٦، صـ۱۳٥.

(Families) بھی، جہیز کے مُعاملے میں انتہائی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں، لڑکی (دلہن) والوں سے بہر صورت جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں، اور جہیز نہ دینے کی صورت میں رشتہ توڑنے تک کی دھمکی دیتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی مذموم اَمر ہے، ایک مسلم مُعاشرے میں ایسا روِیہ کسی طور پر قابلِ قبول اور شریعت کے مطابق نہیں؛ کیونکہ دلہن کی رہائش، کھانے پینے، کپڑوں کے اِخراجات اور گھر کا ساز وسامان، مثلاً برتن یا فرنیچر (Furniture) وغیرہ، سب کی تیاری وفراہمی شوہر کی ذمّہ داری ہے، عورت کا ان مُعاملات سے کوئی لینا دینا نہیں، یہ سب چیزیں نان نفَقہ وسُکنی (عورت کے اِخراجات) کے زُمرے میں آتی ہیں، جو شوہر پر لازم ہیں، بیوی اس کی ذمّہ دار ہرگز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «اتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ؛ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ...، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ!»[1] "خواتین کے بارے میں اللہ سے ڈرو! تم نے انہیں اللہ کی امان میں لیا، اُن کی شرمگاہوں کو اللہ کے حکم سے اپنے لیے حلال کیا...، تم پر ان کا کھانا پینا اور کپڑے مہیا کرنا لازم ہے!"۔

خواتین کے مالی اِخراجات کا بوجھ اٹھانا، بنیادی طور پر مَردوں ہی کے ذمّے ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾[2] "مرد عورتوں پر افسر ہیں؛ اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی؛ اور اس لیے کہ مَردوں نے اُن پر اپنے مال خرچ کیے"۔

---

(۱) "صحیح مسلم" كتاب الحجّ، باب حَجَّة النبيّ ﷺ، ر: ۲۹۵۰، صـ۵۱۵.

(۲) پ۵، النساء: ۳٤.

حضرت سیّدنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، کہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدّیق اور ان کے بعد حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا، حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے حضرت سیّدہ فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا رشتہ مانگنے آئے، تو حضورِ اکرم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سُکوت فرمایا اور کوئی جواب نہیں دیا، پھر یہ دونوں حضرات سیّدنا مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آئے اور انہیں (حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے) رشتہ طلب کرنے کا مشورہ دیا، حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے ایسے مُعاملے کی طرف متوجہ کیا، جس سے میں غافل تھا، میں فوراً چادر سنبھالتے ہوئے اٹھا، حتی کہ حضور نبیٔ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا نکاح مجھ سے کردیں! آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «وَعِنْدَكَ شَيْءٌ؟» "تمہارے پاس کچھ ہے؟" میں نے عرض کی کہ میرا گھوڑا اور ایک اونٹ ہے، ارشاد فرمایا: «أَمَّا فَرَسُكَ فَلَابُدَّ لَكَ مِنْهُ! وَأَمَّا بَدنُكَ فَبِعْهَا» "گھوڑا تو تمہارے لیے ضروری ہے! البتہ اپنے اُونٹ کو فروخت کردو"۔

حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، کہ میں نے اسے چار سواسّی ۴۸۰ درہم میں فروخت کردیا، اور وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس لاکر میں نے آپ کی گود میں ڈال دیے، نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان میں سے ایک مٹھی بھر درہم اٹھاکر فرمایا: «أَيْ بِلَالُ! ابْتَغِنَا بِهَا طِيباً» "اے بلال! اس سے خوشبو خرید لاؤ!" جبکہ بعض دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو (بقیہ رقم سے) جہیز کی تیاری کا حکم فرمایا، لہذا ایک بُنی ہوئی چار پائی اور ایک چمڑے کا تکیہ، جس میں گھاس بھری تھی، تیار کیے گئے"[1]۔

اس سے معلوم ہوا کہ جہیز کی تیاری در حقیقت شوہر کے ذمّہ ہے، لہٰذا جو

---

(١) "صحيح ابن حِبّان" كتاب التاريخ، ر: ٦٩٠٥، صـ١٢٠٣.

شخص نکاح کا خواہشمند ہے، اس پر لازم ہے کہ پہلے اپنی رہائش، گھر کا ضروری ساز وسامان، زیورات (سونا چاندی)، برتن اور فرنیچر (Furniture) وغیرہ کا انتظام کرے، اس کے بعد شادی کرے۔ اپنی ذمّہ داریوں کا بوجھ خود اٹھانے کے بجائے دلہن والوں پر، یہ بھاری بوجھ ڈال دینا کہاں کا انصاف ہے؟! بلکہ یہ تو بھکاریوں والا کام ہے! خدارا اس مسئلے کو سمجھیں، اور خواتین پر بے جا ظلم وزیادتی سے باز رہیں!۔

مطالبۂ جہیز کی مذمّت

حضراتِ گرامی قدر! جہیز دینا دلہن کے ماں باپ پر لازم نہیں، نہ ہی انہیں مجبور کرکے لمبے چوڑے جہیز کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے، اگر کسی نے ان کو مجبور کیا، تو اُن کا یہ فعل ایک مسلمان پر ظلم وزیادتی ہے! جسے اللہ رب العالمین ہرگز پسند نہیں فرماتا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾[1] "اللہ تعالی ظالموں کو پسند نہیں فرماتا!"۔

شیخ الحدیث علّامہ عبد المصطفی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ جہیز کے خلافِ شریعت مطالبات کی مذمّت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ماں باپ کچھ کپڑے، کچھ زیورات، کچھ سامان، برتن، پلنگ، بستر، میز کرسی، تخت، جائے نماز، قرآنِ مجید، دینی کتابیں وغیرہ لڑکی کو دے کر سُسرال بھیجتے ہیں، یہ لڑکی کا جہیز کہلاتا ہے۔ بلا شبہ یہ جائز بلکہ سنّت ہے؛ کیونکہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بھی اپنی پیاری بیٹی حضرت سیّدہ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو جہیز میں کچھ سامان دے کر رخصت فرمایا تھا، لیکن یاد رکھو کہ جہیز میں سامان کا دینا، یہ ماں باپ کی محبت وشفقت کی نشانی ہے، اور ان کی خوشی کی بات ہے، ماں باپ پر لڑکی کو جہیز دینا فرض وواجِب نہیں، (لہٰذا) لڑکی اور داماد کے لیے ہرگز ہرگز جائز نہیں، کہ وہ زبردستی

---

(۱) پ۳، آل عمران: ۵۷.

ماں باپ کو مجبور کر کے اپنی پسند کا سامان جہیز میں وصول کریں! ماں باپ کی حیثیت اس قابِل ہو یا نہ ہو، مگر جہیز میں اپنی پسند کی چیزوں کا تقاضا کرنا، اور ان کو مجبور کرنا کہ وہ قرض لے کر بیٹی داماد کی خواہش پوری کریں، یہ خلافِ شریعت بات ہے! بلکہ آج کل "تِلک" جیسی (ہندوانہ) رسم مسلمانوں میں بھی چل پڑی ہے، کہ شادی طے کرتے وقت ہی یہ شرط لگا دیتے ہیں، کہ جہیز میں فُلاں فُلاں سامان اور اتنی اتنی رقم دینی پڑے گی، چنانچہ بہت سے غریبوں کی لڑکیاں اسی لیے بیاہی نہیں جا رہیں؛ کہ ان کے ماں باپ لڑکی کے جہیز کی مانگ (Demand) پوری کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ رسم یقیناً خلافِ شریعت ہے، اور جبراً قہراً ماں باپ کو مجبور کر کے زبردستی جہیز لینا ناجائز ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازِم ہے کہ اس بُری رسم کو ختم کر دیں"[1]۔

شادی بیاہ کی غیر شرعی رُسوم اور مُعاشرتی ناسُور

حضراتِ گرامی قدر! انسان کے فطری تقاضوں کی تکمیل کے لیے نکاح ایک عظیم نعمت ہے، ہمیں اس کی ادائیگی کے لیے اسلامی طریقۂ کار اپنانا چاہیے، لیکن بدقسمتی سے آج ہم نمود و نمائش، تکلّفات اور برادری میں ناک کٹنے کے خوف سے، ناچ گانے، آتش بازی، غیر شرعی قباحتوں سے بھرپور رسمِ حنا، اور بھاری بھرکم جہیز جیسے جن رسم ورَواج کو اپنا بیٹھے ہیں، اُن کے باعث شادی بیاہ اب کوئی آسان اَمر نہیں رہا، شادی بیاہ کے بے جا خرچے، مُعاشرتی ناسُور کی شکل اختیار کر چکے ہیں، بچیوں کے غریب والدین شادی کے بھاری اِخراجات کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہیں، ان کی ساری زندگی اپنی بیٹیوں کا جہیز تیار کرنے میں گزر جاتی ہے، وہ اپنی بچیوں کو سُسرال اور مُعاشرے کے طعنوں

---

(١) "جنّتی زیور" جہیز، صـ١٥٣، ١٥٤۔

سے بچانے کی خاطر، بھاری قرضوں کے بوجھ تلے دبنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

دوسری طرف شادی بیاہ اور جہیز وغیرہ کے اِخراجات پورا ہونے کے انتظار میں نوجوان بچے بچیوں کی عمریں ڈھلی جارہی ہیں! جس کے باعث کوئی اُن سے شادی کے لیے تیار نہیں ہوتا، اور بالآخر وہ گناہ کے راستے پر چل پڑتے ہیں!!۔

شادی بیاہ کے بے جا اِخراجات کا سدِّباب

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! شادی بیاہ کے حد سے بڑھے ہوئے خرچے، اور بے جا تکلّفات سے آج کون آگاہ نہیں؟ کوئی امیر ہو یا غریب، اپنے اپنے طرزِ زندگی اور اسٹیٹس (Status) کے اعتبار سے، سب کو کچھ نہ کچھ مشکلات کا سامنا ضرور ہے! مُعاشرے کی بے بنیاد باتوں اور طعن وتشنیع کے خوف سے، آج ہم نے خود اپنے لیے پہاڑ جیسی مشکلات کھڑی کرلی ہیں، حتی کہ رشتہ داروں اور برادری میں اپنی ناک اونچی رکھنے کے چکر میں، ہمیں لاکھوں کے قرض تلے دبنا بھی گوارہ ہے! اگر کوئی سمجھانے کی کوشش کرے، سادگی کا درس دے، اور غیر ضروری خرچوں سے روکنے کی کوشش کرے، تو سارا خاندان مخالفت پر کمربستہ ہوجاتا ہے، اور یہ کھوکھلا جواز پیش کیا جاتا ہے کہ "فُلاں رشتہ دار نے اتنی دھوم دھام سے اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی کی تھی، تو ہم اُن سے پیچھے کیوں رہیں؟! اور ویسے بھی یہ شادی ہے، کوئی موت میّت تھوڑی ہے، جو چپ چاپ اور سادگی سے کرلی جائے!"... وغیرہ وغیرہ۔

میرے محترم بھائیو! اگر ہم قرآن وسنّت یا اپنی تاریخ کا مطالعہ کریں، تو ایسی دھوم دھام اور اِسراف سے بھرپور شادیوں کا کوئی تصوُّر وجواز نہیں پائیں گے! دینِ اسلام تو سادگی کا درس دیتا ہے۔ مصطفی جانِ رحمت ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے

اَدوار میں، نکاح کرنا بہت آسان تھا، جہاں نکاح کرنا مطلوب ہوتا، انہیں رشتہ بھیج کر اپنا مقصد بیان کیا جاتا، رشتہ منظور ہوجاتا تو اُسی وقت چند مسلمانوں کو ساتھ لے جاکر مسنون طریقے سے، نکاح اور رُخصتی کر دی جاتی، نہ شادی بیاہ کے کوئی کارڈ (Wedding card) چھپتے، نہ کوئی ناچ گانا ہوتا، نہ مہنگے ملبوسات خریدے جاتے، اور نہ ہی سینکڑوں باراتی ساتھ لائے جاتے۔ لڑکی والوں سے سونا چاندی اور جہیز کی ڈیمانڈ (Demand) کا کوئی تصوُر ہی نہیں تھا، شادی بیاہ، رہائش، ضروری گھریلو اشیاء کا اہتمام، اور اس کے سارے اِخراجات مرد کے ذمّہ ہوا کرتے۔

الغرض نکاح کے حوالے سے عورت پر کوئی مالی ذمّہ داری عائد نہیں تھی، آج اگر ہم اپنے اَسلاف کے نقشِ قدم پر چلیں، اور شادی بیاہ کے بے جا فضول اِخراجات پر قابو پالیں، تو اپنے مسلمان بھائی بہنوں کے لیے شادی بیاہ کو آج بھی آسان بنایا جاسکتا ہے، اس سلسلے میں جو اِقدامات ضروری ہیں، ان میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

فُضول خرچی اور غیر شرعی رسموں سے اجتناب

(۱) نکاح کے لیے مسنون طریقہ اختیار کریں، فُضول خرچی اور غیر شرعی رسموں سے اجتناب کریں، سونا چاندی، گاڑی، بنگلہ اور بھاری جہیز جیسے ظلم وزیادتی پر مبنی مطالبات ہرگز نہ کریں!۔

اَنواع واَقسام کے کھانوں اور بڑی بارات سے گریز

(۲) سینکڑوں باراتی، متعدّد اَنواع واَقسام کے کھانے، اور عظیم الشان شادی ہال کے اہتمام جیسے مطالبات سے، لڑکی والوں کو آزمائش میں مبتلا کرنے سے گریز کیا جائے، بلکہ کوشش کرکے پچیس ۲۵، تیس ۳۰ سے زیادہ باراتی ہرگز ساتھ لے کر نہ

جائیں، اور جن کے ہاں بارات جارہی ہے، اگر وہ غریب ہیں، اور آپ صاحبِ حیثیت ہیں، تو حسبِ استطاعت اُن کی مالی مدد بھی کریں؛ تاکہ اُن کا مالی بوجھ کچھ کم ہو۔

مقصودِ نکاح

(۳) نکاح صرف سنّت کی ادائیگی کی نیّت سے کیا جائے، اور بھاری جہیز، جائیداد، اور بینک بیلنس (Bank Balance) جیسے مطالبات کے ذریعے اسے کاروبار نہ بنایا جائے!۔

جہیز پر نکتہ چینی سے گریز

(۴) دلہن کے والدین اپنی بچی کو، حسبِ استطاعت بطورِ تحفہ تھوڑا بہت جو بھی جہیز دیں، اسے کافی سمجھا جائے، اور اس میں شامل اشیاء کے معیار پر کسی قسم کی نکتہ چینی نہ کریں!۔

ولیمے میں سادگی اور نمود ونمائش سے پرہیز

(۵) حسبِ استطاعت سنّت کی ادائیگی کی نیّت سے، سادہ سا ولیمہ کیا جائے، متعدّد اَقسام کے کھانوں، اور ہزاروں افراد کو مدعو کرکے، اسے نمود ونمائش کا ذریعہ نہ بنایا جائے!۔

مناسب حق مہر

(۶) دلہن کے والدین کو بھی چاہیے، کہ حق مہر اور نان نفَقہ کے نام پر خطیر رقم، اور بھاری اِخراجات کا مطالبہ ہرگز نہ کریں، بلکہ مناسب حق مہر مقرّر کریں۔

جہیز کا مطالبہ کرنے والوں کے خلاف قانونی کاروائی

(۷) جہیز کے مطالبات کی لمبی چوڑی فہرستیں دینے والوں کے خلاف، حکومتِ وقت باقاعدہ قانون سازی کرکے پابندی عائد کرے، اور خلاف ورزی کرنے والوں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

مطالبۂ جہیز کے خلاف شعور کی بیداری

(۸) الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and Print Media) کے ذریعے، مطالبۂ جہیز کے خلاف عوام میں شعور پیدا کیا جائے، اور انہیں اس امر کے مُعاشرتی نقصان سے آگاہ کیا جائے۔

مناسب رشتوں اور شادی بیاہ کے اخراجات کا انتظام

(۹) علمائے دین اور مذہبی تنظیمیں اس سلسلے میں باقاعدہ تحریک چلائیں، اور مسلمان بچیوں کے لیے مناسب رشتے اور شادی بیاہ کے اِخراجات کا انتظام کریں۔

مسلمان بچے بچیوں کی اسلامی خطوط پر تعلیم وتربیت کا اہتمام

(۱۰) علاوہ اَزیں مسلمان بچے بچیوں کی، اسلامی خطوط پر تعلیم وتربیت کی جائے؛ تاکہ وہ اپنے دل میں دنیا کی محبت اور بے جا دنیاوی خواہشات کو پنپنے نہ دیں۔

حکیم الاُمت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اپنی اَولاد کے نکاح کے لیے حضرت خاتونِ جنّت، شہزادئ اسلام، فاطمۃُ الزّہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاحِ پاک کو نمونہ بناؤ، اور یقین کرو کہ ہماری اَولاد اُن کے قدمِ پاک پر قربان! اور یہ بھی سمجھ لو کہ اگر حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی ہوتی، کہ میری لختِ جگر کی شادی بڑی دُھوم دھام سے ہو، اور اس غرض سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چندہ وغیرہ کے لیے حکم فرمادیا جاتا، تو عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خزانہ موجود تھا، جو ایک ایک جنگ کے لیے نونوسو اونٹ، اور نونوسو اشرفیاں حاضر کرتے تھے، لیکن چونکہ مَنشا (مقصود) یہ تھا کہ قیامت تک یہ شادی مسلمانوں کے لیے نمونہ بن جائے، لہذا نہایت سادگی سے یہ اسلامی رسم ادا کی گئی"[1]۔

---

(۱) "اسلامی زندگی" پہلا باب، دوسری فصل، بیاہ شادی کی اسلامی رسمیں، ص۱۵۔

دعا

اے اللہ! ہمیں مسنون طریقہ سے نکاح کی توفیق عطا فرما، شادی بیاہ کی بے جا رسموں اور اِسراف سے بچا، شادی بیاہ میں کم سے کم خرچ کرنے کی سوچ عطا فرما، جہیز کا مطالبہ کرنے والوں کو ہدایت نصیب فرما، خواتین کے حقوق کی پاسداری کرنے اور ان کا خیال رکھنے کا جذبہ عنایت فرما، آمین یارب العالمین!۔

ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی شاعری

(جمعۃ المبارک ۲۹ ربیع الاوّل ۱۴۴۳ھ - ۰۵/۱۱/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

کلامِ اقبال کی اہمیت

برادرانِ اسلام! شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ برِصغیر کے ایک عظیم اور ہمہ جہت شاعر تھے، انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے برِصغیر کے مسلمانوں میں جوش، وَلوَلہ اور بیداری کی جوت جگائی، انہیں خود آگاہی بخشی، ان کے دل ودماغ میں امید کے چراغ روشن کیے، ان میں رنگ، نسل اور جغرافیائی حُدود سے بالاتر ہوکر سوچنے کی اسلامی فکر پیدا کی، اور قرآنی تعلیمات، عشقِ مصطفی، تصوُف، حکمت اور فلسفۂ خودی کو شعری قالِب میں ڈھال کر، ساری دنیا تک دینِ اسلام کا پیغام پہنچایا!۔

مشرق ہو یا مغرب، وہ جہاں بھی گئے، ہمیشہ دینِ اسلام کا پرچار کیا، اس دین کی آفاقیت وعالمگیریت کا اظہار کیا، شاعرِ مشرق کی شاعری میں اُن کا تصوُرِ عشق، تصوُرِ خودی اور دینِ اسلام سے رغبت، انہیں اپنے دیگر ہم عصروں سے ممتاز کرتی

ہے، انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے خوابیدہ قوم کو نہ صرف بیدار کیا، بلکہ اُمتِ مسلمہ کے نوجوان شاہینوں کو اُن کی صلاحیتوں سے آگاہ کرتے ہوئے، اس بات پر بھی زور دیا کہ وہ حصولِ علم، اور تحقیق و جستجو کے میدان میں کسی سے پیچھے نہ رہیں، بلکہ اپنی قوم کا ایک مفید فرد بن کر مُعاشرے کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لیے کام کریں۔

کلامِ اقبال میں قرآنی تمثیلات

عزیزانِ محترم! شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس بات پر پختہ یقین تھا، کہ دنیوی کامیابی اور سربلندی کا راز قرآنی تعلیمات کو اپنانے، اور اس پر عمل کرنے میں ہے، وہ اس بات سے خوب آگاہ تھے کہ قرآنِ مجید ہی وہ کتابِ ہدایت ہے، جس سے گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتی انسانیت کو راہِ ہدایت کا نور میسر آسکتا ہے، انہیں قرآن مجید سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، ان کی سوچ و بچار اور فکر کا محوَر و مَبدا قرآنِ پاک تھا۔

کلامِ اقبال کے بیشتر حصے کی فکری اَساس قرآنِ پاک سے ہے، یہی وجہ ہے کہ شاعرِ مشرق نے اپنے اَشعار میں جابجا قرآنی تمثیلات (مثالوں) یا آیاتِ مبارکہ کے مفہوم کو ذکر فرمایا ہے۔

عزیزانِ مَن! ہمارے اَسلاف نے قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر، شان وعظمت پائی اور کامل مؤمن بن کر سُرخرو ہوئے، جبکہ آج ہماری ذِلّت ورُسوائی کی بنیادی وجہ قرآنی تعلیمات سے رُوگردانی ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال نے اس اَمر کو نظم کی صورت میں یوں بیان فرمایا ہے: ع

وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہو کر — اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر[1]

---

(۱) "جوابِ شکوہ" ص۱۷۔

اس شعر کا پہلا مصرعہ آیتِ مبارکہ: ﴿وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾[۱] کا مفہومی ترجمہ ہے کہ "اگر تم مؤمن ہو تو تم ہی سربلند رہوگے!"۔

برائیوں سے بچنے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعا کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے کہا: ؏

میرے اللہ بُرائی سے بچانا مجھ کو　　　نیک جو راہ ہو اُس رہ پہ چلانا مجھ کو[۲]

اس شعر کا پہلا مصرعہ آیتِ مبارکہ: ﴿وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا﴾[۳] کا ترجمہ ہے کہ "(ہمارے رب!) ہم سے برائیاں دُور فرما"، جبکہ دوسرا مصرعہ آیاتِ طیّبات: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾[٤] ...الآیۃ کا مفہومی ترجمہ ہے کہ "ہمیں سیدھا راستہ چلا، ان کا راستہ جن پر تُو نے احسان کیا"۔

خالقِ کائنات عزّوجلّ نے جب ابوالبشر حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو تخلیق فرمایا، تو تمام فرشتوں اور ابلیس کو حکم دیا، کہ حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو سجدہ کریں، تمام فرشتوں نے حکمِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے سجدہ کیا، لیکن ابلیسِ لعین نے غرور و تکبّر میں مبتلا ہو کر حکم عدولی کی، اور سجدے سے انکار کرکے ہمیشہ کے لیے لعین و مردود ٹھہرا۔ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ؏

اُسے صبحِ ازَل انکار کی جرأت ہوئی کیونکر

مجھے معلوم کیا وہ رازداں تیرا ہے یا میرا[۵]

---

(۱) پ٤، آل عمران: ۱۳۹.

(۲) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، بچے کی دعا، حصہ اوّل، ص۶۲۔

(۳) پ٤، آل عمران: ۱۹۳.

(٤) پ۱، الفاتحة: ٦، ۷.

(۵) "کلیاتِ اقبال" "بالِ جبریل، حصّہ اوّل، ص۳۴۳۔

ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر درج ذیل آیاتِ مبارکہ کا خلاصہ ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓىٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَۙ(۳۰) اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ-اَبٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ﴾[1] "تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گرے سوائے ابلیس کے، اس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ مانا!"۔

میرے محترم بھائیو! خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی قوم کے لیے پانی کے بارہ ۱۲ چشمے جاری فرمائے، ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے ایک شعر میں اس اَمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ؏

ہزار چشمہ ترے سنگِ راہ سے پھوٹے

خودی میں ڈُوب کے ضربِ کلیم پیدا کر[2]

اللہ رب العالمین نے اس واقعہ کو یوں ذکر فرمایا: ﴿وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَؕ-فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًاؕ﴾[3] "جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا، تو ہم نے فرمایا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو! فوراً اس میں سے بارہ ۱۲ چشمے بہہ نکلے!"۔

معراج کی شب مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک، اور پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں سے آگے سِدرۃُ المنتہیٰ، بلکہ لامکاں تشریف لے گئے، ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس اَمر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: ؏

---

(۱) پ ١٤، الحجر: ٣٠، ٣١.

(۲) "کلیاتِ اقبال" ضربِ کلیم، صـ۵۰۰۔

(۳) پ١، البقرة: ٦٠.

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفی سے مجھے
کہ عالَمِ بَشریت کی زَد میں ہے گردُوں[(۱)]

ڈاکٹر محمد اقبال کا یہ شعر اس آیتِ مبارکہ کی ترجمانی میں ایک کوشش ہے:

﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا﴾[(۲)]

"پاکی ہے اُسے جو راتوں رات اپنے بندے (محبوب محمد مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو مسجدِ حرام (خانۂ کعبہ) سے مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس) لے گیا"۔

رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جانثار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم باہم بہت پیار محبت سے رہتے، ایک دوسرے کے لیے نرمی و شفقت کا مُظاہرہ کرتے، اور اپنا وقت عبادتِ الٰہی میں گزارتے تھے، لیکن انہی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا واسطہ جب میدانِ جنگ میں کفّار و مشرکین سے پڑتا، تب یہ حضرات اُن پر عذابِ الٰہی کی طرح نازل ہوتے، انہیں گاجر مُولی کی طرح کاٹتے، اور نصرتِ الٰہی سے فتحیاب ہوتے۔ ان کی کفّار و مشرکین سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ اس بات کا بھی خاص خیال رکھتے، کہ ان کا بدن کسی کافر کے بدن سے نہ چُھونے پائے، اور نہ ہی ان کا کپڑا کسی کافر کے کپڑے سے لگنے پائے[(۳)]، ڈاکٹر محمد اقبال نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی باہمی محبت، اور کفّار و مشرکین سے ان کی نفرت کو اَشعار کا جامہ پہناتے ہوئے فرمایا: ع

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بالِ جبریل، حصہ دُوم ۲، ۳۶۱ـ
(۲) پ۱۵، بني إسرائيل: ۱.
(۳) دیکھیے: "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۶، سورۂ فتح، زیر آیت: ۲۹، ۹۴۶ـ

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

رزمِ حق وباطل ہو تو فَولاد ہے مومن(۱)

ڈاکٹر محمد اقبال کا یہ شعر درج ذیل آیتِ مبارکہ کی طرف اشارہ ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا﴾(۲) "محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور ان کے ساتھ والے (صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کافروں پر سخت ہیں، اور آپس میں نرم دل، تم انہیں دیکھوگے رُکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل ورِضا چاہتے ہیں!"۔

اقبال کی شاعری اور عشقِ رسول

حضراتِ گرامی قدر! ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا شمار اُن خوش نصیبوں میں ہوتا ہے، جو عشقِ رسول کی چاشنی سے آگاہ ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے والہانہ عقیدت، محبت اور عشق تھا، حضور رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذِکر سن کر ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر رِقّت طاری ہوجاتی، اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو رَواں ہو جاتے، اگر یہ کہا جائے کہ عشقِ رسول ان کی زندگی کا سب سے گہرا اور پائیدار پہلو اور سرمایہ تھا، تو شاید بے جانہ ہوگا!۔

ڈاکٹر محمد اقبال کی شاعری میں جابجا عشقِ رسول کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے، چنانچہ ایک مقام پر اپنے عشق کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ع

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" ضربِ کلیم، مؤمن، ص۵۵۵۔

(۲) پ۲٦، الفتح: ۲۹.

نگاہِ عشق و مستی میں، وہی اوّل وہی آخِر
وہی قرآں، وہی فُرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ[(۱)]

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ؏

عشقِ اُو سرمایۂ جمعیت است ہمچو خوں اندر عروقِ ملّت است
عشق در جان ونسَب در پیکر است رشتہ عشق اَز نسَب محکم تر است[(۲)]

"حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا عشق ہی ہمارے لیے یکجا رہنے کا سامان ہے، یہ عشق خون کی طرح ملّت کی رگوں میں دَوڑ رہا ہے، عشق جان میں اُتر جاتا ہے، اور نسَب صرف جسم تک محدود رہتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ عشق کا رشتہ نسَب کے رشتے سے زیادہ مضبوط ہے"۔

کلامِ اقبال اور پیغامِ انسانیت

حضراتِ ذی وقار! شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال کی شاعری کا ایک پہلو، اُس میں پایا جانے والا پیغامِ انسانیت بھی ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رنگ ونسل اور ذات پات سے بالاتر ہوکر، اُمتِ مسلمہ کو باہمی اتحاد، یکجہتی، اُخوّت، محبت اور بھائی چارے کا درس دیا، ان کی شاعری میں رَواداری اور انسان دوستی کی جھلک بھی نمایاں نظر آتی ہے، باہمی اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر اتحاد کا درس دیتے ہوئے، ڈاکٹر محمد اقبال نے فرمایا: ؏

ہوَس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نَوعِ انساں کو
اُخُوّت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا[(۳)]

(۱) "کلیاتِ اقبال" بالِ جبریل، حصّہ دُوم ۲، ص۳۶۰۔
(۲) "رموزِ بے خودی" "لم یلدْ ولم یولَدْ"، ص۱۹۰۔
(۳) "کلیاتِ اقبال" بانگِ دَرا، طلوعِ اسلام، حصہ سوم ۳، ص۳۰۱۔

حضرت اقبال نے غریبوں کا احساس کرنے، اور ان کی مدد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ؏

ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا درد مندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا[۱]

کلامِ اقبال اور یورپی تہذیب

حضراتِ گرامی قدر! شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال پہلے پہل یورپ (Europe) کی ترقی سے بڑے متاثر تھے، تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو ایک مہذَّب قوم سمجھتے تھے، لیکن ۱۹۰۵ سے ۱۹۰۸ تک جب آپ انگلستان میں قیام پذیر رہے، تب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یورپ کے تہذیبی اِفلاس (Cultural Bankruptcy) کا بہت قریب اور گہری و عمیق نظر سے مشاہدہ فرمایا، تب ان کی حقیقت جان لینے کے بعد اس قدر متنفر ہوئے، کہ زندگی بھر اُسے کڑی تنقید کا نشانہ بناتے رہے، یورپی تہذیب کی حقیقت بتاتے ہوئے ایک مقام پر حضرت اقبال نے فرمایا: ؏

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، عام دیدارِ یار ہوگا
سُکوت تھا پردہ دار جس کا، وہ راز اَب آشکار ہوگا

گزر گیا اَب وہ دَور ساقی کہ چُھپ کے پیتے تھے پینے والے
بنے گا سارا جہاں مَے خانہ، ہر کوئی بادہ خوار ہوگا![۲]

---

(۱) ایضاً، بچے کی دعا، حصہ اوّل، ص۷۱۔

(۲) ایضاً، مارچ ۱۹۰۷ء، حصّہ دُوم ۲، ص۱۶۳۔

کلامِ اقبال اور یورپی تہذیب کا مُعاشی نظام

عزیزانِ مَن! مفکرِ پاکستان ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یورپ (Europe) کے مُعاشی نظام پر بھی کڑی تنقید فرمائی، اور اپنے اَشعار میں واضح طور پر اس امر کو آشکار کیا، کہ یورپ کا سارا مُعاشی نظام یہودی سُود خوروں کے ہاتھوں میں جکڑا ہوا ہے، جس کے باعث ان کی معیشت (Economy)، سیاست اور مذہب پر یہودی غلبہ اور بالادستی ہے، ڈاکٹر اقبال نے یہود کے مکروفریب اور سازشوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا: ؏

تاک میں بیٹھے ہیں مدّت سے یہودی سُود خور
جن کی روباہی کے آگے ہیچ ہے زورِ پلنگ
خودبخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کی طرح
دیکھیے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ[1]

کلامِ اقبال اور یورپ کے استعماری منصوبے

رفیقانِ ملتِ اسلامیہ! شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام، اس اعتبار سے بھی امتیازی حیثیت کا حامل ہے، کہ آپ نے اپنے اَشعار کے ذریعے اُمت کو یورپ کے استعماری منصوبوں (European Colonial Plans) سے آگاہ فرما کر، انہیں نہ صرف خبردار کیا، بلکہ اس کی حقیقت بھی بیان فرمائی۔ آپ کی نظم "لینن (خدا کے حضور)" اس کی واضح مثال ہے، اس نظم میں آپ نے فرمایا: ؏

(۱) ایضًا، بالِ جبریل، یورپ، حصّہ دُوم ۲، ص۴۹۴۔

وہ کونسا آدم ہے کہ تُو جس کا ہے معبود
وہ آدمِ خاکی کہ جو ہے زیرِ سماوات

مشرِق کے خداوند سفیدانِ فرنگی
مغرِب کے خداوند درخشندۂ فلزات

یورپ میں بہت رَوشنیٔ علم وہُنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظُلمات

رعنائیٔ تعمیر میں، رَونق میں، صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات

ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جُوا ہے
سُود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مُفاجات

یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبُر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیمِ مُساوات

بے کاری وعُریانی ومے خواری وافلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدَنیّت کے فُتوحات

کب ڈُوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا ہے تری منتظر روزِ مُکافات[1]

کلامِ اقبال اور اُمتِ مسلمہ کا زوال

عزیزانِ محترم! ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جب یہود و نصاری کی اسلام مخالف سازشوں کو کامیاب ہوتا دیکھتے، تو مسلمانوں کی شان وشوکت اور عظمتِ رفتہ کو یاد کرکے بے حد دُکھی ہوا کرتے، اپنی ایک نظم "دنیائے اسلام" میں اس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ؏

کیا سناتا ہے مجھے تُرک وعرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز وساز

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

ہو گئی رُسوا زمانے میں کُلاہِ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے، آج ہیں مجبورِ نیاز

لے رہا ہے مَے فروشانِ فرنگستاں سے پارس
وہ مَے سرکش حرارت جس کی ہے مِینا گداز

(۱) ایضًا، بالِ جبریل، لینن (خدا کے حضور)، حصّہ دُوم ۲، ص۴۳۱- ۴۳۳، ملتقطاً۔

حکمتِ مغرب سے ملّت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

ہو گیا مانندِ آب ارزاں مسلماں کا لہو
مضطرِب ہے تُو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز[1]

وطن سے متعلق اقبال کا نقطۂ نظر

حضراتِ گرامی قدر! شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے وطن کی محبت میں بعض نظمیں تحریر فرما کر، وطن دوستی سے متعلق بھی اپنے لطیف جذبات کا اظہار کیا ہے، آپ کے نزدیک وطن سے غدّاری ناقابلِ مُعافی جُرم ہے، لیکن یورپی اَقوام میں وطن سے متعلق جو نظریہ پایا جاتا ہے، ڈاکٹر اقبال اس کے شدید مخالف تھے، وہ ہرگز اس بات کے قائل نہیں تھے کہ وطن کو سیاسی تصوُّر کے طور پر استعمال کیا جائے، اور اسے بُت کی طرح پوجا جائے۔ شاعرِ مشرق کے نزدیک وطن کی ایسی محبت، دینِ اسلام کی عالمگیر رُوح کے مُنافی ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال بصورتِ اَشعار اپنا نظریۂ وطنیت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ؏

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرَہن اِس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بُت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نَوی ہے
غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبوی ہے[2]

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" بانگِ درا، دنیائے اسلام، حصّہ سوم ۳، ص۲۹۰، ۲۹۱۔
(۲) ایضاً، وطنیت، حصّہ سوم ۳، ص۱۸۴۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کہنے کا مقصد یہ ہے، کہ جہاں مذہب اور وطن دونوں کی بات آجائے، تو وہاں وطن پر مذہب کو ترجیح دی جانی چاہیے، لیکن آج کل کی سیکولر جُمہوریت (Secular Democracy) میں ایسا نہیں ہوتا، بارہا دیکھنے میں آیا ہے کہ کئی بڑے بڑے مذہبی ایشوز (Religious Issues) ہوئے، نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخانہ خاکے بنائے گئے، انہیں غیر مسلموں نے سرکاری سرپرستی میں ٹی وی پر باقاعدہ نشر کیا، لیکن مسلم حکمرانوں نے ملکی اور ذاتی مفادات کے پیشِ نظر چُپ سادھ لی، بعض حکمرانوں نے اپنی عوام کے دباؤ پر برائے نام احتجاج تو ریکارڈ کروایا، لیکن مستقبل میں ایسے واقعات کی روک تھام کے لیے عالمی سطح پر کوئی قرار داد یا بِل منظور نہیں کروا سکے۔

اسی طرح دینِ اسلام کے نام پر بننے والے ملک پاکستان میں یہ دلخراش مناظر بھی دیکھنے کو ملے، کہ گستاخانِ رسول کو باعزّت بَری کر کے بیرونِ ملک روانہ کر دیا گیا، اور ناموسِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پہرہ دینے والوں کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا۔

اے کاش! ہم بانیانِ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح اور شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہما جیسی اسلامی فکر رکھتے، اور اس ملک میں قرآن وسنّت کو عملی طور پر سپریم لاء (Supreme Law) بنا کر اس کی پیَروی کرتے!۔

دعا

اے اللہ! ہم سب کو بانیانِ پاکستان جیسی اسلامی سوچ وفکر عطا فرما، شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال قدّس سرّہٗ کے تصوُرِ خودی کو سمجھنے کا جذبہ عنایت فرما، ایک بہترین اور دردِ دل رکھنے والا مسلمان بنا، اقبال کی طرح جذبۂ ایمانی قائم وزندہ رکھنے کی توفیق عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

تعلیماتِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی عصری جہات

(جمعۃ المبارک ۰۶ ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ - ۱۲/۱۱/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مقام ومرتبہ

برادرانِ اسلام! حضور غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات کسی تعارُف کی محتاج نہیں، اللہ تعالی نے آپ کو "غوثیتِ کُبریٰ" جیسے بلند مقام ومرتبہ اور شان وعظمت سے نواز ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اجلّ ساداتِ کرام سے ہیں، والد ماجد حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسنی، اور والدہ محترمہ کی طرف سے حسینی سیّد ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۴۷۰ یا ۴۷۱ھ میں، رمضان شریف کے مبارک مہینے میں، بغداد شریف کے قریب دریائے دجلہ (Tigris River) کے کنارے، ایک قصبہ "جیلان" میں پیدا ہوئے[۱]۔ زُہد وتقوی اور علم وعمل میں بعطائے الٰہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو کمال حاصل تھا، کئی عشروں تک درس وتدریس کے ذریعے

(۱) "بهجة الأسرار" ذكر نسبه وصفته رضي الله تعالى عنه، صـ۱۷۱.

تشنگانِ علم کی سیرابی کا ساماں کرتے رہے، چالیس ۴۰ سال تک مسلسل وعظ و نصیحت کے ذریعے مخلوقِ خدا کی رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیا[۱]۔ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تبلیغ اور دعوتِ فکر سے متاثر ہو کر پانچ سو ۵۰۰ سے زائد یہود و نصاریٰ نے دینِ اسلام قبول کیا، اور ایک لاکھ سے زیادہ ڈاکو، چور، فُسّاق و فجّار، فسادی اور بدعتی لوگوں نے توبہ کی"[۲]۔

ظاہری و باطنی علوم میں مہارت

ظاہری و باطنی علوم میں مہارت کے اعتبار سے سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا کوئی ثانی نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے علماء و صالحین اور علمِ دین کے متلاشی طلباء، آپ کے سامنے زانوئے تلمّذ طے کرنے میں فخر محسوس کیا کرتے۔ امام مُوفق الدّین بن قُدامہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ "ہم ۵۶۱ ہجری میں بغداد شریف گئے تو دیکھا کہ شیخ عبد القادر جیلانی قدّس سرّہٗ اُن لوگوں میں سے ہیں، جنہیں وہاں پر علم و عمل اور حال (رُوحانیت) وفتویٰ نویسی کی بادشاہت دی گئی ہے، کوئی طالبِ علم یہاں کے علاوہ کسی اَور جگہ کا ارادہ اس لیے نہیں کرتا؛ کہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ میں تمام علوم جمع ہیں، اور جو آپ سے علم حاصل کرتے، آپ رحمۃ اللہ تعالی ان تمام طلبہ کے پڑھانے میں صبر فرماتے، آپ کا سینہ فراخ تھا، آپ سَیر چشم تھے، اللہ تعالی نے آپ میں اَوصافِ جمیلہ اور اَحوالِ عزیزہ جمع فرما دیے تھے"[۳]۔

سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا وصال شریف ۹ ربیع الآخر ۵۶۱ ہجری میں ہوا، بوقتِ انتقال آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی عمر شریف تقریبًا نوے ۹۰ برس تھی"[۴]، آپ کا

---

(۱) المرجع نفسه، ذكر وعظه رضي الله تعالى عنه، صـ۱۸۳، ۱۸٤.

(۲) المرجع السابق، صـ۱۸٤.

(۳) المرجع السابق، ذكر علمه وتسمية بعض شيوخه رضي الله تعالى عنه، صـ۲۲٥، ۲۲٦.

(٤) "ذَيل طبقات الحنابلة" إسماعيل بن أبي طاهر بن الزبير الجيلي، ۲/ ۲۰٦.

مزار شریف بغداد میں واقع ہے، جو زیارت گاہِ ہر خاص و عام ہے۔

تعلیماتِ سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اہمیت وضرورت

عزیزانِ محترم! اَخلاقی اَقدار کے اعتبار سے ہمارا مُعاشرہ آج جتنی پستی اور زَبوں حالی کا شکار ہے، ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اَخلاقیات کا جنازہ نکل چکا ہے تو شاید بے جانہ ہوگا! آج باہمی پیار محبت، اِیثار واِخلاص کی جگہ، نفرت وکُدورت، خود غرضی ومفاد پرستی اور لالچ وحرص جیسی مُعاشرتی برائیاں ہمارے اندر عام ہوچکی ہیں! کوئی کسی کے لیے قربانی دینے یا احساس کرنے کو تیار نہیں، حُبِ دنیا اور حُبِ جاہ کا فُتور ہمارے دل ودماغ میں گھر کر چکا ہے، اپنا مفاد دیکھے بغیر کوئی کسی کی مدد کو تیار نہیں، رِضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ اب ثانوی حیثیت اختیار کر چکا ہے، ہر طرف مادّہ پرستی کا دَور دَورہ ہے۔

ایسے دِگرگوں حالات میں حضور سیّدنا غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اَخلاقی، رُوحانی اور مذہبی تعلیمات بڑی اہمیت کی حامل ہیں! جس طرح آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے وعظ ونصیحت اور تعلیمات کے ذریعے، شہرِ بغداد میں ٹوٹ پھوٹ کے شکار، اور اَخلاقی اَقدار سے محروم مُعاشرے کو صراطِ مستقیم پر چلایا، مُعاشرتی بگاڑ ختم کیا، اور دین وملّت کا اِحیاء کیا، بالکل اسی طرح آج بھی اگر ہم تعلیماتِ غوثِ اعظم پر عمل پیرا ہوجائیں، اور انہیں اپنے لیے مشعلِ راہ بنالیں، تو عالمِ اسلام اپنی تمام محرومیوں سے نَجات حاصل کر سکتا ہے، بلکہ عصرِ حاضر میں کفّار ومشرکین کی دینِ اسلام کے خلاف تمام سازشوں کا مقابلہ بھی کیا جاسکتا ہے!۔

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری نوجوان نسل، دینی درسگاہوں اور ایسی خانقاہوں سے اپنا تعلق مضبوط کرلے، علماء وصالحین اور اولیائے کاملین کی صحبت

اختیار کرے، حضور سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی سیرتِ طیّبہ کا مطالعہ کرے، اور ان کی تعلیمات کے مطابق اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی کوشش کرے، فرائض وواجبات کی پابندی کرے، اِتّباعِ شریعت کرے، ہر کام میں اللہ ورسول کی رضا کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے، اپنے دل میں اِیثار واِخلاص اور قربانی کے جذبات پروان چڑھائے، اور خود غرضی، مفاد پرستی اور لالچ وحرص سے نَجات حاصل کرے!۔

تعلیماتِ غوثِ اعظم سے رُوگردانی کا نقصان

عزیزانِ مَن! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ آج ہماری اکثریت سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں "گیارہویں والے پیر" سے زیادہ کچھ نہیں جانتی، وہ ہر ماہ گیارہویں شریف کا ختم دلا کر یہ سمجھتے ہیں کہ حقِ عقیدت ادا ہو گیا! انہوں نے کبھی اس بات کی زحمت گوارہ نہیں کی کہ کبھی حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرتِ طیّبہ کا مطالعہ کریں، ان کی دینی خدمات کے بارے میں جانیں، اور ان کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کر کے ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں!۔

ہمارے لوگ اپنے آستانوں پر "سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ" کا اسمِ گرامی تو بڑے شَوق اور عقیدت سے لکھواتے ہیں، بعض لوگ اپنی مساجد ومدارس کے نام بھی سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے "جامع مسجد غوثیہ" یا "دار العلوم غوثیہ" وغیرہ رکھتے ہیں، یہ ایک اچھی بات ہے، لیکن قابلِ اعتراض پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے مریدوں اور شاگردوں کو سیّدنا غوثِ اعظم کی تعلیمات سے آگاہ کیوں نہیں کرتے؟! اپنی مساجد ومدارس میں ان کی کتب سے درسِ تصوّف کیوں نہیں دیتے؟! سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کوئی کتاب شاملِ نصاب کر کے ان کی رُوحانی واَخلاقی تربیت کا اہتمام

کیوں نہیں کرتے ؟! ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارا یہ فعل حضرت سے عقیدت کے مُنافی نہیں ؟! کیا ہم واقعی سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ماننے والے ہیں ؟! ہم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کیسے پیَرو کار یا مرید ہیں جو اپنے "بڑے پیر صاحب" کے ارشادات و تعلیمات ہی سے آگاہ نہیں !۔

میرے محترم بھائیو! سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات سے عدمِ اِلتفات اور رُوگردانی کا نتیجہ و نقصان یہ ہے، کہ آج فاسق و فاجر لوگوں نے "تصوُف و طریقت" کو بطورِ دھندہ اپنا لیا ہے ! گلی گلی آستانے کھل چکے ہیں، ان جعلی پیروں کو نماز، روزہ سے کوئی سرو کار نہیں، چہرے سے سنّتِ رسول بھی غائب ہے، "نعرۂ حیدری" اور "نعرۂ غوثیہ" کی آڑ میں اپنی دکان چمکائے بیٹھے ہیں، مرد وزَن کا اختلاط عام ہے، غیر شرعی اُمور کا ارتکاب سرِعام کیا جارہا ہے، لیکن کوئی روکنے ٹوکنے اور پوچھنے والا نہیں !۔

یقین جانیے ! اگر ہم نے حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات کو عام کیا ہوتا، تو ایسے ڈبہ پیروں کو آج عوام خود ہی مسترد کر دیتے، ان کی دکان کھلنے سے پہلے ہی بند ہو جاتی ! لیکن صد افسوس کہ ہم لوگوں نے اپنی ساری توجہ گیارہویں شریف کا ختم دلانے اور لنگرِ غوثیہ کھانے کھلانے پر رکھی ہے، جبکہ تعلیماتِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یکسر فراموش کر بیٹھے ہیں، اور اس کوتاہی کے باعث ہونے والا نقصان، آج ساری اُمت بھگت رہی ہے۔ دو نمبر قسم کے جعلی پیر کس طرح غیر محرم عورتوں کو گلے لگاتے، بوس وکنار کرتے، ناچتے نچاتے اور گاتے گواتے ہیں ! اس طرح کی ویڈیوز (Videos) آئے روز ٹی وی چینلز (TV Channels) اور سوشل میڈیا (Social Media) کی زینت بنتی رہتی ہیں، اب یہ ہمارے علمائے دین کی ذمّہ داری ہے کہ لوگوں کو اپنی تقریر اور

وعظ و نصیحت کے ذریعے ان جعلی پیروں، فقیروں اور چرسیوں، ملنگوں سے نَجات دلائیں، اور انہیں حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات سے آگاہ کریں!۔

تعلیماتِ سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عصری جہات

حضراتِ گرامی قدر! غوثِ صمدانی، قطبِ ربّانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس دنیا سے پردہ فرمائے تقریبًا پونے نوسو سال سے زیادہ عرصہ ہوچکا ہے، لیکن اس کے باوُجود آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رُوحانی، اَخلاقی اور مذہبی تعلیمات کی اہمیت، اس نفسانفسی اور مادّہ پرستی کے دَور میں آج بھی جُوں کی توں برقرار ہے، عصری جہات اور اپنی اہمیت وافادیت کے اعتبار سے سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی چند تعلیمات حسبِ ذیل ہیں:

حصولِ علمِ دین کے بغیر خلوَت نشینی کی ممانعت

حضراتِ ذی وقار! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ پیری فقیری کو بطورِ دھندہ اپنانے والے نااہل لوگوں کی تعداد، دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے! جسے کوئی کام دھندہ نہیں ملتا، وہ عورتوں کی طرح لمبے لمبے بال رکھ کر، اور گلے میں تسبیح ڈال کر، اور جعلی پیر بن کر عوام کو بے وقوف بناتے رہتے ہیں، یہ انتہائی مذموم امر ہے۔ لہذا برائے مہربانی صرف اہلِ علم اور باعمل لوگوں کا دامن تھامیں، اور فُسّاق وفُجّار سے دور رہیں!۔

یاد رکھیے! جو شخص اعلانیہ گناہ کرتا ہو، یا علمِ دین سے نابلد ہو، وہ پیر بننے کا ہرگز اہل نہیں، لہذا جو شخص راہِ تصوُّف کا مسافر بننا چاہتا ہے، اور اس کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ سب سے پہلے علمِ دین حاصل کرے، اَحکامِ شریعت کو اپنی ذات پر نافذ کرے، پھر اس کے بعد اس پُرخار راہ پر اپنے سفر کا آغاز کرے!۔

عصرِ حاضر میں حصولِ علمِ دین کے بغیر شارٹ کٹ (Short Cut) طریقے

سے پیر بننے، اور ایک دو چلّے کاٹ کر ولایت کا دعوی کرنے والوں کے لیے، شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے صدیوں پہلے ارشاد فرمایا کہ "(پہلے) فقہ سیکھو، اس کے بعد خَلوت نشیں بنو! جو بغیر علم کے اللہ کی عبادت کرتا ہے، وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا، لہذا اپنے ساتھ شریعت کی شمع لے لو!"[1]۔ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا یہ فرمان عصری جہت اور اِفادیت کے اعتبار سے، آج بھی اسی طرح اہمیت کا حامل ہے جیسے صدیوں پہلے تھا۔

اِتّباعِ شریعت کی تاکید

حضرات گرامی قدر! آج کل کے دو ۲ نمبر پیروں اور جاہل مریدوں نے، خواہشاتِ نفس کی تکمیل کا نام دِین سمجھ لیا ہے، جہاں ایک طرف جعلی اور ماڈرن پیر، نوجوان مریدنیوں کو بغل میں لیے ڈانس (Dance) کرتے، سوئمنگ پول (Pool Swimming) میں نہاتے، اور موسیقی (Music) کی محفل سجائے، اپنے مریدوں کے لیے تفریح (Entertainment) کا ساماں کرتے ہیں، وہیں دوسری طرف جاہل مرید بھی ایسے پیروں کی تلاش میں سرگرداں دکھائی دیتے ہیں، جو نماز روزہ کے مُعاملے میں سختی نہ برتیں، اور چہرے پر داڑھی سجانے کو بھی نہ کہیں!۔

ایسوں کو شریعتِ مُطہَّرہ کے اَحکام اور اس کی حُدود کی پاسداری سے متعلق، حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جو تنبیہ فرمائی، وہ آج بھی اسی طرح قابلِ عمل اور عصری تقاضوں کے عین مُطابق ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "شریعتِ پاکیزہ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درختِ دینِ اسلام کا پھل ہے، شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہاں کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں، شریعت کی پیروی دونوں جہاں کی سعادت بخشتی ہے،

---

(۱) "بهجة الأسرار" ذكر فصول من كلامه مرصّعاً بشيء ...إلخ، صـ۱۰٦.

خبردار! اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا، خبردار! اہلِ شریعت کی جماعت سے جُدا نہ ہونا"[1]۔

سُنن و مستحبات پر فرائض وواجبات کو ترجیح

عزیزانِ مَن! آج کل ہم لوگ فرائض وواجبات میں غفلت وسستی کا مُظاہرہ کرتے ہیں، جبکہ سُنن ونوافل اور مستحبات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ بارہا دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کہیں محفلِ نعت، دینی جلسہ، پروگرام یا کسی ریلی (Rally) وغیرہ کا انعقاد ہورہا ہو، تو اس کے منتظمین یا شرکاء اس کے انتظام وانصرام اور شرکت کے لیے اس قدر پُرجوش ہوتے ہیں، کہ نماز تک کو بھول جاتے ہیں، یہ انتہائی مذموم اَمر ہے، ایسا کرنے کی شرعًا ہرگز اجازت نہیں!۔

سرکارِ بغداد حضور غوثِ پاک زندگی بھر اپنے مریدوں اور عقیدتمندوں کو فرائض وواجبات کی پابندی، اور انہیں ہر عمل پر ترجیح دینے کا درس دیتے رہے، عصری جہت کے اعتبار سے آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی ایسی تعلیمات، اب پہلے سے کہیں زیادہ اہمیت اختیار کرچکی ہیں، محبوبِ سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "مؤمن کو چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض ادا کرے، اور ان سے فراغت کے بعد سنّتوں پر توجہ دے، پھر نوافل اور فضائل میں مصروف ہو، فرائض کی تکمیل کے بغیر سنّتوں میں مشغول ہونا حَماقت ونادانی ہے، اگر کوئی شخص ادائے فرض کے بجائے سُنن ونوافل میں مشغول ہوا، تو وہ ہرگز قبول نہ کیے جائیں گے، اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جسے بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بلائے، یہ وہاں تو حاضر نہ ہو اور بادشاہ کے غلام کی خدمتگاری میں موجود رہے"[2]۔

---

(۱) المرجع نفسه، صـ۹۹.

(۲) "فتوح الغيب" المقالة ٤٨ فيما ينبغي للمؤمن أن يشتغلَ به، صـ۱۱۳.

خواہشاتِ نفس کی مخالفت

عزیزانِ محترم! عصرِ حاضر میں پنپنے والی مُعاشرتی برائیوں میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ لوگ ایک دوسرے کے دینی مقام ومنصب کا لحاظ کیے بغیر، معمولی سی بات پر باہم جانی دشمن بن جاتے ہیں، اپنی نفسانی خوشی کی خاطر زندگی بھر اپنے مخالف کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، ہمارے قبائلی علاقوں (Tribal Areas) میں ایسی دشمنیاں خاندانوں کے خاندان نگل چکی ہیں، لیکن نفس کی تسکین کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا، ہمیں چاہیے کہ عفو ودرگزر سے کام لیں، حد سے نہ گزریں اور شرعی اَحکام کو ملحوظِ خاطر رکھیں، کسی کا کتنا ہی بڑا جرم کیوں نہ ہو، اُسے شریعت کی کسوٹی پر رکھ کر فیصلہ کریں، اور نفس کے غلام ہرگز نہ بنیں!۔

حضور غوث الثقلین رحمۃ اللہ تعالی علیہ خواہشاتِ نفس کی مخالفت کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جب تُو اپنے دل میں کسی کی دشمنی یا محبت پائے، تو اس کے کاموں کو قرآن وسنّت پر پیش کر، اگر ان میں پسندیدہ ہوں تو اس سے محبت رکھ، اور اگر ناپسند ہوں تو کراہت کر؛ تاکہ اپنی خواہش سے نہ کوئی دوست رکھے نہ دشمن، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾[1] "خواہش کے پیچھے نہ جانا؛ کہ تجھے اللہ عزّوجلّ کی راہ سے بہکا دے گی!""[2]۔

غرور، تکبر اور خودستائشی سے پرہیز کی تلقین

میرے محترم بھائیو! موجودہ دَور میں غرور، تکبر اور خودستائشی کا مرض بڑا عام ہے،

---

(۱) پ۲۳، صٓ: ۲۶.

(۲) "الطبقات الكبرى" ومنهم أبو صالح سيّدي ...إلخ، الجزء ۱، صـ۱۳۱.

مال ودَولت اور منصب کے اعتبار سے جو تاجر، سیاستدان، عالمِ دین، وکیل، یا صحافی اور پیر وغیرہ چند دنیاوی کامیابیاں سمیٹ لیتا ہے، وہ پھولے نہیں سماتا، وہ خیال کرتا ہے کہ یہ سب کچھ اس نے اپنی سوجھ بوجھ اور طاقت کے بل بوتے پر حاصل کیا ہے۔ اگر وہ فلاح و بہبود پر مشتمل کوئی نیک کام کرلے، یا کسی فورم (Forum) پر اسے لیکچر (Lecture) وتقریر کے لیے مدعو کرلیا جائے، تواُس کے غرور وتکبّر کی کوئی انتہاء نہیں رہتی، اپنے منہ سے اپنی ہی تعریفوں کے وہ پُل باندھتے ہیں کہ اللہ کی پناہ!۔

شہنشاہِ بغداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسوں کو غرور، تکبّر اور خود ستائشی سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ "جب تم تمام اشیاء کو اللہ تعالی کی طرف سے جانو، اور سمجھو کہ نیک کام کرنے کی توفیق وہی دیتا ہے، اور نفس کا اس سے کچھ بھی لگاؤ نہ رکھو، توتم اس عُجب (تکبر) وغرور سے بچ جاؤ گے"[(۱)]۔

اپنی غربت واِفلاس کا کسی پر اظہار نہ کرو

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! یہ دنیا آزمائش گاہ ہے، اللہ رب العالمین کی طرف سے آزمائش کے مختلف انداز ہیں، کسی کو زیادہ مال ودَولت دے کر آزمایا جارہا ہے، تو کسی کو بھوک، غربت اور تنگی واِفلاس کے ذریعے۔ اللہ کے نیک بندے ہر حال میں اللہ تعالی سے راضِی رہتے اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں، لیکن بعضوں کو دیکھا گیا ہے کہ معمولی سی مشکل آنے پر دوہائیاں دینا شروع کردیتے ہیں، صبر کا مُظاہرہ کرنے کے بجائے دوسروں کے سامنے، اپنے گھریلو حالات کا رونا لے کر بیٹھ جاتے ہیں، اور ان سے یہ توقُّع رکھتے ہیں کہ وہ ان کی مدد کریں گے۔ ایسا کرنا کسی طور پر بھی مناسب

---

(۱) "قلائد الجواھر" صـ۲۹.

نہیں، ایسوں کے لیے حضور پیرانِ پیر روشن ضمیر رحمۃ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "فقر کو چھپانا زیادہ لائق و مستحسن ہے"(۱) کسی بہت بڑے خزانے سے کم نہیں ہے!۔

صدق اور قربِ الٰہی کا حصول

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! بحیثیت مسلمان ہم میں سے ہر ایک کی خواہش ہے، کہ اللہ رب العزّت ہم سے راضی ہو جائے، ہمیں اس کا قُرب نصیب ہو جائے، ہم اس کے فرمانبردار بندے بن جائیں، لیکن ساتھ ہی ساتھ ہم جھوٹ، چُغلی، حسد، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، ناپ تول میں کمی جیسی مُعاشرتی برائیوں اور گناہوں کے دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں، اگر ہم واقعتاً اپنے رب کو راضی کرنا چاہتے ہیں، تو ان تمام برائیوں اور گناہوں سے نجات حاصل کر کے، ہمیں ایک اچھا اور باعمل مسلمان بننا ہوگا۔ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قربِ الٰہی کے حصول کا طریقہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "سچائی اور راست بازی اختیار کرو، اگر یہ دونوں صفتیں نہ ہوتیں، تو کسی شخص کو بھی قربِ الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا تھا"(۲)۔

دعا

اے اللہ! ہمیں سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرتِ طیّبہ کا مُطالعہ کرنے، اور ان کی تعلیمات پر عمل کی توفیق مرحمت فرما، ان کے فیضِ روحانی سے ہمیں کامل حصہ عطا فرما، اپنی محبت، اِطاعت اور سچی ولایت عطا فرما، بزرگانِ دین کی تعلیمات کی روشنی میں ایک اچھا مسلمان بننے کا جذبہ عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

---

(۱) المرجع نفسه، صـ٥٧.

(۲) المرجع السابق، صـ٦١.

دن میں کام، رات میں آرام

(جمعۃ المبارک ۱۳ ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ - ۱۹/۱۱/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

رات میں آرام کی اہمیت وضرورت

برادرانِ اسلام! رات میں آرام اور پُرسکون نیند، اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت، اور انسان کی فطری وبنیادی ضرورت ہے، جس طرح بقائے حیات کے لیے کھانا پینا اور سانس لینا ضروری ہے، اسی طرح ذہنی وجسمانی صحت کے لیے رات کی نینداور آرام سے بھی کوئی شخص بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ رات کی پُرسکون نیند سے جسمانی اور ذہنی صحت پر بہت مثبت اثرات مرتَّب ہوتے ہیں، رات بھر آرام کرنے والا شخص سارادن چاک وچوبند اور ہشّاش وبشّاش رہتا ہے، ذہنی تناؤ، چڑچڑے پن، ڈپریشن (Depression)، موٹاپے، ذیابیطس (Diabetes)، ہائی بلڈ پریشر (High Blood Pressure)، ذہنی بگاڑ (Dementia) اور بُھولنے (Alzheimer) جیسی خطرناک بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

رات کا آرام اور پُر سکون نیند انسانی صحت کے لیے کس قدر ضروری ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ سائنسی تحقیقات کے مطابق دن بھر کے کام کاج کے دَوران، انسانی دماغ میں ایک خطرناک زہریلا فضلہ جمع ہوتا رہتا ہے، جو انسانی صحت کے لیے انتہائی خطرناک ہے، انسان جب گہری نیند سو جاتا ہے تو دماغ اُس فضلے کو نکال کر متاثرہ مقام کی مرمّت (Repair) کر کے توانائی فراہم کرتا، اور اُسے اَز سرِ نَو مضبوط اور کارآمد بنا دیتا ہے۔ اس کے برعکس اگر انسانی دماغ کے خَلیوں (Cells) کو آرام کا وقت نہ ملے اور وہ مسلسل کام کرتے رہیں، تو اِن سے فری ریڈیکلز (Free Radicals) خارج ہوتے ہیں، جو انسانی جسم کے تندرست خلیوں (Cells) پر حملہ آوَر ہو کر انہیں کمزور کر دیتے ہیں، اس کے باعث انسان مختلف نَوعیت کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، جن میں پاگل پن کی بیماری سب سے نمایاں ہے[(۱)]۔

لہذا اپنے آرام، سکون اور جسمانی صحت و تندرستی کا خیال رکھیں، اس کی قدر کریں، اور اس پر اللہ کا شکر ادا کریں؛ کہ یہ ایک ایسی نعمت ہے جو دنیا جہاں کی نعمتوں کے برابر ہے۔ حضرت سیّدنا سلَمہ بن عبَید اللہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ سرکارِ اَبد قرار صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِناً فِي سِرْبِهِ، مُعَافى فِي جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا»[(۲)] "جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کا دل مطمئن اور جسم تندرست ہو، اس کے پاس ایک دن کی روزی ہو، تو گویا اس کے لیے دنیا کی ساری نعمتیں جمع کر دی گئیں!"۔

---

(۱) دیکھیے: "نیند ایک عظیم نعمت ہے" ماہنامہ فیضانِ مدینہ فروری ۲۰۱۷ء۔

(۲) "سنن الترمذي" أبواب الزهد، ر: ٢٣٤٦، صـ٥٣٦.

رات اور دن بنانے کا مقصد

عزیزانِ محترم! موجودہ دَور سائنس (Science)، ٹیکنالوجی (Technology) اور کمپیوٹر (Computers) کا دَور ہے، انسانی زندگی ایک روبوٹ (Robot) کی مثل ہو چکی ہے، جسے دیکھو عُجلت (جلدی) میں دکھائی دے گا، کسی کے پاس وقت نہیں، ہر ایک بھاگ دوڑ میں لگا ہوا ہے، دُنیوی مال وزَر بنانے کے چکر میں نہ کھانے کا ہوش ہے نہ پینے کا، نہ دن کا پتہ ہے نہ رات کا، اور جنہیں کوئی کام نہیں وہ بھی فراغت کے باوُجود مصروف ہیں، انہیں فیس بک (Facebook)، ٹویٹر (Twitter)، یوٹیوب (YouTube)، اور ٹک ٹاک (Tik Tok) سے فرصت نہیں، وہ ساری ساری رات سوشل میڈیا (Social Media) پر فلمیں ڈرامے دیکھنے، گانے باجے سننے اور نامعلوم دوستوں کے ساتھ چیٹ (Chat) میں مصروف رہتے ہیں، پھر دن چڑھے سوتے ہیں۔ ایک مسلمان کے شب وروز کا یہ معمول نہ شرعی طور پر درست ہے، نہ طبّی اعتبار سے اس کا کوئی جواز پیش کیا جاسکتا ہے!۔

حضراتِ گرامی قدر! اللہ رب العالمین نے دن کام کرنے کے لیے اور رات آرام کرنے کے لیے بنائی ہے؛ تاکہ دن بھر کے کام کاج سے تھکا ماندہ انسان رات کو جب گھر لَوٹے، تو وہ راحت وآرام اور سکون واطمینان سے گہری نیند سو سکے۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾[1] "اللہ تعالی نے اپنی مہربانی سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے؛ تاکہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو (یعنی کسبِ مُعاش کرو)؛ اور اس لیے کہ تم حق مانو!"۔

---

(۱) پ ۲۰، القصص: ۷۳.

رات کو سونے اور دن میں کام کاج کرنے کی اس قدر فضیلت ہے، کہ اللہ تعالی نے اسے اپنی نشانیوں میں شمار فرمایا، ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ﴾[1] "اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، رات میں تمہارا سونا، اور دن میں اس کا فضل تلاش کرنا، بے شک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لیے!"۔

رات آرام کرنے کے لیے ہے اور دن کام کرنے کے لیے، اس اَمر کا اظہار اللہ رب العزّت نے قرآن مجید میں متعدّد مقامات پر فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ﴾[2] "وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی؛ کہ اس میں چَین پاؤ، اور دن بنایا تمہاری آنکھیں کھولتا (روشن؛ تاکہ تم اپنی حاجات اور اَسبابِ مُعاش کا انتظام کر سکو)، یقیناً اس میں سننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں!"۔

کسبِ مُعاش کے لیے دن کا وقت زیادہ مناسب ہے، اس بارے میں اللہ رب العالمین نے ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَآ اٰیَةَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَآ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا﴾[3] "ہم نے رات اور دن کو دو ۲ نشانیاں بنایا، تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی، اور دن کی نشانی دکھانے والی کی (یعنی روشن کہ اس میں سب چیزیں نظر آئیں)؛ تاکہ اپنے رب کا فضل (کسبِ مُعاش) تلاش کرو"۔

---

(۱) پ۲۱، الروم: ۲۳.
(۲) پ۱۱، یونس: ٦٧.
(۳) پ۱۵، الإسراء: ۱۲.

سونے کے لیے بہترین وقت

حضراتِ ذی وقار! ہمارے مُعاشرے میں بلاوجہِ شرعی، رات بھر جاگ کر انٹرنیٹ (Internet) استعمال کرنے، چوراہوں پر بیٹھ کر فُضول گپیں ہانکنے، ہوٹلوں کی رَونق بڑھانے، اور دن چڑھے سونے کا معمول بن چکا ہے، یہ شرعی اور طبّی لحاظ سے ناپسندیدہ اور نقصان دہ اَمر ہے؛ کیونکہ سونے کے لیے بہترین وقت رات کا وقت ہے، لہذا کسبِ مُعاش اور دیگر دینی ودُنیاوی مَشاغل سے فارغ ہوکر جلد اَز جلد سونے کی عادت بنائیے!۔

سونے کا بہترین وقت رات کا ہے، اس بارے میں ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّیْلَ لِیَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًاؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾[1] "کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے رات بنائی؛ تاکہ اس میں آرام کریں، اور دن کو دکھانے والا بنایا، یقیناً اس میں ضرور نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں!"۔

نبئ کریم ﷺ کا معمول مبارک

سرکارِ دو عالم ﷺ کا یہ معمول مبارک تھا، کہ آپ ﷺ نمازِ عشاء سے پہلے نہیں سوتے تھے، اور عشاء کے بعد بات چیت نہیں فرماتے تھے، لہذا ہمیں بھی حضور نبئ کریم ﷺ کی پیروی کرنی چاہیے، اور نمازِ عشاء کے بعد جلد تر سونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت سیّدنا ابوبَرزہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ العِشَاءِ، وَالحَدِيثَ بَعْدَهَا»[2] "نبئ اکرم ﷺ عشاء سے قبل سونا، اور عشاء کے بعد باتیں کرنا ناپسند فرماتے تھے!"۔

---

(١) پ٢٠، النمل: ٨٦.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب الصلاة، ر: ١٦٨، صـ٤٧.

میرے محترم بھائیو! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سب لوگوں کے لیے رول ماڈل(Role Model)ہیں، ہمیں ان کی اِتّباع کا حکم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1] "یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی سب سے بہتر ہے"۔ مفسّرینِ کرام فرماتے ہیں کہ "اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی زندگی سارے انسانوں کے لیے نمونہ ہے، اس کے دائرے سے زندگی کا کوئی شعبہ باہر نہیں، رب تعالی نے حضور ﷺ کی زندگی کو اپنی قُدرت کا نمونہ بنایا، لہذا کامیاب زندگی وہی ہے جو اِن کے نقشِ قدم پر ہو، اگر ہمارا جینا مرنا، سونا جاگنا حضور ﷺ کے نقشِ قدم پر ہو جائے، تو یہ سارے کام عبادت بن جاتے ہیں"[2]۔

دن میں سونے کی ممانعت

عزیزانِ مَن! جس طرح بلاوجہِ شرعی ساری رات جاگنا ممنوع اور صحت کے لیے نقصان دہ ہے، اسی طرح دن کے اَوقات میں سونا بھی رزق میں تنگی اور انسانی عقل کے زائل ہونے کا باعث ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ نَامَ بَعْدَ الْعَصْرِ فَاخْتُلِسَ عَقْلُهُ، فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ»[3] "جو شخص عصر کے بعد سوئے، اس کی عقل کم ہو جاتی ہے، لہذا وہ خود اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے!"۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ "دن کے ابتدائی حصہ

---

(١) پ٢١، الأحزاب: ٢١.

(٢) "تفسیر نور العرفان" پ۲۱، اَحزاب، زیرِآیت:۲۱، ۶۷۱، ملتقطاً۔

(٣) "مُسند أبي يعلى الموصلي" مسند عائشة رضي الله تعالى عنها، ر: ٤٩١٥، ٤/ ١٢١.

میں سونا، یا مغرب وعشاء کے درمیان میں سونا مکروہ ہے!"[1]۔

صبح کے وقت کی اہمیت اور برکتیں

حضراتِ گرامی قدر! صبح کا وقت نہایت اہمیت اور کثیر برکتوں کا حامل ہے، اس وقت میں سونا اور سستی و کاہلی کا مُظاہرہ کرنا، رزق سے محرومی کا باعث ہے۔ شہزادئ کونین حضرت سیّدہ فاطمہ زہراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں، کہ میں صبح کے وقت سوئی تھی کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم میرے پاس سے گزرے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے ہلایا اور ارشاد فرمایا: «يَا بُنَيَّةُ! قُومِي اشْهَدِي رِزْقَ رَبِّكِ، وَلَا تَكُونِي مِنَ الْغَافِلِينَ! فَإِنَّ اللهَ يَقْسِمُ أَرْزَاقَ النَّاسِ مَا بَيْنَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ»[2] "بیٹی اٹھو! اپنے رب کی طرف سے رزق کی تقسیم میں حاضر ہو جاؤ، اور غافل لوگوں کی عادت اختیار نہ کرو! اللہ تعالی طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک لوگوں کا رزق تقسیم فرماتا ہے"۔

صبح کا وقت ایسا مبارک وقت ہے کہ سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس میں برکت کے لیے خاص طور پر دعا فرمائی، حضرت سیّدنا صَخر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، تاجدارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعا کی: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا!»[3] "اے اللہ! میری اُمت کے لیے صبح کے وقت میں برکت عطا فرما!"۔

اسی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضور جانِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم جب بھی کوئی فوجی دستہ یا لشکر روانہ کرتے، تو انہیں صبح سویرے ہی روانہ فرمایا کرتے۔ اس حدیثِ

---

(۱) "بہارِ شریعت" "بیٹھنے اور سونے اور چلنے کے آداب، حصّہ شانزدہم ۱۶، ۳/۴۳۶۔

(۲) "شعب الإيمان" فصل في النوم الذي هو ...إلخ، ر: ٤٤٠٥، ٦/ ٤٠٤.

(٣) "سنن الترمذي" باب ما جاء في التبكير بالتجارة، ر: ١٢١٢، صـ٢٩٦.

پاک کے راوی حضرت سیّدنا صَخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک تاجر تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنی تجارت (کے قافلے) صبح سویرے بھیجا کرتے، جس کے سبب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجارت میں بڑی برکت ہوئی، اور آپ کے مال میں بہت اضافہ ہوگیا[1]۔

جو لوگ رزق یا کاروباری مسائل کی وجہ سے پریشان ہیں، انہیں چاہیے کہ صبح جلدی اُٹھنے اور کام کاج کے لیے نکلنے کی عادت بنائیں، نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے -ان شاء اللہ- رزق میں وُسعت، فراوانی، اور خوب برکت ہوگی، اور وہ جلد مالا مال ہوجائیں گے!۔

نیند پوری نہ ہونے کے چند نقصانات

حضراتِ ذی وقار! اسلام دینِ فطرت اور مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہ ہمیں ایک متوازِن زندگی گزارنا سکھاتا ہے، اس دین کی تعلیمات میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق اُصول وقوانین بیان فرما دیے گئے ہیں، لہذا جو شخص ان سے رُوگردانی کرے گا، دنیا وآخرت میں ناکامی اس کا مقدّر ٹھہرے گی!۔

ایک انسان کو اپنے شب وروز کس طرح گزارنے چاہئیں، اس بارے میں بھی دینِ اسلام واضح طور پر ہدایات ارشاد فرماتا ہے، انسانی جسم مسلسل اور لگاتار کام ہرگز نہیں کرسکتا، اسے چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں روزانہ ایک بار آرام اور پُرسکون نیند کی اشد ضرورت ہے، اور نیند کے لیے بہترین وقت رات کا ہے، لیکن آج کی تیز اور برق رفتار زندگی میں دن اور رات برابر ہو کر رہ گئے ہیں، لوگ دنیاوی کام کاج میں اس قدر مَحو ہیں، کہ کسی کو آرام کا ہوش تک نہیں رہا، نتیجۃً انسانی جسم طرح طرح کی بیماریاں کا شکار ہو رہا ہے، اور سائنسی اعتبار سے شرحِ اَموات میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

---

(١) المرجع نفسه.

میرے محترم بھائیو! نیند کی کمی سے انسانی جسم تھکاوٹ محسوس کرتا ہے، اس کا دماغ صحیح طور پر کام نہیں کر پاتا، غنودگی کی کیفیت طاری رہتی ہے، قوّتِ برداشت میں کمی اور طبیعت میں جھنجلاہٹ اور چڑچڑاپن آجاتا ہے، انسان بے خوابی کا شکار ہو جاتا ہے، آنکھوں کے گِرد سیاہ حلقے (Dark circles) پڑ جاتے ہیں، آدھے سر میں درد رہنے لگتا ہے، بینائی کمزور ہو جاتی ہے، بلڈ پریشر (Blood Pressure) کا مرض لاحق ہو جاتا ہے، مختلف اَمراض اور جراثیم کے خلاف انسانی جسم کی قوّتِ مُدافعت کمزور ہو جاتی ہے، نیند کی کمی کے باعث انسان سستی کا شکار رہتا ہے، اس سے کام کاج کی طرف انسان کی مکمل توجہ اور چاک وچوبند رہنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے، گفتگو میں مشکل پیش آتی ہے، اور انسان مبہم باتیں کرنے لگتا ہے، دائمی نزلہ وز کام کا شکار رہتا ہے، معدے میں سُوجن کا مرض نیند کی کمی کے نتیجے میں بدتر ہو جاتا ہے، ذیابیطس (Diabetes) کی شکایت ہو جاتی ہے، بڑی آنت اور بریسٹ (Breast) کینسر کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، یادداشت پر منفی اثرات مرتَّب ہوتے ہیں۔

نیند کی کمی کے باعث خواتین کا ہارمون نظام (Hormonal System) متاثر ہوتا ہے، اس سے بانجھ پن کا خطرہ پیدا ہوتا ہے، قوّتِ اِرادی پر کنٹرول (Control) ختم ہو جاتا ہے، قبل اَز وقت بڑھاپے کے اثرات نمودار ہونے لگتے ہیں، پٹھے (Muscles) کمزور پڑ جاتے ہیں، اور ذہنی دباؤ (Depression) کا خطرہ بڑھ جاتا ہے[1]۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! انسانی جسم اللہ رب العالمین کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، لہٰذا اس کی قدر کریں، اپنی صحت و تندرستی اور آرام وسکون کا

---

(۱) دیکھیے: "نیند کی کمی سے ہونے والے ۲۳ نقصانات" ڈان نیوز ای پیپر، ملخّصاً۔

خیال رکھیں، انسانی جسم کے تقاضوں کو ہرگز نظر انداز نہ کریں، دن کے وقت کام اور رات میں آرام کی عادت اپنائیں، مال ودَولت کمانے میں میانہ روی اختیار کریں، اور یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ جتنا رزق آپ کے مقدّر میں لکھا ہے، وہ بہرصورت آپ کو مل کر ہی رہے گا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا﴾[1] "زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالی کے ذمّۂ کرم پر نہ ہو"۔ جس جاندار کا جب تک اور جتنا رزق لکھا ہے، وہ وعدے کے مطابق اُسے ضرور مل کر رہے گا؛ لہٰذا عقلمند انسان مال ودَولت اور پیسہ کمانے کو مقصدِ حیات ہرگز نہیں بناتا، بلکہ اس میں میانہ روی اختیار کرتا ہے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں رزقِ حلال خوب عطا فرما اور مالِ حرام سے بچا، ہمیں صبح جلدی اٹھنے اور رات جلدی سونے کی توفیق عطا فرما، ہمارے مزدوروں، ماہر کاریگروں اور محنت کشوں کی حفاظت فرما، ہمارے حکمرانوں اور تاجر برادری کو دن کے اُجالے میں کاروبار کرنے، اور اس بارے میں قوانین بنا کر انہیں نافذ کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

(۱) پ۱۲، هود: ٦.

اچھے مسلمان کی پہچان

(جمعۃ المبارک ۲۰ ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۱/۱۱/۲۶ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اچھا مسلمان

برادرانِ اسلام! جو شخص ایمان کی دَولت سے مالامال ہو، اُسے چاہیے کہ اپنی زندگی اللہ ورسول کی اِطاعت وفرمانبرداری میں گزارے، اَحکامِ شریعت کی پابندی کو اپنے آپ پر لازم کرلے، نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے، اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرے، اُن کے ساتھ خوش اَخلاقی اور حُسنِ سُلوک سے پیش آئے، اللہ تعالی کے دیے ہوئے مال سے اُس کی راہ میں خرچ کرے، روزِ آخرت پر کامل یقین رکھے، اللہ سے ڈرتا رہے، اُس کی یاد سے اپنے دل کو معمور رکھے، اپنے اَقوال واَفعال میں خشوع وخضوع جیسی اعلیٰ صفات پیدا کرے، ظاہری وباطنی طہارت کے لیے علمائے دین اور دیگر اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے، فحش اور لایعنی (فُضول) باتوں سے اپنے آپ کو دُور رکھے، اور جس کام سے کوئی تعلق نہ ہو، خوامخواہ

اُس کی ٹوہ یا کھوج میں نہ پڑے؛ کہ ایک اچھے مسلمان کی یہی شان اور پہچان ہے!۔

حُسنِ اَخلاق

عزیزانِ محترم! قرآن وحدیث میں ایک اچھے مسلمان کی جو پہچان بتائی گئی ہے، اُس میں سب سے زیادہ اہمیت حُسنِ اَخلاق کو حاصل ہے۔ ہر آدمی دوسروں کی شخصیت میں عیب تلاش کرنے کے بجائے، اپنی ذات کا مُحاسبہ اور اِصلاح کی کوشش کرے، دوسروں کے متعلق رائے قائم کرتے ہوئے اپنے دل ودماغ کو وسیع رکھے، بدگمانی سے بچے، حتّی الاِمکان حُسنِ ظن سے کام لے، اور اُن کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آنے کی کوشش کرے۔

حضرت سیّدُنا جابر بن سَمُرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ارشاد فرمایا: «وَإِنَّ أَحْسَنَ النَّاسِ إِسْلَاماً، أَحَاسِنُهُمْ أَخْلَاقاً»[1] "لوگوں میں سب سے اچھا مسلمان وہ ہے، جس کے اَخلاق سب سے اچھے ہیں!"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ، أَحْسَنَكُمْ أَخلَاقاً»[2] "یقیناً تم میں سے میرا زیادہ پسندیدہ وہ ہے، جو اَخلاق میں سب سے اچھا ہے"۔

حضرت سیّدنا ابودَرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ارشاد فرمایا: «مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ

---

(١) "الصمت وآداب اللسان" لابن أبي الدنيا، باب ذمّ الفحش والبذاء، ر: ٣٣٩، صـ١٩٠.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب أصحاب النّبي، ر: ٣٧٥٩، صـ٦٣٢.

الله لَيُبْغِضُ الفَاحِشَ البَذِيءَ»[1] "بروزِ قیامت مؤمن کے میزان میں سب سے زیادہ بھاری اور وزن دار چیز، اس کے حُسنِ اَخلاق ہوں گے، اور اللہ تعالی فحش گوئی کرنے والے کو دشمن رکھتا ہے!"۔ یعنی اللہ تعالی ہر فحش گو، بداَخلاق، بدکردار، بدکلام اور بے حیا شخص سے نفرت فرماتا ہے۔

حضراتِ گرامی قدر! تاجدارِ رسالت ﷺ کے مذکورہ فرامین، ہمیں دعوتِ فکر دے رہے ریں، کہ ایک اچھا مسلمان بننے کے لیے حُسنِ اَخلاق کی کس قدر اہمیت ہے! لہٰذا اگر ہم واقعی ایک اچھا اور باعمل مسلمان بننا چاہتے ہیں، تو ہمیں بداَخلاقی سمیت تمام بری عادات کو ترک کرنا ہوگا! مخلوقِ خدا کے ساتھ نرمی، شفقت، لُطف، مہربانی اور ہمدردی کے ساتھ پیش آنا ہوگا؛ کہ ہمارے دین کی یہی تعلیمات ہیں!۔

رضائے الٰہی کی طلب

حضراتِ ذی وقار! ایک اچھے مسلمان کی بنیادی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ اُس کا ہر کام اللہ ورسول کی رضا کی خاطر ہوگا، اُس کی دوستی دشمنی سب اللہ ورسول کی رضا کے پیشِ نظر ہوگی، وہ اللہ تعالی کا اس قدر صادق بندہ ہوگا، کہ اگر رضائے الٰہی کی خاطر اُسے اپنے ماں باپ، بھائی بہن حتی کہ اولاد بھی چھوڑنی پڑے، تو وہ اس سے گریز نہیں کرے گا۔ اللہ رب العالمین اپنے ایسے ہی بندوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ﴾[2] "تم ان لوگوں کو نہ پاؤ گے، جو اللہ اور

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب البرّ والصلة، ر: ٢٠٠٢، صـ٤٦٢.

(٢) پ ٢٨، المجادَلة: ٢٢.

آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں، کہ دوستی کریں اُن سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالَفت کی، اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کُنبے والے ہوں!"۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارَکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "یہ آیت مسلمانوں کی پہچان ہے، اس میں مسلمانوں کی نشانی یہ بتائی گئی ہے، کہ مؤمن ہرگز ایسا نہیں کر سکتا کہ اللہ ورسول علیہ الصلوۃ والسلام کے دشمنوں سے محبت رکھے، اگرچہ وہ اس کے خاص اہلِ قَرابت ہی (کیوں نہ) ہوں!"[1]۔

ہم کس قسم کے مسلمان ہیں!

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! یہود ونصاریٰ کی طرف سے نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی عزّت وناموس پر، آئے روز ہونے والے حملوں اور دینی مقدّسات کی توہین پر، مجرمانہ خاموشی اختیار کرنے والے ہمارے حکمرانوں، اور لبرل (Liberal) کہلانے والی سِول سوسائٹی (Civil Society) کو اپنے اپنے طرزِ عمل پر غور وفکر کرنا چاہیے، کہ ہم کس قسم کے مسلمان ہیں! ہماری غیرتِ ایمانی جوش کیوں نہیں مارتی! ہم اپنے معمولی سے مُعاشی فوائد اور کاروباری مُعاہدوں (Business Agreements) کو، اللہ ورسول پر کس طرح ترجیح دے سکتے ہیں! اگر ہم اللہ تعالی کے نیک بندے اور اچھے مسلمان ہوتے، تو ہرگز اپنے مال ودَولت کی پرواہ نہ کرتے! ہر صورت میں اللہ ورسول کی ذات کو ترجیح دیتے! اور گستاخانِ رسول کو ایسا جواب دیتے کہ دوبارہ ایسی ناپاک جسارت کرنے سے قبل وہ ہزار بار سوچنے پر مجبور ہوتے!۔

---

(۱) "شانِ حبیب الرحمن من آیات القرآن" آیت:۸۱، ص۲۳۵، ملتقطاً۔

شرانگیزی سے اِعراض

عزیزانِ مَن! ایک اچھے مسلمان کی یہ بھی پہچان ہے، کہ وہ شرانگیزی نہیں کرتا، اپنی زبان یا ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا، وہ محبت وَرواداری اور تحمل وبرداشت کا آئینہ دار ہوتا ہے، وہ ظلم وستم، نفرت وتعصب، جبر وتشدُّد اور اِفتراق واِنتشار کی راہ سے اِعراض کرتا ہے۔ جس صاحبِ ایمان میں یہ صفات ہوں وہ یقیناً ایک اچھا مسلمان ہے۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «المُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ المُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ»[1] "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے، دوسرے مسلمان سلامت رہیں!"۔

حضرت سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا، کہ صحابۂ کرام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ! کونسا اسلام افضل ہے؟ (یعنی کون اچھا مسلمان ہے؟) رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَلِمَ المُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ»[2] "جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں!"۔

میرے محترم بھائیو! ایک اچھے اور حقیقی مسلمان کی یہی پہچان ہے، کہ وہ دوسرے مسلمان بھائیوں پر ظلم وستم یا زیادتی نہیں کرتا، نہ انہیں حقیر جانتا ہے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «المُسْلِمُ أَخُو المُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ»[3] "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ ظلم کرتا ہے، نہ اسے ذلیل کرتا ہے، اور نہ اسے حقیر جانتا ہے!"۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، ر: ١٠، صـ٥.
(٢) المرجع نفسه، باب: أيّ الإسلام أفضل؟ ر: ١١.
(٣) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصلة والآداب، ر: ٦٥٤١، صـ١١٢٤.

اس کے برعکس جو شخص ایسا کرتا ہے، وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکِب ہے، حدیثِ پاک میں اس بات کی سخت مُمانعت فرمائی ہے، حضور نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ»[1] "ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزّت (وآبرو پامال کرنا) سب حرام ہے!"۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی کی عزّت وحرمت کا خیال رکھے، بلاوجہِ شرعی اُسے اَذیّت نہ پہنچائے، اگر کوئی ہمارے ساتھ زیادتی کرے تو عفوودرگزر سے کام لیجیے؛ کہ ایک اچھے مسلمان کو یہی زیب دیتا ہے!۔

مسلمان بھائی کی پردہ پوشی

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! اپنے مسلمان بھائی بہن کی پردہ پوشی کرنا بھی ایک اچھے مسلمان کی علامت ہے، بہ تقاضائے بَشریت اگر کسی مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے، تو اُسے چھپانے کی کوشش کریں، لوگوں میں اس کا چرچا کرکے اُس کی ذِلّت، رُسوائی اور اَذیت کا باعث نہ بنیں! اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرنے، اور اُس کا عیب چھپانے کی بڑی فضیلت ہے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ»[2] "جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا!"۔

لہٰذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے عُیوب پر بھی پردہ پڑا رہے، اور ہمارے وہ گناہ جو ہم نے لوگوں سے چھپ کر کیے ہیں، کسی کے علم میں نہ آئیں، تو ہمیں بھی اپنے مسلمان بھائیوں کی پردہ پوشی کرنی ہوگی، انہیں ذِلّت ورُسوائی سے بچانا ہوگا، اگر

---

(١) المرجع نفسه.
(٢) "صحيح مسلم" كتاب الذكر والدعاء والتوبة، ر: ٦٨٥٣، صـ١١٧٣.

کسی وجہ سے اُن کی عزّت وآبرُو میں کمی واقع ہو رہی ہو، تو اُن کی مدد کرنی ہوگی۔ یقین جانیے کہ اگر ہم ایسا کریں گے، تو اللہ تعالی مشکل وقت میں ہماری بھی مدد فرمائے گا!۔

حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ اور حضرت سیّدنا ابوطلحہ بن سَہل انصاری رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، خاتم النبیین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا مِنِ امْرِئٍ يَنْصُرُ مُسْلِماً فِي مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ، وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ، إِلَّا نَصَرَهُ اللهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ نُصْرَتَهُ»[1] "جو کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرے، جہاں اس کی عزّت میں کمی آ رہی ہو، اور اس کی آبرُو ریزی کی جا رہی ہو، تو اللہ تعالی اس کی ایسی جگہ مدد فرمائے گا، جہاں اُسے اللہ کی مدد کی ضرورت ہوگی!"۔ یعنی جہاں وہ مددِ الٰہی کا شدید محتاج ہوگا۔

فضول اور لایعنی باتوں سے اِعراض

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! جس بات سے انسان کا کوئی تعلق نہ ہو، اُس میں خوامخواہ دخل اندازی کرنے سے بچنا بھی سچے، اچھے اور کامیاب مسلمان کی علامت ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾[2] "یقیناً ایمان والے مُراد کو پہنچے، جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں، اور وہ جو کسی لَغو (فُضول) بات کی طرف اِلتفات نہیں کرتے!"۔

فُضول اور غیر متعلقہ باتوں سے بچنا، انسان کو درجۂ کمال تک پہنچا دیتا ہے، حضرت سیّدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے

---

(۱) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، ر: ٤٨٨٤، صـ٦٨٩.

(۲) پ۱۸، المؤمنون: ۱-۳.

ارشاد فرمایا: «إِنَّ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ المَرْءِ، تَرْكُه مَا لَا يَعْنِيهِ»[1] "اچھا مسلمان وہ ہے جو اپنے کام سے کام رکھے!"۔ یعنی ایک اچھا مسلمان بننے کے لیے ضروری ہے، کہ انسان حرام وناجائز اور بے ہودہ، اور لایعنی (فُضول) کاموں سے باز رہے، اور اپنے کردار کو صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھے۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اگر ہم ایک اچھا مسلمان بننا چاہتے ہیں، تو چاہیے کہ سب کے ساتھ خوش اَخلاقی اور حُسنِ سلوک سے پیش آئیں، ہر کام میں رضائے الٰہی کو پیشِ نظر رکھیں، اپنے مسلمان بھائیوں کی پردہ پوشی کریں، فتنہ وفساد، اور بے ہودہ وفضول باتوں سے دُور رہیں، اور اپنی عزّت کی حفاظت کریں، کہ جو شخص اپنے نفس پر قابو رکھتے ہوئے ایسا کرنے میں کامیاب ہوگیا، اس کے لیے جنّت میں عالی شان محل کی خوشخبری ہے! ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿أُولَٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلٰمًا ۝ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾[2] "اُن کو جنّت کا سب سے اُونچا بالاخانہ انعام ملے گا، اُن کے صبر کا بدلہ، اور وہاں دعا وآداب اور سلام کے ساتھ پیشی ہوگی، ہمیشہ اس میں رہیں گے، کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور بسنے کی جگہ ہے!"۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اچھا اور سچا پکا مسلمان بنا، اَحکامِ شریعت کا پابند فرما، حُسنِ اَخلاق کا پیکر بنا، رضائے الٰہی کو ہمارا مقصود ومطلوب بنا، اپنے مسلمان بھائیوں کو تنگ کرنے اور ان میں شر انگیزی سے بچا، فضول اور لایعنی کاموں سے محفوظ فرما، ہمیں نیکیاں کرنے اور گناہوں سے بچنے کا جذبہ عنایت فرما، آمین یارب العالمین!۔

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب الزُهد، ر: ۲۳۱۸، صـ۵۳۱.

(۲) پ۱۹، الفرقان: ۷۵، ۷۶.

ذرائعِ اِبلاغ کا مثبت استعمال اور نیکی کی دعوت

(جمعۃ المبارک ۲۷ ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ - ۰۳/۱۲/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

ذرائعِ اِبلاغ سے مراد

برادرانِ اسلام! الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and Print Media) سمیت وہ تمام سوشل نیٹ ورکس (Social Net Works) جن کے ذریعے ہم اپنی بات دوسروں تک پہنچا سکیں، انہیں ذرائعِ اِبلاغ (Media) کہا جاتا ہے، اس میں ریڈیو (Radio)، ٹیلی ویژن (Television)، انٹرنیٹ (Internet)، اَخبار اور رسائل وجرائد وغیرہ سب داخل ہیں۔

ذرائعِ اِبلاغ کی اہمیت واِفادیت

عزیزانِ محترم! ذرائعِ اِبلاغ کی اہمیت سے کسی طور پر انکار نہیں کیا جاسکتا، اس کی اِفادیت زندگی کے ہر شعبے میں مسلّم ہے، اسی کی بدَولت آج فاصلے سمٹ چکے ہیں، اور دنیا ایک گلوبل ویلیج (Global Village) کی صورت اختیار کر چکی ہے، اَفکار وآراء کی ترویج

اور باہم تبادلۂ خیال میں سہولت پیدا ہوئی ہے، گھر بیٹھے دنیا کی کسی بھی معروف یونیورسٹی میں آن لائن ایڈمیشن (Online Admission) اور کلاسز (Classes) کے ذریعے تعلیم کا حصول اب ممکن ہو چکا ہے، خبر کی ترسیل اس قدر برق رفتار ہو چکی ہے، کہ دنیا کے کسی بھی خطے میں رُونما ہونے والا واقعہ، اگلے ہی لمحے بریکنگ نیوز (Breaking News) بن کر ہماری اسکرین پر موجود ہوتا ہے، اور اس کی لائیو کوریج (Live Coverage) کی صورت میں ہم براہِ راست، نہ صرف ان مَناظر کو دیکھتے ہیں، بلکہ وہاں موجود نیوز رپورٹر (News Reporter) کو بھی دیکھتے اور سنتے ہیں۔ پلے اسٹور (Play Store) پر موجود آڈیو (Audio) اور ویڈیو کالنگ ایپس (Video Calling Apps) کے ذریعے، دنیا کے کسی بھی ملک میں کال کرکے، نہ صرف اپنے پیاروں سے باتیں کرتے ہیں، بلکہ ان کی حرکات وسکنات کا بھی مُعاینہ کرتے ہیں۔

ان ذرائعِ ابلاغ سے استفادہ آج اس قدر آسان ہو چکا ہے، کہ اگر کوئی شخص پڑھا لکھا نہ ہو، یا کسی معذوری کے باعث تحریر نہ کر سکتا ہو، تو وہ وائس آپشن (Voice Option) کے ذریعے، صرف بول کر بھی اپنے مطلوب تک رَسائی حاصل کر سکتا ہے۔

ذرائعِ ابلاغ کی ترقی سے عوام میں شُعور پیدا ہوا ہے، ان کے علم وہُنر کی صلاحیت میں اضافہ ہوا ہے، کاروباری لوگ گھر بیٹھے آن لائن بزنس (Online Business) کرکے لاکھوں لاکھ کما رہے ہیں، قرآن وحدیث کی تعلیم کے لیے آن لائن مدارس کا قیام عمل میں آچکا ہے، دینی اجتماعات اور محافل کا انعقاد ہو رہا ہے، چوبیس ۲۴ گھنٹے مسلسل ٹی وی نشریات کے ذریعے حالاتِ حاضرہ سے مکمل آگاہی دی جارہی ہے، دن بھر نیوز چینلز (News Channels) پر بریکنگ نیوز

(Breaking News) کے طور پر چلنے والی خبروں کو، مکمل چھان بین اور تحقیق کے ساتھ نیوز پیپرز (News Papers) میں شائع کیا جارہا ہے۔

الغرض ذرائع اِبلاغ (Media) کا عمل دخل اور اہمیت واِفادیت اس قدر بڑھ چکی ہے، کہ آج کے اس جدید دَور میں ان کے بغیر زندگی کا تصوُّر بھی تقریبًا ناممکن سمجھا جاتا ہے!۔

میڈیا کی طاقت

حضراتِ گرامی قدر! موجودہ دَور میں ذرائع اِبلاغ یعنی میڈیا (Media) ایک بہت بڑی طاقت بن چکا ہے، ذہن سازی میں اسے کمال حاصل ہے، اس میڈیا نے انسانی سوچ کے زاویے بدل کر رکھ دیے ہیں، آج کا انسان عموماً صرف وہی سوچتا اور دیکھتا ہے، جو اسے میڈیا (Media) سنانا اور دکھانا چاہتا ہے، مختلف ممالک کی حکومتیں بنانے اور گرانے میں بھی میڈیا کا بہت بڑا کردار ہے، آج پورا مُعاشرہ ذہنی طور پر میڈیا کا غلام بن چکا ہے، اگر میڈیا سچ کو جھوٹ کہے تو دنیا اسے جھوٹ ماننے لگتی ہے، اور اگر جھوٹ کو سچ کہے تو دنیا اسے سچ تسلیم کرلیتی ہے، وہ چاہے کتنے ہی اہم اور حسّاس ایشو (Sensitive Issue) پر، بنا کسی دلیل وثبوت کے بات کرے، عموماً کوئی اس سے اختلاف نہیں کرتا!!۔

ایسا کام کرنے والے کو حدیثِ پاک میں "رُوَیبضہ" کہا گیا ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ سِنِينَ خَدَّاعَةً، يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ، وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ» "قیامت کے قریب چند سال دھوکا اور فریب کے ہوں گے، ان میں جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا بنا کر پیش کیا جائے گا، خیانت کرنے والے کو امانتدار، اور امانتدار کو خائن قرار دیا جائے گا، اور ان

میں رُوَیبضہ بات کریں گے"، عرض کی گئی: رویبِضہ کون ہیں؟ فرمایا: «الْمَرْؤُ التَّافِهُ يَتَكَلَّمُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ»[1] "گھٹیا قسم کے لوگ، عام عوام کے اہم مُعاملات میں، اپنی طرف سے رائے زنی کریں گے!"۔

میرے محترم بھائیو! ہمارے سیاستدان اور طاقتور طبقہ، ذرائع اِبلاغ کی اس طاقت کو، آج اپنے مخالفین کے خلاف ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں، سیاسی تنظیموں، انڈر ورلڈ (Under World) کے لوگوں، اور قانونی وغیر قانونی کاروبار کرنے والی شخصیات نے، مختلف ٹی وی چینلز (TV Channels) کے مالکان کو دھونس دھمکی یا مختلف مُراعات کا لالچ دے کر اپنی مُٹھی میں کر رکھا ہے، ایسے ٹی وی چینلز (TV Channels) اپنے اسپانسرز (Sponsors) کے اشاروں پر اپنے ٹاک شوز (Talk Shows) میں، بنا تحقیق ان کے سیاسی، گروہی یا کاروباری مخالفین کے خلاف، کیچڑ اُچھالتے اور ان کی کردار کُشی (Character Assassination) کرتے ہیں، کوئی انہیں روکنے ٹوکنے یا پوچھنے والا نہیں ہے! آج کے اینکر پرسنز (Anchor Persons) ایک ایسی اِشرافیہ بن چکے ہیں جن کے شرّ وفساد سے ہر خاص وعام پریشان ہے!۔

اسی طرح مختلف تنظیموں، اداروں اور شخصیات نے فیس بک (Facebook) اور ٹویٹر (Twitter) وغیرہ پر، اپنی تشہیر اور مخالفین کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے لیے، باقاعدہ سوشل میڈیا ٹیمیں (Social Media Teams) بنا رکھی ہیں، جو مختلف شفٹوں (Shifts) میں شب وروز اس کام کو انجام دینے میں لگے ہیں، سوشل میڈیا ایکسپرٹ (Social Media Expert) بڑی

---

(۱) "مُسند البزّار" مسند عوف بن مالك ﷛، ر: ۲۷٦٠، ۷/ ۱۷٤.

مہارت سے ایڈیٹنگ (Editing) وغیرہ کرکے، اپنے مخالفین کی توہین وتذلیل میں مصروف ہیں، پھر اس پر اپنے مالکان سے خوب داد وتحسین بھی پاتے ہیں!۔

یاد رکھیے! یہ فعلِ حرام اور انتہائی معیوب امر ہے، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and Print Media) سے وابستہ تمام صحافی برادری (Journalist Community) اور سوشل نیٹ ورکس (Social Net Works) استعمال کرنے والے تمام اَحباب، اس بات کو خوب ذہن نشین کرلیں، کہ کسی مسلمان کا مذاق اڑانا، اس کا نام بگاڑنا، توہین، تذلیل اور طعن وتشنیع کرنا، یا کسی کی ہنسی بنانا جائز نہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! مرد مَردوں کی ہنسی نہ بنائیں، عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی نہ بنائیں، دُور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں، اور آپس میں طعنہ نہ کرو! اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو! کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہوکر فاسق کہلانا! اور جو توبہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں!"۔

نسلِ نو پر میڈیا کے منفی اثرات

عزیزانِ مَن! الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and Print Media) اور سوشَل نیٹ ورکنگ (Social Net Working) کے جہاں متعدّد فوائد ہیں، وہیں اس کے غلط استعمال کے نقصانات بھی بہت زیادہ ہیں۔ ہر ٹی وی

---

(۱) پ۲٦، الحجرات: ۱۱.

چینل ایک دوسرے سے آگے نکلنے اور مقبولیت کے چکر میں، فحاشی، بے حیائی اور عُریانیت کو فروغ دے رہا ہے، پاکستانی میڈیا کی بات کریں تو انٹرٹینمنٹ (Entertainment) کے نام پر آج جو مَواد نشر کیا جارہا ہے، وہ کسی طور پر بھی دیکھنے کے لائق نہیں! ہمارا میڈیا (Media) ہولی دیوالی کی تقریبات دکھاکر، ہندوانہ رسم ورَواج عام کرنے کی کوشش کر رہا ہے! فلموں ڈراموں میں ماں باپ کی نافرمانی، اور بڑے بھائی بہنوں سے بدتمیزی کے مَناظر دکھائے جارہے ہیں، سُسر بہو، اور دیور بھابھی کے ناجائز تعلقات کے سین (Scenes) دِکھاکر، نسلِ نَو اور ہماری تہذیب وثقافت کو تباہ کیا جارہا ہے! تفریحی پروگرامز میں ڈائیلاگ (Dialog) کے نام پر ایسے ذُومعنی الفاظ استعمال کیے جارہے ہیں، کہ فیملی (Family) کے ساتھ بیٹھا شخص سن کر شرم سے پانی پانی ہوجائے! پاکستانی ڈراموں میں زیادہ تر مغربی کلچر (Western Culture) اور مغربی لائف اسٹائل (Life Style) کو پروموٹ (Promote) کیا جارہا ہے! فیشن شوز (Fashion Shows) کے نام پر مسلمان خواتین میں بے پردگی کو عام کیا جارہا ہے! **"عورت آزادی مارچ"** جیسے پروگرام دکھاکر ہمارا فیملی سسٹم (Family System) تباہ کیا جارہا ہے!!۔

اسی طرح فیس بک (Facebook)، یوٹیوب (YouTube)، ٹک ٹاک (Tik Tok) اور انٹرنیٹ (Internet) پر اَخلاق باختہ گندی فلموں، ڈراموں اور گانوں کے ذریعے فحاشی، عُریانیت اور بے حیائی پھیلائی جارہی ہے، نامحرم اور اجنبی لڑکے لڑکیوں میں فرینڈ شپ (Friend Ship) اور باہمی بات چیت کے مَواقع فراہم کیے جارہے ہیں، جو رفتہ رفتہ زِنا، بدکاری اور جنسی بے راہ روی کا باعث بنتے ہیں!!۔

ذرائع اِبلاغ کا غلط استعمال اور ہمارے حکمرانوں کی ذمّہ داری

حضراتِ گرامی قدر! ان ذرائعِ اِبلاغ کے باعث نوجوان نسل میں مختلف نَوعیت کے جرائم کا رجحان بھی فروغ پا رہا ہے! اَوباش قسم کے نوجوان دوسروں کے فیس بک پروفائل (Facebook Profile) سے ان کا موبائل نمبر (Mobile Number) یا ای میل (E-mail) ایڈریس نکال کر انہیں تنگ کرتے ہیں، ان کے واٹس ایپ (WhatsApp) نمبر پر گندی ویڈیوز، اور غلط قسم کے میسج (Messages) سینڈ کرتے ہیں، انٹرنیٹ (Internet) کے ذریعے بینک اکاونٹ ہیک (Heck) کرکے لوگوں کے کروڑوں روپے اور حسّاس دستاویزات چُرا لیتے ہیں، انہیں عالمی سطح پر بدنام کرتے ہیں، وکی لیکس (Wiki Leaks) اور پانامہ لیکس (Panama Leaks) اس بات کی زندہ مثالیں ہیں!۔

مسلمان خواتین کی چوری چھپے ویڈیو بنا کر سوشل میڈیا پر اپلوڈ (Upload) کرتے ہیں، لائیو ویڈیوز (Live Videos) کے ذریعے فحش حرکات، جسم کی نمائش بلکہ بدکاری کی تشہیر کا سلسلہ بھی جاری ہے! جذبات سے مغلوب ہو کر انٹرنیٹ کیمرے کے سامنے خودکشی کے واقعات بھی رُونما ہو رہے ہیں!!۔

میرے محترم بھائیو! وطنِ عزیز پاکستان دینِ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، لہذا ہمارے حکمرانوں پر بھاری ذمّہ داری عائد ہوتی ہے، کہ وہ ایسے غیر شرعی اُمور کے خلاف فوری اِقدامات کریں، پیمرا (PEMRA) قوانین سخت کیے جائیں، فحاشی پھیلانے والی ویب سائیٹس (Websites) پر پابندی عائد کی جائے، اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ پراکسی ایپس (Proxy Apps) کے ذریعے، کوئی غیر قانونی طور پر دوبارہ انہیں کھول نہ سکے!۔

ٹی وی مالکان کو بُلا کر تنبیہ کی جائے، انہیں اشتہارات اور ایوارڈ شوز (Awards Shows) کے نام پر بے حیائی کا پرچار کرنے سے روکا جائے، بصورت دیگر ان کے ٹی وی لائسنس (TV License) کینسل کر کے انہیں قرارِ واقع سزائیں دی جائیں!۔

اسی طرح والدین کو بھی چاہیے کہ اپنے بچوں کی مصروفیات پر گہری نظر رکھیں، اور انہیں ٹیلی ویژن یا انٹرنیٹ کے غلط استعمال کا موقع اور اجازت ہرگز نہ دیں!۔

میڈیا کا مثبت استعمال اور نیکی کی دعوت

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! موجودہ دَور میں ذرائعِ ابلاغ (Media) کا استعمال دو ۲ طرح سے ہوتا ہے، ایک مثبت اور دوسرا منفی۔ بدقسمتی سے آج مثبت کی بہ نسبت منفی استعمال بہت زیادہ ہے، میڈیا کے ذریعے نیکی کی دعوت عام کرنے، دینِ اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچانے، لوگوں کے عقائد واعمال کی حفاظت، اور انہیں اچھا مسلمان بننے کی ترغیب دینے کے بجائے، بدی کو عام کیا جا رہا ہے، کفر وشرک کو پروموٹ (Promote) کیا جارہا ہے، مسلمانوں میں سیکولر ازم اور لبرل ازم (Secularism and Liberalism) کی سوچ پروان چڑھائی جارہی ہے، انہیں غامدی جیسے اسکالرز (Scholars) کے ذریعے گمراہی کے دَلدَل میں دھکیلا جارہا ہے، جہاد کے بجائے انہیں "امن کی آشا" کا بھاشن دیا جارہا ہے، علمائے دین کا حقیقی مقام ومرتبہ بتانے کے بجائے، اہلِ دین کی کردار کشی کی جارہی ہے، انہیں انتہاء پسند اور پرانے خیالات واَفکار کا حامل قرار دے کر مسترد کیا جارہا ہے، ان کے پروگرامز کا بائیکاٹ (Boycott) کر کے عالمی سطح پر ان کی آواز دبانے کی کوشش کی جارہی ہے، حالانکہ ایک اسلامی ملک کے ذرائعِ ابلاغ کو ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے!!۔

میڈیا کے لیے چند شرعی حُدود وقیود اور اَخلاقی آداب

حضرات ذی وقار! اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، ذرائع اِبلاغ مادر پدر آزاد ہرگز نہیں، شرعی حُدود وقُیود اور اَخلاقی آداب کی پاسداری ان پر بھی لازم ہے، لہذا درج ذیل اُمور کا خاص طور پر خیال رکھا جانا چاہیے:

(۱) میڈیا کو چاہیے کہ اپنی طاقت کا درست اور مثبت استعمال کرے، اور ٹی آر پی (Target Rating Point) کے چکر میں تصدیق کیے بِنا کوئی خبر، بریکنگ نیوز (Breaking News) کے طور پر نہ چلائے، نہ ہی کسی کی کردار کُشی کرے، اللہ رب العالمین نے ہمیں ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ﴾[1] "اے مسلمانو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے، تو تحقیق کرلو کہ (صحیح ہے یا غلط)، کہیں کسی قوم کو بے جانے اِیذا نہ دے بیٹھو، پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ!"۔

(۲) نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے بچنے کی تلقین کرنا، اسلامی مُعاشرے کا بنیادی اُصول ہے، لہذا ذرائع اِبلاغ سے وابستہ ہر فرد پر لازم ہے، کہ اپنی اپنی طاقت واختیار کے مطابق، نیکی کی دعوت کو عام کرے اور برائی سے روکے۔ اگر کوئی شخص ٹی وی چینل سے وابستہ ہے، تو وہ اپنے پروگرامز کے ذریعے نیکی کا حکم کر سکتا ہے، برائی سے روک سکتا ہے، قرآنِ کریم کی تعلیم کا اہتمام کیا جا سکتا ہے، لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہی دی جا سکتی ہے، وقتاً فوقتاً کوئی قرآنی آیت یا حدیثِ مبارک ترجمہ وتشریح کے ساتھ پیش کی جا سکتی ہے!۔

---

(۱) پ۲٦، الحجرات: ٦.

اسی طرح پرنٹ میڈیا(Print Media) سے وابستہ افراد بھی، اپنے اَخبار اور رسائل وجرائد میں مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی سیرتِ طیّبہ، صحابۂ کرام کی حیاتِ مبارکہ اور فاتحینِ اسلام کی شجاعت وبہادری کے واقعات پر مشتمل مضامین شائع کرسکتے ہیں!۔

سوشل میڈیا (Social Media) تقریبًا ہر شخص کے استعمال میں ہے، آپ اس کے ذریعے بھی دینِ اسلام کا پیغام ساری دنیا تک پہنچا سکتے ہیں، کہ ہمیں اس کا حکم ہے اور یہ ہماری ذمّہ داری ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾[1] "تم ان سب اُمتوں میں بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

(۳) مسلم مُعاشرے کا امن، سکون اور استحکام، اُخوت وبھائی چارے میں پنہاں ہے، اسلامی ممالک کے ذرائع اِبلاغ اپنے اپنے پلیٹ فارم سے اُخوتِ اسلامی کو فروغ دینے میں بہت اچھا اور اہم کردار ادا کرسکتے ہیں، کہ ایک مسلمان کو یہ حکم ہے کہ محبتیں بانٹے، نفرتیں نہ پھیلائے، اور بھائی چارے کو فروغ دے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾[2] "مسلمان مسلمان بھائی ہیں، تو اپنے دو۲ بھائیوں میں صلح کراؤ، اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو!"۔

تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً»[3] "مؤمن مؤمن کے لیے بنیاد کی مانند ہے، کہ

(۱) پ٤، آل عمران: ١١٠.
(۲) پ٢٦، الحُجرات: ١٠.
(۳) "صحيح البخاري" كتاب الصلاة، ر: ٤٨١، صـ٨٣.

اس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے"۔

(۴) ذرائعِ ابلاغ کے باعث فحاشی وعُریانیت کے، جو جراثیم بڑی تیزی سے مُعاشرے میں سرایت کر چکے ہیں، اس کی روک تھام اور سدِّ باب بھی میڈیا (Media) کی مدد کے بغیر بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے، لہذا ہمارے ذرائعِ ابلاغ کو چاہیے کہ اس سلسلے میں اپنا مثبت کردار ادا کریں، اور فحاشی، عریانیت اور بے حیائی کے خلاف عملی اِقدامات کریں، لوگوں میں اس سے بچنے کا شُعور بیدار کریں، اور اس کے دنیوی واُخروی نقصانات سے آگاہ کریں، اللہ رب العالمین نے فحاشی سے بچنے کا واضح طور پر حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾[1] "ظاہر وپوشیدہ کسی بے حیائی کے پاس مت جاؤ!"۔

(۵) ذرائعِ ابلاغ میں ایک شعبہ انویسٹی گیٹیو جرنلزم (Investigative Journalism) سے متعلق ہے، اس میں لوگوں کے مُعاملات کی ٹوہ لگائی جاتی ہے، ان کے عُیوب تلاش کیے جاتے ہیں، اور پھر انہیں خوب اُچھالا جاتا ہے۔ دینِ اسلام میں ایسا کرنا جائز نہیں؛ کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جیسا ہم گمان کریں، حقیقتِ حال بھی اس کے مطابق ہو، اللہ رب العزّت ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾[2] "اے ایمان والو! بہت گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ بھی ہوتے ہیں!"۔

ایک اَور مقام پر ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ

---

(١) پ٨، الأنعام: ١٥١.

(٢) پ٢٦، الحجرات: ١٢.

الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾[1] "ان میں سے اکثر تو صرف گمان پر چلتے ہیں، یقیناً گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا!"۔

(۲) ذرائعِ ابلاغ بالخصوص ٹی وی اور سوشل میڈیا (Social Media) کے ذریعے، دی جانے والی معلومات عموماً مکمل طور پر سچ نہیں ہوتیں، ریٹنگ (Rating) کے چکر میں اسے بڑھا چڑھا کر، نیز جھوٹ کی آمیزش کرکے پیش کیا جاتا ہے، ایسا کرنا انتہائی معیوب، مذموم اور حرام ہے، اللہ رب العالمین نے ایسے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرکے، سچوں کا دامن تھامنے کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾[2] "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ!"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ صِدِّيقاً، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ كَذَّاباً»[3] "سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اور نیکی جنّت کی طرف لے جاتی ہے، آدمی سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالی کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے، جبکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے، اور گناہ جہنم کا راستہ دکھاتا ہے، آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالی کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے!"۔

---

(۱) پ۱۱، یونس: ۳٦.

(۲) پ۱۱، التوبة: ۱۱۹.

(۳) "صحيح مسلم" كتابُ الْبر وَالصِّلة والآداب، ر: ٦٦٣٧، صـ١١٣٨.

دعا

اے اللہ ! ہمیں ذرائعِ اِبلاغ کے صحیح اور مثبت استعمال کی توفیق مرحمت فرما، اس کے منفی اثرات سے بچا، اسے نیکی کی دعوت کو عام کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کا ذریعہ بنا، شعبۂ صحافت سے وابستہ تمام افراد سمیت ہم سب کو سچ کہنے اور لکھنے کی توفیق عنایت فرما، جھوٹ، عیب جُوئی اور دوسروں کی کردار کشی سے بچا، آمین یارب العالمین !۔

عالمی منشور برائے انسانی حقوق اور اسلامی تعلیمات

(جمعۃ المبارک ۰۵ جُمادی الاُولی ۱۴۴۳ھ - ۱۰/۱۲/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

دینِ اسلام میں انسانی حقوق کی اہمیت

برادرانِ اسلام! دینِ اسلام میں انسانی حقوق کو بڑی اہمیت حاصل ہے، یورپ میں جواُمور انسانی حقوق (Human Rights) کے نام سے معروف ہیں، اسلامی اصطلاح میں اسے حقوق العباد (بندوں کے حقوق) کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال قبل، جس وقت یورپ جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا، اس وقت انسانی حقوق کی نام نہاد این جی اوز (NGOs) یا اقوامِ متحدہ (United Nations) نامی کسی بین َالاَقوامی ادارے کا کوئی وُجود ہی نہیں تھا، دینِ اسلام اُس وقت بھی دنیا کو انسانیت کا درس دے رہا تھا، اور ماں باپ، بہن بھائی، اولاد، خواتین، ہمسایوں اور ذِمّیوں (غیرمسلم رِعایا) کے حقوق بیان کررہا تھا!!۔

ساری دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ دینِ اسلام نے اُس وقت لوگوں میں مُعاشرتی

حقوق کا شُعور بیدار فرمایا، جب اس چیز کا تصوُّر بھی مُحال تھا۔ آج یورپی ممالک "انسانی حقوق" کا راگ اَلاپتے نہیں تھکتے، اگر تاریخی حقائق پر نظر دَوڑائی جائے، تو آپ کو یہ جان کر شدید حیرت ہوگی کہ ۱۲۰۰ عیسوی سے قبل، انسانی حقوق کے تحفُّظ کے نام پر اُن کے ہاں کوئی قانون سِرے سے تھا ہی نہیں! جبکہ اُس وقت تک مُعاشرتی، مذہبی اور سیاسی حقوق بیان کرتے، اور عملی طور پر ان کا نفاذ کرتے ہوئے دینِ اسلام کو صدیاں بیت چکی تھیں!!۔

انسانی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی برتنے کے نقصانات

عزیزانِ محترم! کسی بھی صالح مُعاشرے کی بقا، اور اَخلاقی اَقدار کے ساتھ اسے قائم دائم رکھنے کے لیے، تحفُّظِ انسانی حقوق کو ریڑھ کی ہڈی کا درجہ حاصل ہے؛ کیونکہ اگر مُعاشرے میں رہنے والی تمام اکائیوں کے اِنفرادی انسانی حقوق کا خیال نہ رکھا جائے، تو سارا مُعاشرہ ظلم وتشدُد، جرائم ولاقانونیت، اور بے راہ رَوی کا شکار ہوجاتا ہے، اس کے باعث قتل وغارتگری، ڈاکہ زَنی، سُود خوری، جُوئے بازی، چوری چکاری، بداَخلاقی اور ناانصافی جیسے جرائم کی شرح بڑھ جاتی ہے! گرد وپیش کا ماحول خراب ہوجاتا ہے، لڑائی جھگڑوں کے واقعات عام ہوجاتے ہیں، مُعاشرے کا امن وسکون تباہ وبرباد ہوکر رہ جاتا ہے، لہذا ہر شخص پر لازم ہے کہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے، ان کی مکمل پاسداری کرے، اور ان کی ادائیگی میں کوتاہی ہرگز نہ برتے!۔

عالمی منشور برائے انسانی حقوق

حضراتِ گرامی قدر! اقوامِ متحدہ کے عالمی منشور برائے انسانی حقوق (Universal Declaration of Human Rights) کو، دنیا بھر میں ایک معتبر اور مستند دستاویز سمجھا جاتا ہے، یہ دستاویز ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو ایک قرارداد کی

صورت میں منظور کی گئی، ۱۹۵۰ء میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی (General Assembly) کے ایک اِجلاس میں تمام رکن ممالک کو یہ دعوت دی گئی، کہ ۱۰ دسمبر کو ہر سال انسانی حقوق کے عالمی دن کے طور پر منایا جائے، دنیا بھر میں ہونے والی انسانی حقوق کی پامالیوں کی مذمّت کی جائے، اور اس بارے میں دنیا کو آگاہ کیا جائے۔ یقیناً یہ ایک اچھی کاوش ہے جو داد وتحسین کے لائق ہے!۔

میرے محترم بھائیو! اقوامِ متحدہ کا عالمی منشور برائے انسانی حقوق، مجموعی طور پر تیس ۳۰ آرٹیکلز (Articles) پر مشتمل ہے، ان میں ہر انسان کی شخصی آزادی، مُساوات اور عدل وانصاف سے متعلق مختلف شِقیں بیان کی گئی ہیں، یقیناً ان اُمور سے کوئی بھی ذی شُعور انکار نہیں کر سکتا، لیکن اس تمام تر گفتگو کا افسوسناک پہلو یہ ہے، کہ اقوامِ متحدہ کے اس عالمی منشور میں، جہاں بعض باتیں اہمیت کی حامل ہیں، وہیں اس میں پائی جانے والی خامیوں اور کوتاہیوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا!۔

مثال کے طور پر اس منشور کے آرٹیکل ۱۸ میں مذکور ہے کہ "ہر انسان کو آزادئ فکر، آزادئ ضمیر اور آزادئ مذہب کا پورا حق حاصل ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے، اور پبلک میں یا نجی طور پر، تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل کر، عقیدے کی تبلیغ، عمل، عبادت اور مذہبی رسمیں ادا کرنے کی آزادی بھی داخل ہے"[1]۔

اس آرٹیکل کا ظاہری اور سادہ سا مفہوم تو یہ ہے، کہ ہر انسان اپنی مرضی سے مذہب اختیار کرنے، عقائد ونظریات اپنانے، اور ان اُمور کا اظہار کرنے میں آزاد ہے، وہ اپنے مذہب کے مطابق مندر، چرچ، گُردوارہ اور مسجد میں سے جہاں جانا

---

(۱) "انسانی حقوق کا عالمی منشور (اردو ترجمہ)" دفعہ ۱۸، ص۸۔

چاہے جا سکتا ہے، اسے کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی، لیکن دینِ اسلام کے مُعاملے میں یہود و نصاریٰ اس عالمی قانون کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں، اور مختلف حیلے بہانوں سے دینِ اسلام اور مسلمانوں پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کرتے رہتے ہیں، انہیں اپنی مذہبی تعلیمات کا پرچار کرنے سے روکتے ہیں، آیاتِ جہاد کو نصاب سے خارج کرواتے ہیں، گستاخانِ رسول کو شریعت کے مطابق سزا دینے میں رکاوَٹ بنتے ہیں، مساجد و مدارس کے حوالے سے بھی وقتاً فوقتاً سازشیں کرکے ان میں داخلے پر پابندیوں، اور سختیوں کے لیے مختلف حربے استعمال کیے جاتے ہیں!!۔

اب آپ خود ہی بتائیے کہ جو قانون، مذہب اور سرحدوں کی بنیاد پر تبدیل ہوتا رہے، اور اس قانون کے ذریعے آزادئ اظہارِ رائے کے نام پر، مسلمانوں کے دینی مقدّسات کی توہین کی جاتی رہے، وہ مسلمانوں کے لیے کیسے قابلِ قبول ہو سکتا ہے؟! اور اقوامِ متحدہ کے نام سے، اسے ہم مسلمانوں پر کیسے مسلّط کیا جا سکتا ہے؟!

میرے محترم بھائیو! اس منشور میں ہر انسان کو اپنی مرضی سے مذہب اختیار کرنے کی بھی آزادی حاصل ہے، تو پھر سوال یہ ہے کہ پاکستان میں رہنے والے عیسائیوں اور ہندوؤں پر "جبری تبدیلئ مذہب کے مجوّزہ بِل"[1] کے ذریعے، دائرۂ اسلام میں داخل ہونے پر پابندی کیوں عائد کی جارہی ہے؟ اٹھارہ ۱۸ سال سے کم عمر اَفراد کے اسلام کو نامعتبر کیوں ٹھہرایا جارہا ہے؟ نَومسلم مرد و عورت کا نکاح پڑھانے پر قَید و جرمانہ کی سزائیں کیوں مقرّر کی جارہی ہیں؟ غیر مسلموں کو تبلیغ کرنے والے مبلغینِ اسلام کو کیوں ڈرایا

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: "واعظ الجمعہ" جبری تبدیلئ مذہب کا مجوّزہ بِل اور اسلامی تعلیمات، مؤرّخہ ۱۷ستمبر ۲۰۲۱ء، ادارۂ اہل سنّت کراچی۔

دھمکایا جارہا ہے؟ پاکستانی عوام کی مذہبی آزادی کیوں سَلب کی جارہی ہے؟ اقوامِ متحدہ اور انسانی حقوق کی تنظیمیں اس ناانصافی پر مجرِمانہ خاموشی کیوں اختیار کیے ہوئے ہیں؟ کیا ہم اقوامِ عالم سے یہ پوچھنے میں حق بجانب نہیں، کہ سارے کے سارے انسانی حقوق کیا صرف غیر مسلموں کے لیے ہیں؟ کیا مسلمانوں کو انسانی حقوق حاصل نہیں ہیں؟!

مسلمان اے مسلمان! تم خوابِ غفلت سے کب بیدار ہوگے؟ ہیومن رائیٹس کمیشن (Human Rights Commission) اور دیگر متعلقہ این جی اوز (NGOs) کا جانبدارانہ رویہ، کیا تمہاری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں؟!

عالمی منشور برائے انسانی حقوق کے یکساں نفاذ میں حائل رکاوٹیں

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! اگر بالفرض مان لیا جائے کہ اقوامِ متحدہ کا "انسانی حقوق کا عالمی منشور" ہر طرح کے قانونی ومذہبی نقص سے پاک ہے، تب بھی اس بات کی گارنٹی (Guarantee) کون دے گا، کہ اس منشور کا عملی طور پر، ہر کمزور اور طاقتور، یورپی اور ایشیائی، یا مسلم وغیر مسلم ممالک، سب پر یکساں اِطلاق ہوگا؟! اور اس کی خلاف ورزی کرنے والا اگر کوئی طاقتور یورپی ملک ہوا، تو اس کے خلاف ٹھوس کاروائی کون کرے گا؟ اس کے ہاتھ کون روکے گا؟!

فلسطین (Palestine)، کشمیر (Kashmir)، بوسنیا (Bosnia)، چیچنیا (Chechnya)، عراق (Iraq) اور افغانستان (Afghanistan) جیسے اسلامی ممالک میں امریکہ (United States)، اسرائیل (Israel) اور انڈیا (India) کی جانب سے، ایک طویل عرصے تک انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا سلسلہ جاری رہا، دنیا بھر کا انٹرنیشنل میڈیا (International Media) اور اقوامِ متحدہ کے اپنے مبصرین (Observers)

کی خصوصی رپورٹیں اس پر شاہد ہیں، اس کے باوُجود اقوامِ متحدہ (United Nations) نے ان ممالک کے خلاف کیا کاروائی کی؟ کچھ نہیں تو کم از کم اقوامِ متحدہ سے ان کی رُکنیت ہی معطّل کی جاتی! رکن ممالک کے ذریعے ان پر مُعاشی پابندیاں عائد کی جاتیں! ان کے ساتھ سفارتی تعلقات ختم کیے جاتے! مگر افسوس کہ دو چار سالوں میں ایک آدھ بار رسمی مذمت (Condemnation Formal) کے سوا کچھ بھی نہیں ہوسکا!۔

تو پھر دنیا بھر کے مظلوموں کو بتایا جائے، کہ انسانی حقوق کے ایسے عالمی منشور کا کیا فائدہ؟ جو صرف کاغذات اور فائلوں کا پیٹ بھرنے کی حد تک ہو، جبکہ عملی طور پر اس کا نفاذ ممکن ہی نا ہوسکے؟!

چند انسانی حقوق سے متعلق اسلامی تعلیمات

حضراتِ ذی وقار! حقوقِ انسانی سے متعلق یورپ کا پیش کردہ تصوُر وقوانین، انتہائی ناقص، فرسُودہ اور غیر مربوط ہے، اس کی بہ نسبت دینِ اسلام کا پیش کردہ نظام، اَحکام اور اُصول وضوابط، مذہبی ومُعاشرتی، ثقافتی وتہذیبی، اور ملکی وقومی تقاضوں سمیت، تمام تر شعبہ ہائے زندگی پر محیط ہیں۔

دینِ اسلام کا انسانی حقوق سے متعلق یہ مبارک نظام، صرف بیان بازی یا کتابوں میں لکھنے کی حد تک محدود نہیں، دینِ اسلام نے انسانی حقوق کے مُعاملے کو اتنی اہمیت دی ہے، کہ اس میں کوتاہی برتنے والے کے لیے کڑی سے کڑی سزائیں مقرّر کر رکھی ہیں! ان میں سے بعض کا تعلق دنیا سے ہے اور بعض کا آخرت سے، یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام میں فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ، انسانی حقوق کی پاسداری پر بھی بڑی تاکید آئی ہے!۔

انسانی جان کا تحفُّظ

عزیزانِ گرامی قدر! رنگ، نسل اور مذہب وقوم کی پرواہ کیے بغیر، دینِ اسلام کسی بھی قتلِ ناحق سے منع فرماتا ہے، اور ایک انسانی جان کی اہمیت بتاتے ہوئے، اسے پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَمَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا﴾(۱) "جس نے کسی کو بغیر کسی جان کے بدلے، یا بغیر فساد کے قتل کیا، گویا اُس نے سب لوگوں کو قتل کر ڈالا! اور جس نے کسی ایک جان کو بچایا، گویا اُس نے سب لوگوں کو بچا لیا!"۔

کسی مسلمان کی ناحق جان لینا بھی، لعنت وغضبِ الٰہی اور جہنم میں لے جانے کا باعث ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيۡهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيۡمًا﴾(۲) "جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے، اُس کا بدلہ طویل مدّت جہنّم میں رہنا ہے، اور اُس پر اللہ تعالی کا غضب اور اُس کی لعنت ہے، اور اللہ تعالی نے اُس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے!"۔

عوام الناس کے مالی حقوق کی حفاظت

حضراتِ محترم! دینِ اسلام نے جس طرح ہمیں انسانی جان کے تحفُّظ کا حکم دیا ہے، اسی طرح دوسروں کے مالی حقوق کا لحاظ رکھنے کا بھی حکم فرمایا ہے، خالقِ کائنات جلّ جلالہ کا فرمانِ عالی شان ہے: ﴿وَلَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَـكُمۡ بَيۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ وَتُدۡلُوۡا بِهَاۤ اِلَى الۡحُـكَّامِ لِتَاۡكُلُوۡا فَرِيۡقًا مِّنۡ اَمۡوَالِ النَّاسِ بِالۡاِثۡمِ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾(۳) "آپس

---

(۱) پ٦، المائدة: ٣٢.
(۲) پ٥، النساء: ٩٣.
(۳) پ٢، البقرة: ١٨٨.

میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ! اور نہ حاکموں کے پاس اُن کا مقدّمہ اس لیے پہنچاؤ؛ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طَور پر جان بُوجھ کر کھا سکو!"۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: «مَنِ اقْتَطَعَ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ، لَقِيَ اللهَ ﷻ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ!»[1] "جس نے ناحق کسی مسلمان کا مال لے لیا، اللہ تعالی سے اِس حال میں ملے گا کہ وہ اُس پر غضب ناک ہوگا!"۔

خواتین کے حقوق

میرے عزیز بھائیو! آج کے عالمی منشور برائے انسانی حقوق میں، عورت کو مرد کے مُساوی حقوق دیے گئے ہیں، لیکن اس کے باوُجود ہم دیکھتے ہیں کہ یورپی خواتین کس قدر مظلوم ہیں، مُساوی حقوق کا دِلرُبا جھانسہ دے کر، اُن پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں!! ان سے دن رات کام اور محنت مشقّت کرائی جا رہی ہے! انہیں نہ کھانے پینے کا ہوش ہے، نہ پہننے اوڑھنے کا! ان مظلوم یورپی خواتین کے پاس اتنا وقت ہی نہیں، کہ وہ بے چاریاں سکون سے بیٹھ کر، کچھ وقت اپنے بال بچوں کے ساتھ گزار سکیں! یا اپنے گھربار پر توجہ دے سکیں! جبکہ حقوقِ نسواں کی اس غیر فطری وغیر مُساویانہ تقسیم کا ایک بہت بڑا نقصان یہ ہوا، کہ یورپ کا خاندانی نظام (Family system) تباہ وبرباد ہو کر رہ گیا! اور اب یورپ ہمارے خاندانی نظام کا بھی یہی حال کرنا چاہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج ہماری مسلمان خواتین کو بھی حقوقِ نسواں کے نام پر، بے وقوف بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے!!۔

میرے محترم بھائیو! اگرچہ مسلمان گھرانے کا سربراہ ایک مرد ہوتا ہے، مگر

---

(١) "مُسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بن مسعود، ر: ٣٩٤٦، ٢/ ٩٢.

اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عورت کا مقام صرف ایک محکوم یا نوکرانی سے زیادہ کچھ نہیں، یاد رکھیے! دینِ اسلام نے جو حقوق خواتین کو دیے، ہرگز کبھی کسی اَور دِین نے نہیں دیے، نہ کوئی دے سکتا ہے! جہاں اُسے اِس بات کا پابند کیا کہ وہ ادب واحترام کے ساتھ شوہر کے حقوق ادا کرے، وہیں شوہر کو بھی اِس بات کا مکمل پابند کیا ہے، کہ وہ بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں ہرگز کوتاہی نہ کرے! اُسے اپنے گھر میں شریکِ حیات کا درجہ ومقام دے؛ کیونکہ یہی وہ محترم شخصیت ہے جو شَوہر کے بچوں کی ماں اور اُن کی پہلی تربیت گاہ ہے، لہٰذا حدیثِ پاک میں فرمایا: «إِنَّ النِّسَاءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ»[1] "یقیناً خواتین کے حقوق بھی مَردوں ہی کی طرح ہیں!"[2]۔

حضور اکرم ﷺ کے اعلانِ نبوّت سے قبل، زمانۂ جاہلیت میں لوگ مفلسی اور شرم کے باعث، بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے، اور بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دیتے تھے، دینِ اسلام نے واضح طور پر بیٹیوں کے مقام ومرتبہ کو بیان کرتے ہوئے، انہیں زندہ دفن کرنے سے منع فرمایا، اور ان کے حق میں آواز بلند فرمائی، محسنِ انسانیت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: «مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا، وَلَمْ يُهِنْهَا، وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا -قَالَ: يَعْنِي الذُّكُورَ- أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ»[3] "جس شخص کے بچی ہو، اور اُس نے جاہلیت کے طریقے پر اُسے زندہ درگور نہیں کیا، نہ اُسے حقیر وکم تر جانا، نہ ہی لڑکوں کو لڑکی کے مقابلے میں ترجیح دی، تو اللہ تعالی اسے جنّت میں داخل فرمائے گا!"۔

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب الطهارة، ر: ١١٣، صـ٣٠.

(٢) "واعظ الجمعہ" "اسلام اور انسانی حقوق، صـ۱۰، ۷ دسمبر ۲۰۱۸ء۔

(٣) "سنن أبي داود" باب في فضل من عال يتيماً، ر: ٥١٤٦، صـ٧٢٣.

پڑوسیوں کے حقوق

عزیزانِ محترم! اقوامِ متحدہ کے عالمی منشور برائے انسانی حقوق میں، چیدہ چیدہ حقوق بیان کیے گئے ہیں، دنیا بھر کے ممالک طاقت واقتدار کے باوُجود ان کے نفاذ میں ناکام ہیں، جبکہ دوسری طرف دینِ اسلام ہے، جس نے انسانی حقوق کے سلسلے میں چھوٹی سے چھوٹی بات بھی بیان فرمادی، اور اس کا نفاذ بھی یقینی بنایا، جیسا کہ پڑوسی کے حقوق کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوصِيْنِيْ بِالْجَارِ، حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهٗ سَيُوَرِّثُه»[1] "حضرت جبریل مجھے پڑوسی کے حقوق کے بارے میں اس قدر تاکید کرتے رہے، کہ مجھے گمان ہوا کہ شاید اسے وراثت میں بھی حصہ دار بنادیں گے!"۔ نیز مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے یہ بھی فرمایا: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُحْسِنْ إِلٰى جَارِهِ»[2] "جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے!"۔

مزدوروں کے حقوق

میرے محترم بھائیو! اقوامِ متحدہ کے تحت دنیا بھر میں، یکم مئی کو "لیبر ڈے" (Labor Day) کے طور پر منایا جاتا ہے، فائیو اسٹار (Five star) اور سیون اسٹار ہوٹلوں (Seven Star Hotels) میں، ان کے حق میں بڑی بڑی کانفرنسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے، اور طُرفہ تماشہ یہ کہ انہی کانفرنسوں میں کسی غریب مزدور کا داخلہ بھی ممنوع ہوتا ہے، جبکہ عملی طور پر حال یہ ہے کہ دنیا بھر میں مزدوروں کا نت نئے

---

(١) "صحيح البخاري" باب الوصاءة بالجار، ر: ٦٠١٥، صـ١٠٥٢.

(٢) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ١٧٦، صـ٤٢.

انداز، اور مختلف طریقوں سے استحصال بھی کیا جارہا ہے، ان سے دن رات کام لیا جارہا ہے، اُجرت کم دی جارہی ہے، وقتاً فوقتاً ان کے ساتھ مار پیٹ کی خبریں بھی موصول ہوتی رہتی ہیں، اس کے باوُجود اقوامِ متحدہ نے اپنے منشور کے مطابق، مزدوروں کو ان کے حقوق دلانے کے لیے، عملی طور پر کچھ بھی نہیں کیا! جبکہ اس کے برعکس دینِ اسلام اپنے ماننے والوں کو مزدوروں کے حقوق سے، نہ صرف آگاہ فرماتا ہے، بلکہ ان کی ادائیگی کی بھی سختی سے تاکید فرماتا ہے!۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ ختمِ نبوّت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «قَالَ اللهُ تَعالَى: ثَلاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيامَةِ: (١) رَجُلٌ أَعْطَى بِيْ ثُمَّ غَدَرَ، (٢) وَرَجُلٌ بَاعَ حُرّاً فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، (٣) وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيْراً فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ»[1] "اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میں تین ۳ قسم کے لوگوں کا مخالف ہوں گا: (ا) ایک وہ جس نے میرا نام لے کر کسی سے عہد کیا، پھر اسے توڑ دیا، (۲) دوسرا وہ جس نے کسی آزاد کو غلام بنا کر بیچا، اور اس کی قیمت کھالی، (۳) اور تیسرا وہ جس نے کسی کو اپنے ہاں مزدوری پر رکھا، اس سے پورا کام لیا مگر اُجرت نہیں دی"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَعْطُوا الْأَجِيْرَ أَجْرَهُ، قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ»[2] "مزدور کا پسینہ سوکھنے سے پہلے، اس کی اُجرت ادا کر دیا کرو!"۔

---

(١) "صحيح البخاري" باب إثم من منع أجر الأجير، ر: ٢٢٧٠، صـ٣٦١.

(٢) "سنن ابن ماجه" كتاب الرهون، باب أَجْرِ الأُجَرَاءِ، ر: ٢٤٤٣، صـ٤١٢.

انسانی حقوق بعد الموت

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام انسانی حقوق کی پاسداری کا اہتمام، صرف انسان کی زندگی ہی میں نہیں کرتا، بلکہ بعد انتقال بھی اس کی عزّت وناموس اور احترام کا لحاظ رکھتا ہے، لہذا رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «لَا تَسُبُّوا الأَمْوَاتَ؛ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلىٰ مَا قَدَّمُوْا»[1] "مُردوں کو بُرا مت کہو؛ اس لیے کہ انہوں نے جو اعمال آگے بھیجے، وہ خود اُن اعمال کی جزا کو پہنچ چکے ہیں!"[2]۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اقوامِ متحدہ کے عالمی منشور برائے انسانی حقوق کو مرتَّب ہوئے، تقریبًا تہتر ۷۳ سال کا عرصہ گزر چکا ہے، عالمی حالات اور واقعات میں بہت تبدیلیاں رُونما ہوچکی ہیں، لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس عالمی منشور برائے انسانی حقوق پر نظر ثانی کی جائے، اس میں موجود سُقم اور مذہبی تعارُض کو دُور کیا جائے، اس کو مزید توضیح وتشریح کے ساتھ بیان کیا جائے، اور اس سلسلے میں دینِ اسلام سے رَہنمائی حاصل کی جائے!!

نیز ہمارے حکمرانوں کو بھی چاہیے کہ انسانی حقوق سے متعلق، دینِ اسلام کے اس روشن پہلو کو دنیا کے سامنے کھل کر اُجاگر کریں؛ تاکہ دینِ اسلام کی حقّانیت مزید آشکار ہو، اور دنیا اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر، اس کے سایۂ رحمت میں پناہ لینے کی تمنا کرے!۔

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الجنائز، ر: ۱۳۹۳، صـ۲۲٤.

(۲) "واعظ الجمعہ "اسلام اور انسانی حقوق، ص۸،۹، ۷ دسمبر ۲۰۱۸ء۔

دعا

اے اللہ ! ہمیں اسلامی تعلیمات کے مطابق تمام انسانی حقوق بجالانے کا جذبہ عنایت فرما، دوسروں کی حق تلفی سے بچا، یہود و نصاریٰ کے بنائے ہوئے قوانین کے بجائے اسلامی تعلیمات پر عمل کی توفیق مرحمت فرما، آمین یارب العالمین !۔

خارجہ پالیسی کا معیار اور اسلامی تعلیمات

(جمعۃ المبارک ۱۲ جُمادی الأولی ۱۴۴۳ھ- ۱۷/۱۲/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

خارجہ پالیسی کی تعریف

برادرانِ اسلام! اپنی ریاست کی حفاظت، اسے بیرونی خطرات سے بچانے، اور محفوظ سے محفوظ تر بنانے کے لیے، دیگر ممالک اور اقوام سے تعلقات استوار کرنا، روابط بڑھانا، اور ایسے قواعد وضوابط مرتَّب کرنا، جن سے ریاستی مفادات کی حفاظت کی جاسکے، خارجہ پالیسی (Foreign Policy) کہلاتا ہے۔

خارجہ پالیسی کی اہمیت وضرورت

عزیزانِ محترم! کسی بھی ملک کی ترقی اور بقا کے لیے، اس ملک کی مضبوط اور بہترین خارجہ پالیسی (Foreign Policy) ریڑھ کی ہڈی سمجھی جاتی ہے، دوطرفہ تجارتی ومُعاشرتی تعلقات میں بہتری لانے، دوستوں کی تعداد بڑھانے، دِفاعی مُعاہدے کرنے، دنیا میں اپنا وُجود اور شناخت برقرار رکھنے، متوقع اور غیر متوقع دشمنوں کے حملوں

سے بچنے، ترقی کی راہ پر گامزن ہونے، اور اپنے وطن میں استحکام لانے کے لیے، خارجہ پالیسی ہر ملک کی بنیادی ضرورت ہے۔ بہترین خارجہ پالیسی کے ذریعے باہمی تعلقات میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے، اور مشکل وقت میں اپنے پرائے کا فرق واضح ہوتا ہے۔

یورپی خارجہ پالیسی اور اسلامی ممالک کا استحصال

حضراتِ گرامی قدر! دَورِ حاضر میں یورپی ممالک نے رنگ، نسل اور مذہب کی بنیاد پر باہم تعلقات استوار کر رکھے ہیں، آپس میں تجارتی ودِفاعی مُعاہدے کر رکھے ہیں، مشترکہ فوجی اتحاد تشکیل دے رکھے ہیں، اپنے مفادات کی حفاظت، اور ترقی پذیر ممالک، بالخصوص اسلامی ممالک کو اپنے اشاروں پر نچانے کے لیے، انہوں نے یورپی یونین (European Union) اور ورلڈ بینک (World Bank) جیسے استحصالی ادارے قائم کر رکھے ہیں!!

جبکہ دوسری طرف ہم مسلمان ہیں، جنہیں باہمی اِفتراق واِنتشار ہی سے فرصت نہیں! ہمیں چاہیے کہ باہمی تعلقات میں بہتری لائیں، اسلامی مفادات کا تحفُّظ کریں، اور مشترکہ طور پر ایسی اسلامی خارجہ پالیسی تشکیل دیں، کہ کسی یورپی اور غیر یورپی مُلک کو مسلمانوں کے خلاف کاروائی کرنے، انہیں دہشتگرد ثابت کرنے، مُعاشی طور پر انہیں ڈیفالٹر (Defaulter) قرار دینے، ان کا نام ریڈ (Red) اور گرے لسٹ (Gray list) میں شامل کرنے، ان پر اپنی پالیسیاں لاگو کرنے، اور ان پر جنگیں مسلّط کرنے کی جراءت نہ ہو سکے!!

اسلامی خارجہ پالیسی کا ایک بنیادی نکتہ

عزیزانِ مَن! ہمارے کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے، کہ یورپی ممالک سے سفارتی تعلقات بالکل ختم کر لیے جائیں، بامرِ مجبوری اور مسلمانوں کے مفادات کی حد

تک، اُن سے بقدرِ ضرورت روابط رکھنا جائز ہے، لیکن ان سے زیادہ توقعات وابستہ کرنا، انہیں اپنا اتحادی بنانا، اور دوست مان لینا شرعًا درست نہیں، اللہ ربّ العالمین نے بحیثیت مسلمان ہمیں ان کی دوستی سے منع فرمایا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا، کہ وہ صرف آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾[1] "اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں!"۔

اس سے معلوم ہوا کہ کافر کوئی بھی ہو، ان میں باہم کتنے ہی اختلافات ہوں، مسلمانوں کے مقابلے میں وہ سب ایک ہیں، لہذا ہمیں یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے، کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے چودہ سو ۱۴۰۰ سال پہلے ہی مسلمانوں پر یہ واضح کر دیا تھا: «الْكُفْرُ كُلُّهُمْ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ»[2] "تمام کفّار ایک قوم وملّت ہیں"[3]۔

حضراتِ ذی وقار! یہود ونصاریٰ کے ساتھ دوستی کا دَم بھرنے والا بھی انہیں میں سے ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾[4] "تم میں جو کوئی ان (یہود ونصاریٰ) سے دوستی رکھے گا، وہ انہی میں سے ہے، یقیناً اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا!"۔

صدر الاَفاضل مفتی سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "اس آیت میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ دوستی ومُوالات، یعنی ان

---

(١) پ٦، المائدة: ٥١.

(٢) "الآثار" لأبي يوسف، في الفرائض، ر: ٧٨١، صـ١٧١.

(٣) "تفسیر خزائن العرفان" پ٦، المائدہ، زیرِ آیت:٥١، صـ٢٢٤۔

(٤) پ٦، المائدة: ٥١.

کی مدد کرنا، ان سے مدد چاہنا، ان کے ساتھ محبت کے روابط رکھنا ممنوع فرمایا گیا، یہ حکم عام ہے اگرچہ آیتِ مبارکہ کا نزول کسی خاص واقعہ میں ہوا ہو۔

(مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ) حضرت سیّدنا عُبادہ بن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، اور عبد اللہ بن اُبی بن سَلول کے حق میں نازل ہوئی جو مُنافقین کا سردار تھا، حضرت سیّدنا عُبادہ بن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ یہود میں بہت سے میرے دوست ہیں، جو بڑی شَوکت وقوّت والے ہیں، اب میں ان کی دوستی سے بیزار ہوں، اور اللہ ورسول کے سوا اَور کسی کی محبت کی میرے دل میں گنجائش نہیں، اس پر عبد اللہ بن اُبی بن سَلول (منافق) نے کہا، کہ میں تو یہود کی دوستی سے بیزار نہیں ہوسکتا، مجھے پیش آنے والے بُرے اوقات کا اندیشہ ہے، اور مجھے ان کے ساتھ تعلقات رکھنا ضروری ہے! اس پر سیّدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے فرمایا: «يَا أَبَا الْحُبَابِ! مَا نَفَسْتَ بِهِ مِنْ وِلَايَةِ الْيَهُودِ عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَهُوَ لَكَ دُونَهُ» "(اے ابنِ اُبی!) یہود کی دوستی کا دَم بھرنا تیرا ہی کام ہے، عُبادہ کا یہ کام نہیں!" تب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی"[1]۔

اسلامی ممالک سے تعلقات کی نَوعیت

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! ایک اسلامی ملک کے دوسرے اسلامی ملک کے ساتھ تعلقات، انتہائی مثالی ہونے چاہئیں، اور ان کے لیے اپنی خارجہ پالیسی میں نرمی کا مُظاہرہ کرنا چاہیے، لہذا ہمیں چاہیے کہ اسلامی ممالک کے ساتھ روابط بڑھائیں، باہم تعلقات کو مضبوط کریں، تعلیم وتجارت کو فروغ دیں، ویزہ (Visa) کی شرائط آسان بنائیں، طلباء کا تبادلہ کریں، انہیں اپنی یونیورسٹیز (Universities)

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۶، المائدہ، زیرِ آیت:۵۱، صـ۲۲۴۔

اور دینی مدارس وجامعات میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیں، ایک دوسرے کے ساتھ مشترکہ دِفاعی مُعاہدے کریں، اسلامی ممالک کو بیرونی خطرات سے بچانے کے لیے رعایتی قیمتوں پر اَسلحہ فروخت کریں، ان کے مُعاشی استحکام کے لیے بلا سُود طویل مدّتی قرضے دیں، اور ہر مشکل گھڑی میں ایک دوسرے کا سہارا بنیں، کہ ایک مسلمان ہی دوسرے مسلمان کا حقیقی دوست اور مددگار ہے، حدیثِ پاک میں فرمایا: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً»[1] "مؤمن مؤمن کے لیے ایک عمارت کی مانند ہے، کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے!"۔

حقیقی اور سچی دوستی صِرف مسلمان سے کرنے کا حکم دیتے ہوئے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا تَصْحَبْ إِلَّا مُؤْمِناً»[2] "دوستی صِرف مؤمن مسلمان ہی سے کیا کرو!"۔

خارجہ پالیسی کا معیار اور اسلامی تعلیمات

حضراتِ گرامی قدر! موجودہ دَور میں عالمی حالات، واقعات اور جغرافیائی صورتحال میں، جس قدر تیزی سے تبدیلیاں رُونما ہو رہی ہیں، اسے پیشِ نظر رکھتے ہوئے کسی ملک پر کُلّی طور پر بھروسہ کرنا بہت مشکل ہے، دوست کب دشمن بن جائے، اور دشمن کب دوست ہو جائے، کچھ نہیں کہا جا سکتا! لہٰذا کسی بھی اسلامی ملک کی خارجہ پالیسی مرتَّب کرتے وقت درج ذیل نِکات کا خیال رکھا جانا ازحد ضروری ہے:

(ا) خارجہ پالیسی میں تعلقات وروابط کے اعتبار سے، ہمیشہ اسلامی ممالک کو

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الصلاة، ر: ٤٨١، صـ٨٣.

(۲) "مُسند الإمام أحمد" مسند أبي سعيد الخدري، ر: ١١٣٣٧، ٤/ ٧٧.

ترجیح دیجیے، کُفّار و مُشرکین پر انحصار کم سے کم کریں، اور انہیں اپنا جنگی اتحادی (حلیف) ہرگز نہ بنائیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ﴾[۱] "مسلمان مسلمانوں کے سِوا کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں، اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ تعلق نہ رہا!"۔

صدر الاَفاضل مفتی سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "حضرت سیّدنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ نے جنگِ اَحزاب کے دن سیّدِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عرض کی، کہ میرے ساتھ پانچ سو ۵۰۰ یہودی ہیں، جو میرے حلیف (اِتحادی) ہیں، میری رائے ہے کہ میں دشمن کے مقابل ان سے مدد حاصل کروں، اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی، اور کافروں کو دوست اور مددگار بنانے کی مُمانعت فرمائی گئی"[۲]۔

(۲) جن ممالک سے سفارتی تعلقات قائم کریں، ان کے سامنے دینِ اسلام کے نمائندہ بن کر جائیں، اپنے قول وعمل سے ایسا کوئی تاثُر نہ دیں، جس سے دینِ اسلام کی شان وعظمت پر حرف آئے! اپنے ساتھ اسلام کی بنیادی تعلیمات پر مبنی لٹریچر (Literature) ضرور رکھیں، اور جہاں بھی جائیں وہاں کے سربراہانِ حکومت اور وزراء وعمائدین کو تحفے میں ضرور پیش کریں، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جب "ریاستِ مدینہ" کی بنیاد ڈالی، تو یہود ونصاری سے سفارتی تعلقات کا بنیادی نکتہ یہی تھا، کہ دنیا کے کونے کونے میں دینِ اسلام کا آفاقی پیغام پہنچایا جائے!۔

(۳) باہمی نااتفاقی کے باعث کسی بھی اسلامی ملک کے خلاف، ہونے والی

---

(۱) پ۳، آل عمران: ۲۸.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۳، آل عمران، زیرِ آیت: ۲۸، ص۱۰۹۔

کاروائی (جنگ یا حملے) میں، یہود ونصاری کی مدد ہرگز نہ کریں، نہ ہی اپنی سرزمین مسلمانوں کے خلاف استعمال ہونے دیں، بلکہ اس کی بھرپور مخالفت کریں، اور متاثرہ اسلامی ملک سے اتحاد ویکجہتی کا مُظاہرہ کریں۔ یاد رکھیے! اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو کفّار ومُشرکین کے دلوں سے ہمارا رُعب ودَبدَبہ نکل جائے گا، پھر وہ ہمیں ایک ایک کرکے گاجر مُولی کی طرح کاٹتے چلے جائیں گے!۔

باہمی اتحاد میں بڑی برکت اور قوّت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ، فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ»[1] "جو جنّت کے درمیان میں اپنا ٹھکانا چاہتا ہے، اُسے چاہیے کہ جماعت (مسلمانوں کے سب سے بڑے گروہ) کے ساتھ متحد رہے"۔

علاوہ ازیں بڑے اور طاقتور اسلامی ممالک کو چاہیے، کہ تمام اسلامی ممالک کو ایک پلیٹ فارم (Platform) پر جمع کریں، اور ان کے باہمی تنازعات اور اختلافات ختم کرواکر صلح کروائیں؛ تاکہ کفّار ومشرکین ہماری نااتفاقی اور ناچاقی سے جائز فائدہ اٹھاکر، ہمیں باہم دَست وگریباں نہ کراسکیں! نیز اپنے مسلمان بھائیوں میں صُلح کروانا رحمتِ الٰہی کا سبب ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾[2] "مسلمان مسلمان بھائی ہیں، تو اپنے دو ۲ بھائیوں میں صلح کراؤ، اور اللہ سے ڈرو؛ تاکہ تم پر رحمت ہو!"۔

(۴) اسلامی خارجہ پالیسی کے بنیادی نِکات میں سے ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے، کہ اقوامِ عالم سے کیے گئے مُعاہدوں کی پاسداری کی جائے، اور انہیں بلاوجہِ شرعی

---

(۱) "سنن الترمذي" باب ما جاء في لُزوم الجماعة، ر: ۲۱۶۵، صـ۴۹۸.

(۲) پ۲۶، الحُجرات: ۱۰.

نہ توڑا جائے؛ کہ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں یہی حکم ہے۔ حضرت سیّدنا عَمرو بن عَبَسہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ، فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَلَا يَشُدَّنَّهُ، حَتَّى يَمْضِيَ أَمَدُهُ، أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ»[1] "جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو، وہ اُس معاہدے کو نہ توڑے نہ بدلے، جب تک اُس کی مدّت ختم نہ ہو جائے، یا انہیں برابری پر خبر دے"، یعنی اگر صلح توڑنے کی ضرورت ہی پیش آجائے، تو حملہ سے بہت پہلے انہیں اطلاع بھیج دے کہ ہم مجبوراً اس مُعاہدے کو توڑ رہے ہیں، تم تیار ہو جاؤ!"[2]۔

میرے محترم بھائیو! جب تک دوسرا فریق مُعاہدہ نہ توڑے، ہمیں بھی اس کی مکمل پاسداری کرنی چاہیے، البتہ اگر فریقِ ثانی مُعاہدہ توڑ دے، تو ایسی صورت میں ہم پر بھی اس مُعاہدے کی پاسداری لازم نہیں رہتی، اللہ ربّ العزّت ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ﴾[3] "جب تک وہ تمہارے لیے عہد پر قائم رہیں، تم بھی ان کے لیے قائم رہو!"۔

(۵) اسلامی خارجہ پالیسی میں امن وامان کو بہرصورت ترجیح ہونی چاہیے، خواہ مخواہ جنگ وجدال کی خواہش ہرگز نہیں کرنی چاہیے، لہذا کفّار اگر صلح پر آمادہ ہوں تو انہیں مثبت جواب دینا چاہیے، نیز اُن کی طرف سے صلح کی پیش کش کو بھی قبول کرنا چاہیے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾

---

(۱) "سنن الترمذي" كتاب السِير، ر: ۱۵۸۰، صـ۳۸٤.

(۲) "مرآۃ المناجیح" جہاد کا بیان، امان کا بیان، دوسری فصل، ۵/ ۶۲۱۔

(۳) پ ۱۰، التوبة: ۷.

﴿إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾[1] "اگر وہ صلح کی طرف جھکیں، تو تم بھی جھکو (یعنی ان سے صلح کرلو)، اور اللہ پر بھروسہ رکھو، یقیناً وہی سنتا جانتا ہے"۔

(٦) خارجہ پالیسی کے اُصول وضوابط کے تحت اس بات کا بھی خاص خیال رکھا جائے، کہ دشمنوں کی تعداد کم سے کم کی جائے، اور جو غیر مسلم اَقوام اسلام مخالف سازشوں اور جنگوں میں مصروف نہ ہوں، ان سے تعلقات قائم کیے جائیں؛ تاکہ کفّار ومشرکین سے جنگ کی صورت میں، وہ لوگ غیر جانبدار رہیں، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾[2] "اللہ تعالی تمہیں ان سے منع نہیں کرتا، جو تم سے دِین میں نہیں لڑے، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، کہ ان کے ساتھ احسان کرو، اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو، یقیناً انصاف والے اللہ تعالی کو محبوب ہیں"۔

ہاں البتہ مسلمانوں سے لڑنے، اور ان پر ظلم وستم کرنے والوں کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی اجازت ہرگز نہیں!۔

(٧) جن ممالک سے بینَ الاَقوامی تعلقات استوار کرنا مقصود ہو، ان کی عادات واَطوار، دِفاعی قوّت، مُعاشی صورتحال اور دیگر ممالک سے متعلق اُن کی خارجہ پالیسی کے بارے میں بھی آگاہی ضرور حاصل کی جائے!۔

(٨) خارجہ پالیسی مرتَّب کرتے وقت، سخت اور غیر لچکدار روِیہ اختیار نہ کیا جائے، بلکہ مذہبی اور قومی مفادات پر سمجھوتہ کیے بغیر، اس میں نرمی ولچک کا مظاہرہ ضرور کریں۔

---

(١) پ١٠، الأنفال: ٦١.

(٢) پ٢٨، الممتحنة: ٨.

(۹) ایک معیاری خارجہ پالیسی مرتَّب کرنے کے لیے ضروری ہے، کہ بینَ المذاہب رواداری کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے، اور بوقتِ ضرورت شرعی، ان کے دینی عقائد و نظریات سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے، ان سے امن معاہدے کیے جائیں، سرکارِ دوعالم ﷺ نے بھی امن وامان کی خاطر، یہود و نصاری کے دینی عقائد و نظریات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے، ان لوگوں سے گفت وشنید کی، اور ان کے ساتھ بعض معاہدے بھی فرمائے۔

(۱۰) کوئی بھی ملک چاہے وہ کتنا ہی طاقتور اور ترقی یافتہ ہو، ان کے ساتھ سفارتی تعلقات ہمیشہ خودداری اور برابری کی بنیاد پر قائم ہونے چاہیں، نیز اپنے دینی، مذہبی اور قومی مفادات پر سمجھوتہ ہرگز نہ کریں!۔

(۱۱) بہترین خارجہ پالیسی یا اچھی سفارتکاری کا یہ مطلب نہیں، کہ اپنے دِفاعی اِقدامات میں غفلت برتی جائے، لہذا کسی بھی متوقع وغیر متوقع دشمن سے جنگ کے لیے ہمیشہ تیار رہا جائے، اور ضروری اَسلحہ وغیرہ بھی جمع کیا جائے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾[۱] "ان کے لیے تیار رکھو جو قوّت تم سے بن پڑے، اور جتنے گھوڑے باندھ سکو؛ کہ اس سے اُن کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں، اور ان کے سِوا کچھ اَوروں کے دلوں میں جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے، اور اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کروگے تمہیں پورا دیا جائے گا، اور کسی طرح گھاٹے میں نہ رہوگے!"۔

(۱) پ ۱۰، الأنفال: ٦٠.

(۱۲) زمانۂ امن میں تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دیا جائے، اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے، اپنی فوجی قوّت میں اضافہ کیا جائے، نیز سفارت کاری اور مضبوط خارجہ پالیسی کے ذریعے، اسلامی ممالک کے باہمی روابط میں بہتری لائی جائے۔ تاجدارِ دوعالم ﷺ نے معاہدۂ حدَیبیہ کے بعد قائم ہونے والے امن وامان سے فائدہ اٹھاکر، دینِ اسلام کا پیغام عام کیا، لوگ جُوق در جُوق مسلمان ہوئے، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی فوجی طاقت میں اتنی بہتری آئی، کہ معمولی مُزاحمت کے بعد کفّارِ مکّہ کے حَوصلے پست ہوگئے، اور "فتحِ مکّہ" جیسی شاندار فتح بنا جنگ کے حاصل ہوئی!۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! تاجدارِ ختمِ نبوّت ﷺ کی حیاتِ طیّبہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے، ہمیں بینَ الاَقوامی تعلقات کے مُعاملے میں، نبیٔ پاک ﷺ کے بنیادی اُصول کو پیشِ نظر رکھ کر، اپنی خارجہ پالیسی مرتَّب کرنی چاہیے، اور انہی اُصول وضوابط کی بنیاد پر اَقوامِ عالم سے تعلقات قائم کرنے چاہئیں!!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی خارجہ پالیسی مرتَّب کرنے کی توفیق عطا فرما، یورپی ممالک سے برابری کی بنیاد پر تعلقات استوار کرنے کی ہمت عطا فرما، ہماری غیرت اور خُودی کو بیدار فرما، ہمیں اسلامی ممالک کے ساتھ اتفاق واتحاد کی توفیق مَرحمت فرما، انہی کے ساتھ تجارتی، مُعاشی اور دِفاعی مُعاہدے کرنے کی اسلامی سوچ عطا فرما، عالمِ اسلام کے باہمی اختلافات کا خاتمہ فرما، انہیں افتراق وانتشار سے بچا، آمین یارب العالمین!۔

حیات ونُزولِ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

(جمعۃ المبارک ۱۹ جُمادی الاُولیٰ ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۱/۱۲/۲۴ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

یَسوع مسیح کا لُغوی معنیٰ

برادرانِ اسلام! "یَسُوع" عربی میں عیسیٰ کو کہتے ہیں، جس کے معنیٰ مبارَک، سیّد (سردار) اور نَجات دلانے والے کے ہیں، جبکہ لفظ "مسیح" کا معنیٰ کسی چیز پر ہاتھ پھیرنے اور اُس سے بُرا اثر دُور کرنے کے ہیں۔ اس سے مراد حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق قصبہ ناصری (Nazareth) سے تھا، اس نسبت سے آپ کا لقب "ناصری" ہے۔

ولادتِ سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام... مَظہرِ خداوندی

عزیزانِ محترم! حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بِن باپ کے حضرت سیّدہ کنواری پاک بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطنِ اَطہر سے پیدا ہوئے، جو کہ بیت المقدس کی خدمت پر مامور تھیں۔ خالقِ کائنات عزّوجلّ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کو حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی طرح اپنی قدرتِ کاملہ کا مظہر بنایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾[1] "عیسیٰ کی مثال اللہ تعالی کے نزدیک آدم کی طرح ہے، اُسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا: "ہوجا!" تو وہ فوراً ہوجاتا ہے"۔

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کو، حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے، کہ جس طرح سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے، اسی طرح حضرت سیّدنا عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بنا باپ کے پیدا ہوئے۔ تو جب بِن ماں باپ کے پیدا ہونے کے باوُجود، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا یا خدا کے بیٹے نہیں، تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بنا باپ کے پیدا ہونے کے باعث، خدا یا اس کے بیٹے کیسے ہوسکتے ہیں؟!

صدر الاَفاضل مفتی سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کا شانِ نُزول بیان کرتے ہیں کہ "نجران کے نصاری کا ایک وفد سیّدِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، اور وہ لوگ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ آپ گمان کرتے ہیں، کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے بندے ہیں؟ فرمایا: «أجلْ! إنّهُ عبدُ الله ورسولُهُ وكلمتُهُ، ألقاهَا إلَى العَذراءِ البتُولِ» "جی ہاں! وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں، جنہیں اللہ تعالی نے کنواری بتول (حضرت بی بی مریم رضی اللہ تعالی عنہا) کی طرف اِلقاء کیا"، نصاریٰ یہ سن کر بہت غصے میں آئے اور کہنے لگے: یا محمد! کیا تم نے کبھی بے باپ کا انسان دیکھا ہے؟ اس سے ان کا یہ مطلب تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ!)، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

(۱) پ۳، آل عمران: ۵۹.

صرف بغیر باپ کے پیدا ہوئے، اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر مٹی سے پیدا کیے گئے، تو جب انہیں (یعنی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو) اللہ کی مخلوق اور بندہ مانتے ہو، تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ کی مخلوق اور بندہ ماننے میں کیا تعجب ہے!""[1]۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت میں، ایک عجیب اور قاطعِ شرک (شرک کو مٹانے والا) اَمر یہ بھی تھا، کہ اللہ رب العزّت نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بچپن میں قوّتِ گویائی عطا فرمائی، جس کے ذریعے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف اپنی والدہ، سیّدہ بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی بیان فرمائی، بلکہ خود کو "اللہ کا بندہ" بھی قرار دیا، اور یوں مستقبل میں انہیں "اللہ کا بیٹا" قرار دینے والوں کا، اپنے قول کے ذریعے پہلے ہی سے رَدّ واِبطال فرمادیا!۔

کلامُ اللہ کے مطابق آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بچپن میں کلام کرتے ہوئے یوں فرمایا: ﴿ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۟ۙ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۪۟ۖ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ؗ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴾[2] "میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی، اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا، اور میں کہیں بھی رہوں اُس نے مجھے مُبارَک کیا، اور جب تک جیوں مجھے نماز وزکات کی تاکید فرمائی، اور اپنی ماں سے اچھا سُلوک کرنے والا بنایا، اور مجھے بے رحم بدبخت نہ بنایا، اور مجھ پر میری پیدائش، وفات اور پھر اُٹھائے جانے کے دن سلامتی ہے"۔

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ ۳، آل عمران، زیرِ آیت: ۵۹، ص ۱۱۷۔

(۲) پ ۱۶، مریم: ۳۰-۳۳.

حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے قتل کے لیے یہود کی منصوبہ بندی

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی نبوّت کا اعلان فرماکر، جب تبلیغِ دین کا آغاز فرمایا، تو سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو بھی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، توریت کی تصدیق کرتے ہوئے جب حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے بعض اَحکام منسوخ فرمائے، تو یہودی آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے جانی دشمن بن گئے، اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے قتل کے منصوبے بنانے لگے!۔

دوسری طرف حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے دعوتِ اسلام کا سلسلہ جاری وساری رکھا، جس کے نتیجے میں سب سے پہلے صرف بارہ ۱۲ اَفراد نے لبیک کہتے ہوئے دینِ حق قبول کیا۔ قرآنِ پاک میں ان بارہ ۱۲ اَفراد کے لیے "حَوارِی" کا لفظ استعمال ہوا ہے، حواری سے مراد مخلصین کا وہ گروہ ہے، جو تبلیغِ دین کے سلسلے میں حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے مُعاون ومددگار رہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان حواریوں کا ذکر کچھ یوں فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیۡسٰی مِنۡهُمُ الۡكُفۡرَ قَالَ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشۡهَدۡ بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ ۝ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ وَاتَّبَعۡنَا الرَّسُوۡلَ فَاكۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰهِدِیۡنَ﴾[1] "پھر جب عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے ان یہود سے کفر پایا، بولا: کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف؟ حواریوں نے کہا: ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، اور آپ گواہ ہوجائیں کہ ہم مسلمان ہیں، اے ہمارے رب! ہم اس پر ایمان لائے جو تُو نے اُتارا، اور رسول کے تابع ہوئے، تو ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ لے!"۔

---

(۱) پ۳، آل عمران: ۵۲، ۵۳.

یہود نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے، انتہائی مکر وفریب اور دھوکے سے کام لیا، اور ایک شخص کو حضرت سیّدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کے قتل کے لیے مقرّر کر دیا، اللہ رب العالمین نے ان کے تمام مکر وفریب کو ناکام بنادیا، اور حضرت سیّدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کو بحفاظت، زندہ آسمان پر اٹھالیا، اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ جلّ جلالہ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾[1] "کافروں نے مکر کیا، اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی، اور اللہ سب سے بہتر چُھپی تدبیر والا ہے!"۔

صدر الاَفاضل مفتی سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالی نے ان یہود کے مکر کا یہ بدلہ دیا، کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کو آسمان پر اُٹھالیا، اور حضرت عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کی شباہت (شکل وصورت) اس شخص پر ڈال دی، جواُن کے قتل کے لیے آمادہ ہوا تھا، چنانچہ یہود نے اسے اسی شُبہ پر قتل کر دیا!"[2]۔

آسمان پر زندہ اٹھائے جانے پر نصِ قرآنی

حضراتِ ذی وقار! یہودی عقائد کے مطابق حضرت سیّدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام صلیب (سُولی) پر لٹکائے جانے کے بعد وفات پا گئے تھے، اور عیسائیوں کا یہ ماننا ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو سُولی پر لٹکایا گیا، جس کے نتیجے میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے وفات پائی، مگر وفات کے تین ۳ دن بعد حضرت سیّدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام دوبارہ زندہ ہوگئے تھے۔ جبکہ دینِ اسلام ان اُمور کی نفی فرماتا ہے، اسلامی عقائد کے مطابق حضرت سیّدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کو نہ قتل کیا گیا، نہ انہیں پھانسی دی گئی، بلکہ اللہ رب العالمین نے انہیں زندہ اور سلامت اپنی طرف اُٹھالیا۔

---

(۱) پ۳، آل عمران: ٥٤.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۳، آل عمران، زیرِ آیت: ۵۴، ۱۱۶۔

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا ۙ۝۱۵۷ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴾[1] "انہوں نے نہ حضرت عیسی کو قتل کیا، اور نہ اُسے سُولی دی، بلکہ ان کے لیے اس کی شبیہ (شکل وصورت) کا ایک بنادیا گیا، اور وہ جو اس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں، ضرور اُس کی طرف سے شُبہ میں پڑے ہوئے ہیں، انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی! اور یقیناً انہوں نے اسے قتل نہ کیا، بلکہ اللہ نے اسے حضرت عیسٰی کو اپنی طرف اُٹھالیا، اور اللہ غالب حکمت والا ہے!"۔

شیخ الحدیث حضرت علّامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں، کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام یہود کے ہاتھوں مقتول نہیں ہوئے، بلکہ اللہ نے آپ کو آسمانوں پر اُٹھا لیا۔ جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام قتل ہوگئے، اور سُولی پر چڑھائے گئے جیسا کہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے، تو وہ شخص کافر ہے؛ کیونکہ قرآن مجید میں صاف صاف مذکور ہے کہ "حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ مقتول ہوئے، نہ سُولی پر لٹکائے گئے"[2]۔

حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوبارہ زمین پر تشریف آوری

عزیزانِ گرامی قدر! اسلامی تعلیمات کے مطابق حضرت سیّدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام حیات ہیں، اللہ رب العالمین نے انہیں یہود کے شر سے محفوظ رکھا، اور آسمان پر اُٹھا لیا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام قُربِ قیامت میں زمین پر دوبارہ تشریف لائیں گے، اور جامع مسجد دِمشق کے شَرقی مِینارہ پر نُزول فرمائیں گے، لوگوں سے اسلام کی خاطر لڑیں گے،

(۱) پ٦، النساء: ١٥٧، ١٥٨.

(۲) "عجائب القرآن" حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان پر، ص٧٦۔

صَلیب کوتوڑدیں گے، اور خنزیر ودجّال کوقتل کریں گے[1]۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ -يَعْنِي عِيسَى عليه السلام- نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ: رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ، كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ، فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ، فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يُتَوَفَّى فَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ»[2].

"میرے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان کوئی نبی نہیں، وہ یقیناً نازل ہوں گے، جب تم انہیں دیکھو توپہچان لیناکہ درمیانے قد کے آدمی ہیں، ان کا رنگ سرخی مائل سفید ہے، (دیکھنے والے کو) یوں محسوس ہوگا کہ ان کے سر سے پانی ٹپکنے والا ہے، حالانکہ وہ بھیگے بال نہیں ہوں گے۔ وہ لوگوں سے دینِ اسلام کی خاطر جہاد کریں گے، صلیب کوتوڑدیں گے، خنزیر کوقتل کریں گے، اور جِزیہ موقوف کرکے (صرف قبولِ اسلام کا اختیار دیں گے) اللہ تعالی ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام ملّتوں کو مٹادے گا۔ وہ دجّال کوقتل کریں گے، اور چالیس ۴۰ سال تک زمین پر رہنے کے بعد وصال فرمائیں گے، پھر مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے"۔

---

(١) انظر: "سنن أبي داود" باب خروج الدجّال، ر: ٤٣٢٤، صـ٦٠٧.

(٢) المرجع نفسه.

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے نُزول کی کیفیت

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی دوبارہ زمین پر تشریف آوری کے بارے میں، احادیث مبارکہ بکثرت وارد ہوئی ہیں، اور اُن میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے نُزول کا اس قدر تفصیلی بیان ہے، کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے نُزولِ مبارک کی جگہ اور کیفیت تک بیان کردی گئی ہے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «عِنْدَ الْمَنارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ، بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ، وَاضِعاً كَفَّيْهِ عَلىٰ أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ، إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ، وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ»[1] "(حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام) دِمشق کے مَشرقی سفید منارہ کے پاس، زَعفرانی خوشبودار دو ۲ چادروں میں ملبوس، آسمان سے اِس طرح اُتریں گے، کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے دونوں ہاتھ دو ۲ فرشتوں کے پَروں پر رکھے ہوں گے، جب سر جھکائیں گے تو اُن کے سر سے قطرے ٹپکتے ہوں گے، اور جب سر اُٹھائیں گے تو (بالوں سے) موتی کی طرح قطرے ٹپکتے ہوں گے"۔

میرے محترم بھائیو! حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام جب آسمان سے تشریف لائیں گے، اُس وقت فجر کی نماز کی اِقامت ہوچکی ہوگی، امام المسلمین حضرت سیّدنا اِمام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِنہیں دیکھیں گے، حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے ادب میں پیچھے ہٹتے ہوئے کہیں گے: «تَقَدَّمْ يَا رُوحَ الله! فَيَقُولُ: لِيَتَقَدَّمْ إِمَامُكُمْ فَلْيُصَلِّ بِكُمْ»[2] "اے روحُ اللہ اِمامت کے لیے آگے تشریف لائیے! اس پر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام فرمائیں گے، کہ تمہارا امام ہی آگے بڑھے جو نماز پڑھائے"۔

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الفِتن وأشراط الساعة، ر: ٧٣٧٣، صـ١٢٧١.

(٢) "مسند الإمام أحمد" مُسْنَدُ جَابِرِ بن عبد الله، ر: ١٤٩٥٤، ٢٣/ ٢١٢.

ایک اَور روایت میں الفاظِ حدیث یُوں ہیں: «إِمَامُهُمْ رَجُلٌ صَالِحٌ، فَبَيْنَمَا إِمَامُهُمْ قَدْ تَقَدَّمَ يُصَلِّيْ بِهِمُ الصُّبحَ، إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِمْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ الصُّبْحَ، فَرَجَعَ ذٰلِكَ الْإِمَامُ يَنْكُصُ يَمْشِي الْقَهْقَرَى؛ لِيَتَقَدَّمَ عِيْسٰى يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ، فَيَضَعُ عِيسٰى يَدَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ: تَقَدَّمْ فَصَلِّ؛ فَإِنَّهَا لَكَ أُقِيمَتْ، فَيُصَلِّيْ بِهِمْ إِمَامُهُمْ»[۱] "مسلمانوں کا امام ایک نیک شخص ہوگا (یعنی امام مَہدی)، وہ انہیں نمازِ فجر پڑھانے کو آگے بڑھ چکے ہوں گے، اسی دَوران اچانک عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام آسمان سے اُن کے پاس تشریف لائیں گے، وہ امام اُلٹے پاؤں چلتے ہوئے پیچھے ہٹیں گے؛ تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں، اِس پر عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اپنا ہاتھ مبارک امام مَہدی کے کندھوں پر رکھ کر فرمائیں گے، کہ آپ ہی آگے بڑھ کر نماز پڑھائیے؛ کہ یہ جماعت آپ کے لیے قائم کی گئی ہے! تب امام مَہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں گے"۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا نُزول اور کفّار ودجّال کی موت

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی دوبارہ زمین پر تشریف آوری، کفّار ودجّال کی موت کا باعث ہوگی، صحیح حدیث میں ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام جب بھی کسی ایسے کافر کے پاس سے گزریں گے، جس کے مقدّر میں ایمان نہیں، وہ وہیں مَر جائے گا۔ رسولُ الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ»[۲] "حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام جیسے

---

(۱) "سنن ابن ماجه" كتاب الفِتن، ر: ٤٠٧٧، صـ٦٩٦.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب الفِتن وأشراط الساعة، ر: ٧٣٧٣، صـ١٢٧١.

ہی کسی کافر کے پاس سے گزریں گے، آپ کے سانس کی خوشبو پہنچتے ہی وہ مَر جائے گا، اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سانس کی خوشبو، آپ کی حدِ نگاہ تک پھیلتی ہوگی"۔

ایک اَور صحیح روایت میں دجّال کے بارے میں ہے، کہ اُس کی نظر جیسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑے گی، وہ پگھلنے لگے گا، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ»[۱] "دجّال اس طرح پگھلے گا، جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے"۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین پر دوبارہ نزول فرمانے کے بعد، قُربِ قیامت کے سب سے بڑے فتنے دجّال کا خاتمہ فرمائیں گے۔ حدیثِ حَسن صحیح میں حضرت نوّاس بن سمعان کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلَهُ»[۲] "حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دجّال کا پیچھا کریں گے، یہاں تک کہ اسے بابِ "لُد" (Lod) میں پائیں گے، تو وہیں اسے قتل کریں گے"۔

نُزولِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق غامدی کا مَوقف

حضراتِ گرامی قدر! دَورِ حاضر میں جہاں دیگر نت نئے فتنے سر اُٹھا رہے ہیں، انہی میں ایک فتنہ "حیات ونزولِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام" کا انکار بھی ہے، جسے پاکستان میں پھیلانے کے لیے "جاوید غامدی" جیسے ماڈرن (Modern) اور نام نہاد اسکالر (so-Called Scholar) کو میدان میں اُتارا گیا ہے۔ غامدی صاحب حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور ان کے دوبارہ زمین پر تشریف لانے کے منکِر ہیں، حالانکہ

(۱) المرجع نفسه، ر: ۷۲۷۸، صـ۱۲۵٤.

(۲) "سنن الترمذي" باب ما جاء في فتنة الدجّال، ر: ۲۲٤۰، صـ۵۱٤.

قرآن کریم واحادیث مبارکہ میں واضح طور پر، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اب تک زندہ ہونے اور آپ کے رَفع ونُزول پر دلالت موجود ہے۔ غامدی صاحب اپنے دیگر متعدّد عقائد کی طرح اس مُعاملے میں بھی، واضح طور پر گمراہی کا شکار ہیں!!۔

میرے محترم بھائیو! حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور آپ کا رَفع ونُزول، قرآنِ مجید کی متعدّد آیات اور صحیح احادیث سے ثابت ہے، جن میں سے بعض آیاتِ مبارکہ واحادیثِ طیّبہ گزشتہ سطور میں پیش کی جا چکی ہیں، اور چند آیات واحادیث مزید اس نیّت سے پیش کی جا رہی ہیں، کہ حضرت سیِّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات ونُزول کے منکِرین پر اِتمامِ حجت ہو جائے:

(۱) حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نُزول قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے، جس کا ظاہر ہونا بہر صورت لازم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾[۱] "یقیناً عیسیٰ قیامت کی خبر ہے، تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا، اور میری پیروی کرنا! یہی سیدھی راہ ہے"، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمان سے اُترنا علاماتِ قیامت میں سے ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: «نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مِنْ قَبْلِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ»[۲] "حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نُزول قیامت سے پہلے ہے"۔

(۲) حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس وقت تک وفات نہیں پائیں گے،

---

(۱) پ۲۵، الزخرف: ٦١.

(۲) "صحيح ابن حِبّان" كتاب التاريخ، ر: ٦٨١٧، صـ١١٧٧.

جب تک تمام اہلِ کتاب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لے آئیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾[(۱)] "کوئی کتابی ایسا نہیں جو اِس (عیسیٰ ابنِ مریم) کی موت سے پہلے اِس پر ایمان نہ لائے، اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا!"۔

صدر الاَفاضل مفتی سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں مختلف اَقوال بیان فرمائے ہیں، جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ "قُربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نُزول فرمائیں گے، اس وقت کے تمام اہلِ کتاب اِن پر ایمان لے آئیں گے، اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام شریعتِ محمدیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مطابق حکم کریں گے، اور اسی دین کے ائمہ میں سے ایک امام کی حیثیت میں ہوں گے، اور نصاریٰ (عیسائیوں) نے ان کی نسبت جو (مشرِکانہ) گمان باندھ رکھے ہیں، اُن کا اِبطال (رَدّ) فرمائیں گے، دینِ محمدی کی اِشاعت کریں گے، اُس وقت یہود ونصاریٰ کو یا تو اسلام قبول کرنا ہوگا، یا پھر قتل کردیے جائیں گے، جِزیہ قبول کرنے کا حکم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نُزول کرنے کے وقت تک ہے"[(۲)]۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ کے دوسرے جُز میں، بروزِ قیامت گواہی دینے سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں صدر الاَفاضل رحمۃ اللہ تعالی علیہ مزید فرماتے ہیں کہ "حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہود پر تو یہ گواہی دیں گے، کہ انہوں نے آپ کی تکذیب کی، اور آپ کے حق میں زبان درازی کی، اور نصاریٰ (عیسائیوں) پر یہ کہ انہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رب

---

(۱) پ٦، النساء: ١٥٩.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ٦، سورۂ نساء، زیرِ آیت:۱۵۹، ص۲۰۰، ۲۰۱۔

ٹھہرایا، اور خدا کا شریک گردانا، اور اہلِ کتاب میں سے جو لوگ ایمان لے آئیں، اُن کے ایمان کی بھی آپ علیہ الصلوۃ والسلام شہادت (گواہی) دیں گے"[1]۔

(۳) حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو قتل کرنے کے حوالے سے یہود نے جو منصوبہ بنایا تھا، وہ اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہوئے، بلکہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام اپنی طبعی عمر پوری فرمائیں گے، اور آپ کو آسمانوں پر اُٹھالیا جائے گا، اس بارے میں اللہ رب العالمین نے قرآن پاک میں واضح طور پر ارشاد فرمایا: ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ﴾[2] "(یاد کرو) جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا (یعنی کفّار تمہیں قتل نہ کرسکیں گے)، اور تجھے اپنی طرف (آسمان پر بغیر موت کے) اُٹھالوں گا"۔

(۴) حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَماً مُقْسِطاً، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ المَالُ، حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ»[3] "مجھے اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں ابنِ مریم (حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام دوبارہ) اُتریں گے، جو انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ مَوقوف کردیں گے، اُس وقت مال ودَولت کی اتنی فراوانی ہوگی (اور لوگ اتنے خوشحال ہوجائیں گے) کہ مال قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا!"۔

---

(۱) ایضاً، ص۲۰۱۔
(۲) پ۳، آل عمران: ۵۵.
(۳) "صحيح البخاري" كتاب البُيوع، باب قتل الخنزير، ر: ۲۲۲۲، صـ۳۵٤.

(۵) ایک روایت میں ہے کہ تاجدارِ ختمِ نبوّت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ، وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ؟»[۱] "تم لوگوں کا اُس وقت (خوشی سے) کیا حال ہوگا؟ جب تم میں عیسیٰ ابنِ مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام (آسمان سے) اُتریں گے، اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا!"۔

نزولِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق علمائے امّت کے عقائد ونظریات

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! حیات ونُزولِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عقیدے پر ساری اُمتِ مسلمہ متفق ہے، اس عقیدے کے قائل علمائے امّت کی تعداد شمار سے باہر ہے، لہٰذا اُن سب کا ذکر یہاں تقریبًا ناممکن ہے، مگر اس بارے میں چند علمائے امّت کے اقوال، عقیدہ اور نظریہ حسبِ ذیل ہے:

حضرت سیّدنا امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نظریہ

(۱) حضرت سیّدنا امام حَسَن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ والا صفات کسی تعارُف کی محتاج نہیں، آپ مشہور تابعی ہیں۔ حیات ونزولِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنا عقیدہ ونظریہ بیان فرماتے ہیں کہ "یقینًا اللہ تعالی نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی طرف آسمان پر اُٹھالیا ہے، اللہ تعالی اُن کو دوبارہ بھیجے گا، اُس وقت تمام نیک وبد لوگ اُن پر ایمان لائیں گے"[۲]۔

حضرت امام ابنِ سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان

(۲) حضرت امام ابنِ سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نُزول

---

(۱) المرجع نفسه، كتاب أحاديث الأنبياء، ر: ٣٤٤٩، صـ٥٨١.

(۲) انظر: "تفسير ابن أبي حاتم" النساء، الآية: ١٥٩، ر: ٦٢٥١، ٤/ ١١١٣.

کا وقت اور کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت سیِّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اذان واِقامت کے درمیان نازل ہوں گے، آلاتِ جنگ اور دو۲ زَرد چادریں اُن کے زیبِ تن ہوں گی، لوگ عرض کریں گے کہ آگے تشریف لا کر نماز پڑھائیے! آپ علیہ الصلوۃ والسلام فرمائیں گے کہ نہیں، بلکہ تمہارا امام ہی تمہیں نماز پڑھائے گا! تم ایک دوسرے پر امیر ہو"[۱]۔

حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ

(۳) حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی دوبارہ تشریف آوری، اور دیگر علاماتِ قیامت سے متعلق اپنا عقیدہ بیان فرماتے ہیں کہ "دجّال اور یاجُوج وماجُوج کا نکلنا، آفتاب کا مغرب کی طرف سے طُلوع ہونا، سیِّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا آسمان سے نازل ہونا، اور دیگر علاماتِ قیامت (جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں وارد ہوئیں) سب حق ہیں، ضرور واقع ہوں گی"[۲]۔

حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہما کا عقیدہ

(۴) حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہما نزولِ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے متعلق اپنے عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے، وقتِ نُزول لوگوں کی کیفیت کا بیان فرماتے ہیں کہ "اُس وقت لوگ نماز کی اِقامت سُن رہے ہوں گے، کہ اتنے میں اُن کو ایک بادل ڈھانپ لے گا، کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت سیّدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام نازل ہو چکے ہیں"[۳]۔

---

(۱) "جامع معمر بن راشد" باب الدجّال، تحت ر: ۲۰۸۳۸، ۱۱/ ۳۹۹.

(۲) "الفقه الأكبر" أشراط الساعة، صـ۸۲.

(۳) انظر: "إكمال إكمال المعلم" للوشتاني، ۱/ ۲٦٦، نقلاً عن الإمام مالك.

حرفِ آخر

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! ہمارا دَور فتنہ وفساد کا دَور ہے، یہود ونصاری اور مُلحدین شب وروز اس کام میں مصروف ہیں، کہ جس قدر ہوسکے دینِ اسلام کو نقصان پہنچایا جائے، اسے پھلنے پھولنے سے روکا جائے، مسلمانوں کے مابین تفرِقہ بازی کو فروغ دیا جائے، نت نئے نظریات اور گمراہ کُن عقائد متعارف کرائیں جائیں، حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور آپ کے رَفع ونُزول کا انکار، اور میڈیا کے ذریعے اس کی تشہیر بھی، اُسی فتنہ وفساد کی ایک کڑی ہے، لہذا اپنے ایمان کی حفاظت کیجیے! ایمان کے لٹیروں سے بچ کر رہیے! اپنے علمائے دین کی صحبت اختیار کیجیے! اور ان سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی کوشش کیجیے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں ایمان کی سلامتی کے ساتھ سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیضِ رُوحانی سے کامل حصہ عطا فرما، ہمیں ان کا مقام ومرتبہ سمجھنے کی توفیق عطا فرما، جو لوگ اُن کی حیات اور رَفع ونُزول کے منکِر ہیں، انہیں ہدایت عطا فرما، آمین یا رب العالمین!

سالِ نَو کا جشن اور یہود ونصاریٰ کی پیروی

(جمعۃ المبارک ۲۲ جُمادَی الاُولی ۱۴۴۳ھ - ۳۱/۱۲/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

اَغیار کی تقلید

برادرانِ اسلام! نئے عیسوی سال کی آمد آمد ہے، نئے سال کی آمد کا جشن دنیا بھر میں بڑے دُھوم دھام سے منایا جاتا ہے، رَقص وسُرود اور شراب وکباب کی محفلیں سجائی جاتیں ہیں، رنگا رنگ آتش بازی کا اہتمام کیا جاتا ہے، نوجوان لڑکیاں اپنے نامحرم اور اجنبی دوستوں کے ساتھ رات گھر سے باہر گزارتی ہیں، ملک کے مشہور مقامات پر جمع ہوکر سالِ نَو کا استقبال کیا جاتا ہے، الیکٹرانک میڈیا (Electronic Media) پر ایسی تقریبات کو براہِ راست کَوریج (Coverage) دی جاتی ہے، اہم شاہراہوں، بڑے بڑے پارکوں (Parks)، بازاروں، شاپنگ پلازوں (Shopping Plazas) اور فوڈ اسٹریٹس (Food Streets) کو برقی قمقموں سے سجاکر، بلند آواز سے میوزک (Music) بجاکر اظہارِ مُسرّت کیا جاتا ہے۔ مگر نئے

سال کے جشن منانے کا یہ انداز، کسی طَور پر بھی شرعی واَخلاقی تقاضوں پر پورا نہیں اُترتا، اس کی جتنی بھی مذمّت کی جائے کم ہے!۔

میرے محترم بھائیو! اس تمام تر صورتحال میں اَفسوسناک پہلو یہ ہے، کہ یہود ونصاریٰ اور مُشرکین کے ایسے تمام مذہبی ومُعاشرتی تہوار، مثلاً کرسمس (Christmas)، ویلنٹائن ڈے (Valentine Day)، اپریل فُول (April Fool)، اور ہولی، دِیوالی وغیرہ کو، مسلمان نوجوان لڑکے لڑکیاں بھی اسی اہتمام کے ساتھ مَنا رہے ہیں، جس اِہتمام اور ذَوق وشَوق کے ساتھ یہودی، عیسائی اور ہندو لوگ مناتے ہیں، بلکہ اسلامی ممالک میں بسنے اور مسلم گھرانوں میں پیدا ہونے والے، کئی پیدائشی مسلمان ان تہواروں کے سلسلے میں جس قدر اہتمام، اور جوش وخروش کا مُظاہرہ کرتے دِکھائی دیتے ہیں، ویسا جوش وجذبہ، ذَوق وشَوق اور اہتمام تو، یہود ونصاریٰ اور ہندوؤں میں بھی شاید مفقود ہو۔

یہود ونصاریٰ کی پیَروی اور اَغیار کی تقلید میں یہ اہتمام، کسی مسلمان کو ہرگز زیب نہیں دیتا، کیا کبھی کسی یہودی، عیسائی، پارسی، سکھ یا ہندو کو بھی دیکھا ہے، کہ اُس نے مسلمانوں کی تقلید میں رمضان شریف کے روزے رکھے ہوں، عیدالاضحیٰ میں قربانی کی ہو، عید میلادِ النبی مَنائی ہو، اور شبِ معراج یا شبِ براءَت میں عبادت کا اہتمام کیا ہو؟ یقیناً نہیں دیکھا ہوگا! اور بالفرض اگر دیکھا ہو تب بھی کسی مسلمان کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں، کہ وہ یہود ونصاریٰ کی مُشابہت وپیَروی کرے، جذبۂ خیرسگالی اور مذہبی رَواداری کے نام پر، اُن کے چرچ (Church) یا مَندر یا گوردوارے میں جائے، اُن کے کرسمس کیک (Christmas Cake) کاٹے، اُن کی مُورتیوں (بُتوں) کو دودھ سے

نہلائے، اُن کے مذہبی تہوار میں شرکت کرے، اُن سے دوستی اور دِلی محبت کا دَم بھرے اور راہ ورَسم بڑھائے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾(۱) "اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں جو کوئی اُن (یہود ونصاریٰ) سے دوستی رکھے گا، وہ انہی میں سے ہے، یقیناً اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا!"۔

لہذا یہود ونصاریٰ سے دوستی کرنے، اور نئے سال کی آمد پر اُن کی پیروی میں ہلّہ گلّہ، غُل غپاڑہ اور آوارہ گردی کرنے کے بجائے، ہم میں سے ہر ایک کو اپنا اپنا احتساب کرنا چاہیے، کہ گزشتہ سال میں نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ کیا میں نے اچھے اَعمال کیے؟ یا میرا پورا سال یونہی غفلت، گناہ اور اللہ ورسول کی نافرمانی میں گزر گیا؟!

میرے محترم بھائیو! ایک سال کا گزر جانا، درحقیقت ہماری زندگی کا مزید کم ہونا ہے، ہم دن بدن موت سے قریب تر ہو رہے ہیں، لہذا آپ خود ہی بتائیے کہ سُستی، غفلت اور اللہ ورسول کی نافرمانی میں کم ہوتی زندگی پر، نادِم وشرمندہ ہونے کے بجائے اس پر خوش ہونا، اور مزید گناہوں کا ارتکاب کرنا، کہاں کی عقلمندی ہے؟! لہذا عقلِ سلیم کا دامن تھامیے، اور نئے سال کی آمد پر رات بھر عبادت ونوافل کا اہتمام کیجیے، اپنے گناہوں پر توبہ واستغفار کیجیے، اور اپنی آئندہ زندگی کو اللہ ورسول کی اِطاعت وفرمانبرداری میں گزارنے کا عہد کیجیے!۔

---

(۱) پ٦، المائدة: ٥١.

دین وایمان کے لیے ایک بڑا خطرہ

میرے محترم بھائیو! یہود و نصاریٰ کی دوستی اور پیروی، ایمان کے لیے کسی بہت بڑے خطرے سے کم نہیں، لہذا جس شخص نے اُن کی دوستی کو ترک کرکے اِتّباعِ رسول نہ کی، اور یہود و نصاریٰ کا پیرو کار بنا رہا، کچھ بعید نہیں کہ وہ لوگ اسے (معاذ اللہ) دینِ اسلام سے اِنحراف پر مجبور کریں؛ کہ ایسا کرنا ان کی فطرت میں ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾[1] "ہرگز تم سے یہود و نصاریٰ راضی نہ ہوں گے، جب تک تم اُن کے دِین کی پیروی نہ کرو!"۔

یہود و نصاریٰ کی پیروی پر اِصرار

حضراتِ ذی وقار! ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ قرآن وحدیث کی سخت مُمانعت کے باوُجود، مسلمان یہود و نصاریٰ کی پیروی سے باز نہیں آئیں گے، اس بارے میں نبئ غیب داں ﷺ نے چودہ سو ۱۴۰۰ سال پہلے ہی یہ ارشاد فرمادیا: «لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْراً بِشِبْرٍ، وَذِرَاعاً بِذِرَاعٍ حَتَّى لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ دَخَلَ جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمْ، وَحَتَّى لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ جَامَعَ امْرَأَتَهُ بِالطَّرِيقِ لَفَعَلْتُمُوهُ»[2] "تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں (یہود و نصاریٰ) کی پیروی کروگے! بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ، حتی کہ اگر اُن میں سے کوئی گوہ (Bengal Monitor) کے بِل میں گھسا، تو تم بھی ضرور گھسوگے! یہاں تک کہ اگر اُن میں سے کوئی اپنی بیوی سے سرِ راہ ہمبستر ہوا، تو تم بھی ضرور ایسا کروگے!" یعنی تم اُن کی پیروی

---

(۱) پ۱، البقرة: ۱۲۰.

(۲) "مستدرك الحاكم" كتاب الفِتن والملاحم، ر: ۸٤۰٤، ٤/ ۲۹۸۷.

میں اس حد تک گر جاؤ گے، کہ اُن کے ہر چھوٹے سے چھوٹے اور غلیظ سے غلیظ فعل کا ارتکاب کرنے سے بھی باز نہیں آؤ گے!۔

امام بخاری کی اسی طرح کی ایک روایت میں مزید یہ بھی ہے، کہ حضورِ اکرم ﷺ کے اس فرمان کے بعد، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! کیا پہلے لوگوں سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں؟ تو مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «فَمَنْ؟»[1] "نہیں تو اَور کون مراد ہیں؟" یعنی یہود ونصاریٰ ہی مراد ہیں!۔

میرے محترم بھائیو! آج ہم اَخلاقی تنزّلی کا شکار ہیں، ہمارے اعمال وکردار، رسم ورَواج، لباس وپوشاک، اور مذہبی رُسوم وتہوار میں، یہود ونصاریٰ کے طور طریقوں اور عقائد ونظریات کی جھلک نمایاں ہے، آج اُمتِ مسلمہ کی اکثریت اَخلاقیات اور مُعاملات کے اعتبار سے، حرف بحرف مذکورہ بالا فرمانِ ذی شان کی مِصداق ہوتی جارہی ہے، کوئی کسی کو روکنے ٹوکنے والا نہیں! جس کے مَن میں جو آتا ہے، وہ شرعی حُدود وقُیود کی پرواہ کیے بغیر کر رہا ہے! ہمارے کثیر تعلیمی ادارے اور الیکٹرانک وسوشل میڈیا (Electronic and Social Media) کے کئی چینلز(Channels) اور پیجز(Pages)، یہود ونصاریٰ کے ایجنٹ (Agent) کا کردار ادا کر رہے ہیں، وہ اپنے نصاب اور پروگرامز میں یہود ونصاریٰ کے کلچر (Culture) کو پُروموٹ (Promote) کر رہے ہیں، اُن کی فلموں، ڈراموں، فیشن شوز (Fashion Shows)، جیتو پاکستان اور انعام گھر وغیرہ کے نام پر، فَحاشی پر مبنی پروگرامز (Programs) کے ذریعے نوجوان نسل کو فَحاشی، عُریانیت اور بے راہ رَوِی واَغیار کی

---

(١) "صحيح البخاري" باب ما ذكر عن بني إسرائيل، ر: ٣٤٥٦، صـ٥٨٢.

تہذیب وثقافت کا خوگر بنایا جارہا ہے! انہیں اسلامی تعلیمات اور مذہبی ثقافت سے دُور کیا جارہا ہے۔ للہ! یہود ونصاریٰ کی پیروی ترک کیجیے، اچھے اور باعمل مسلمان بن جائیے، اپنے بچوں کو اسلامی تعلیمات سے رُوشناس کروائیے، اور انہیں یہود ونصاریٰ کے مکر وفریب اور دجّالی سازشوں سے آگاہ کیجیے!۔

یہود ونصاریٰ کی پیروی کی مُمانعت

حضراتِ گرامی قدر! دینِ اسلام میں یہود ونصاریٰ کی پیروی کی ممانعت کے اَحکام کس قدر سخت ہیں، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ صحابئ رسول حضرت سیّدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے بعض ساتھیوں نے، اسلام قبول کرنے کے باوُجود، جب شریعتِ مُوسوی (توریت) کے بعض منسوخ شُدہ اَحکام کی رِعایت کی، اور اُن پر عمل پیرا رہے، تو یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾(۱) "اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو (جاؤ)، اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، یقیناً وہ تمہارا کُھلا دشمن ہے!"۔

صدر الاَفاضل مفتی سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیتِ طیّبہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "اہلِ کتاب میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے بعض اَصحاب، حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد، شریعتِ مُوسوی کے بعض اَحکام پر قائم رہے، ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے، اس روز شکار سے اجتناب لازم جانتے، اور اونٹ کے دودھ اور گوشت سے پرہیز کرتے، اور یہ خیال کرتے کہ یہ چیزیں اسلام میں تو مُباح (جائز) ہیں، ان کا کرنا ضروری نہیں، اور توریت میں ان سے اجتناب لازم کیا

(۱) پ۲، البقرۃ: ۲۰۸.

گیا ہے، تو اِن کے ترک کرنے میں اسلام کی مُخالفت بھی نہیں، اور شریعتِ مُوسوی پر بھی عمل ہوتا ہے، اس پر یہ آیت نازِل ہوئی، اور ارشاد فرمایا کہ اسلام کے اَحکام کا پورا اِتّباع کرو، یعنی توریت کے اَحکام اَب منسوخ ہو گئے ہیں، اب اُن پر عمل نہ کرو"[1]۔

اسی طرح ایک بار حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ توریت شریف کا ایک نسخہ اپنے ساتھ لائے، اور اسے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہِ اقدس میں پیش کر کے عرض کی: یا رسولَ اللہ یہ توریت کا نسخہ ہے! رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم خاموش رہے، جب حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اُسے پڑھنا شروع کیا، تو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چہرۂ انور کا رنگ بدلنے لگا، حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس اَمر پر متوجہ کیا، حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت میں فوراً عرض کی، کہ میں اللہ ورسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں! ہم اللہ کی رَبوبیّت، اسلام کے دین ہونے، اور محمد مصطفی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہیں! تب حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي، لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ! وَلَوْ كَانَ حَيّاً وَأَدْرَكَ نُبُوَّتِي، لَاتَّبَعَنِي!»[2] "اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد مصطفی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جان ہے! اگر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تمہارے لیے ظاہر ہوں، اور تم مجھے چھوڑ کر اُن کی پیروی کرو، تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے! بلکہ اگر آج حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی بظاہر دنیا میں ہوتے، اور میرا زمانۂ نبوّت پاتے، تو وہ بھی

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲، البقرۃ، زیرِ آیت: ۲۰۸، ص۶۹۔
(۲) "سنن الدارمي" باب ما يتّقى من تفسير ...إلخ، ر: ٤٣٥، ١/ ٤٠٣.

میری پیروی کرتے!"؛ کیونکہ اُن کی شریعت کے کئی اَحکام منسوخ ہو چکے، اور اَب صرف میرا دِین ہی تاقیامت قابلِ اِتباع ہے۔

عزیزانِ محترم! کوئی یہودی ہو یا عیسائی، یا کسی بھی قسم کا غیر مسلم ہو، ہر ایک پر لازم ہے کہ شریعتِ محمدی پر ایمان لائے، اور اسی کے اَحکام کی پیروی کرے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ!»[1] "اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد رسول اللہ کی جان ہے! اِس اُمت کا کوئی بھی یہودی ہو یا نصرانی، میری رسالت کو جاننے کے باوُجود، اس حال میں مرا کہ وہ میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان نہیں لایا، تو وہ جہنمیوں میں سے ہے!"۔

یہود و نصاریٰ کی مُخالفت سے متعلق چند فرامینِ مبارکہ

حضراتِ گرامی قدر! یہود و نصاریٰ کی پیروی، ایک مسلمان کے دِین وایمان اور اس کی آخرت کے لیے کتنی نقصان دہ ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنی امّت کو، ہر چھوٹے سے چھوٹے کام میں بھی اُن لوگوں کی مُخالفت کا حکم فرمایا؛ تاکہ مسلمان اُن کی مُشابہت اختیار کرنے اور ان کی پیروی کرنے سے بچیں! اب چند ایسی احادیثِ مبارکہ پیش کی جاتی ہیں، جن میں یہود و نصاریٰ کی مُشابہت اور پیروی کے خدشے کے پیشِ نظر، مُمانعت یا متبادِل حکم ارشاد فرمایا گیا ہے:

(۱) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ٣٨٦، صـ٧٧.

ﷺ نے فرمایا: «لَا تَشَبَّهُوا بِاليَهُودِ، وَلَا بِالنَّصَارَى!»[1] "یہود اور نصاریٰ کی مُشابہت اختیار مت کرو!"۔

(۲) سرورِ کائنات ﷺ کو یہود ونصاریٰ کی پیروی ومُشابہت کس قدر ناپسند تھی، اس کا اندازہ اس بات سے بھی خوب لگایا جا سکتا ہے، کہ رحمتِ عالمیان ﷺ نے ایسوں کے بارے میں فرمایا: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا!»[2] "جو غیروں سے مُشابہت اختیار کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے!"۔

(۳) ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: «مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ!»[3] "جو جس قوم کی مُشابہت اختیار کرے، وہ انہی میں سے ہے!"۔

(۴) یہود عورت کے ایّامِ ماہواری میں اُس سے اس قدر اجتناب برتتے اور نفرت کرتے تھے، کہ اُس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، اور بات چیت بھی مَوقوف کردیتے، بارگاہِ رسالت ﷺ میں اس بارے میں عرض کی گئی، تو سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «اصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ» "ہمبستری کے سوا ہر چیز (یعنی اپنی خواتین کے ساتھ کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے، اور بات چیت وغیرہ کرنے) کی اجازت ہے"۔ جب یہود کو حضورِ اکرم ﷺ کے اس فرمانِ ذی شان کی خبر پہنچی، تو کہنے لگے کہ "لگتا ہے اس (حضرت محمد ﷺ) نے ہر کام میں ہماری مُخالفت کا ارادہ کرلیا ہے"[4]۔

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب الاستئذان والآداب، ر: ۲٦۹٥، صـ٦١٢.
(۲) المرجع نفسه.
(۳) "سنن أبي داود" باب في لبس الشهرة، ر: ٤٠٣١، صـ٥٦۹.
(٤) "صحيح مسلم" كتاب الحيض، ر: ٦۹٤، صـ١٣٨.

(۵) حضرت سیّدنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، تاجدارِ ختمِ نبوّت صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ، أَكْلَةُ السَّحَرِ»[1] "ہمارے اور اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) کے روزوں کے مابین فرق، سحری کھانا ہے"۔

میرے محترم بھائیو! یہود ونصاریٰ کے روزوں میں سحری کھانا نہیں تھا، سرکارِ دوعالم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اُن کی مُشابہت اور پیَروی سے بچنے کے لیے، اپنی امّت کو سحری کھانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ غور وفکر کا مقام یہ ہے کہ جب اتنی معمولی سے بات میں بھی، یہود ونصاریٰ کی پیَروی جائز نہیں، تو پھر کسی بڑے کام، مذہبی تہوار، ثقافت یا ان لوگوں کا رنگ ڈھنگ اپنانے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟! لہذا ہر ایسے کام سے بچ کر رہیے، جس میں یہود ونصاریٰ اور دیگر غیر مسلموں کی پیَروی کا شائبہ ہو!۔

اِتّباعِ رسول صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اہمیت

عزیزانِ محترم! ہمیں چاہیے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم کی مکمل اتّباع کریں، اُن کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلیں، ان کی تعلیمات اور سیرتِ مبارکہ پر عمل کریں، جس چیز کا وہ حکم دیں اسے بجالائیں، اور جس کی مُمانعت فرمائیں اُس سے باز رہیں، کہ اللہ رب العزّت کی طرف سے ہمیں یہی حکم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾[2] "جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو!"۔

بحیثیت مسلمان ہمارے لیے رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم کی پیَروی سے بہتر کوئی چیز

---

(۱) المرجع نفسه، كتاب الصيام، ر: ۲۵۵۰، صـ۴٤٧.

(۲) پ ۲۸، الحشر: ۷.

نہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1]
"یقیناً تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے!"۔

اللہ تعالی سے محبت اور تاجدارِ ختم نبوّت ﷺ کی اِتّباع، گناہوں کی بخشش کا بھی ذریعہ ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾[2] "اے حبیب تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ (یعنی میری اِتّباع کرو) اللہ تعالی تم سے محبت رکھے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے!"۔

میرے محترم بھائیو! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ آج ہماری اکثریت اِتّباعِ رسول کے بجائے یہود و نصاریٰ کی پیَروی میں مشغول ہے، ان کے مذہبی تہواروں، عیش کوشیوں، اور ثقافتی آزادیوں کی طرف راغب ہے، آج ہم ذہنی طور پر اس قدر پستی کا شکار ہو چکے ہیں، کہ اپنی قابلِ فخر اسلامی تہذیب کو چھوڑ کر، یہود و نصاریٰ کی طرح کھانے پینے، لباس پہننے، گفتگو کرنے، بلکہ خود کو لبرل (Liberal) ظاہر کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں، ان کی طرح شراب پینے، بدکاری، اور ماں بہن کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنے کو ترقی اور روشن خیالی کا نام دیتے ہیں! اگر ہم یہود و نصاریٰ کے طَور طریقوں کی بِنا سوچے سمجھے اسی طرح پیَروی کرتے رہے، تو تباہی و بربادی ہمارا مقدّر ٹھہرے گی! اور ایسے لوگ جہنم کے حقدار قرار پائیں گے، ابھی وقت ہے، توبہ کا دروازہ کھلا ہے! آئیے واپس لَوٹ آئیے! اپنے رب کے حضور سچی توبہ

(۱) پ ۲۱، الأحزاب: ۲۱.

(۲) پ ۳، آل عمران: ۳۱.

کر لیجیے! اور یہ عہد کر لیجیے کہ سرورِ کونین ﷺ کی مکمل اِتّباع کریں گے، ان کی سنّتوں پر عمل کریں گے، اور ان کے تمام اَحکام کو بجالائیں گے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اِتّباعِ رسول کی توفیق عطا فرما، اپنی زندگی شریعتِ مُطَہَّرہ کے مُطابق گزارنے کی سعادت عطا فرما، نبئ کریم ﷺ کی سُنّتوں پر عمل کا جذبہ عنایت فرما، یہود و نصاریٰ کی پیَروی و مُشابہت سے بچا، ہمارے دِلوں سے محبتِ اَغیار کا خاتمہ فرما، ان کی تہذیب وثقافت سے محفوظ فرما، ہمیں ایک اچھا سچا اور باعمل مسلمان بنا، آمین یارب العالمین!۔

خُطباتِ

جمعہ و عیدَین و نکاح

خطبۂ جمعۃ المبارک

پہلا خطبہ

(۱)الْحَمْدُ لله الَّذِيْ فَضَّلَ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى العَالَـمِيْنَ جَمِيْعاً، وَأَقَامَهُ يَوْمَ القِيَامَةِ لِلْمُذْنِبِيْنَ شَفِيْعاً، فَصَلَّى اللهُ تَعَالَى وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلَيْهِ، وَعَلٰى كُلِّ مَنْ هُوَ مَحْبُوْبٌ وَّمَرْضِيٌّ لَّدَيْهِ، صَلاةً تَبْقٰى وَتَدُوم، بِدَوامِ الْـمَلِكِ الْحَيِّ الْقَيُّوْمِ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الحَقِّ أَرْسَلَهُ، صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَصْحابِهِ أَجْمَعِينَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ، أَمَّا بَعْدُ:

فَيَا أَيُّهَا الْـمُؤْمِنُوْنَ! -رَحِمَنَا وَرَحِمَكُمُ اللهُ تَعَالٰى- أُوصِيْكُمْ وَنَفْسِيْ بِتَقْوَى اللهِ -عَزَّ وَجَلَّ- فِي السِّرِّ وَالْإِعْلَانِ،

(۱) عربی عبارت میں اگر حرکت تشدید کے اُوپر ہو تو اسے زبر پڑھا جاتا ہے، اور اگر حرکت تشدید کے نیچے ہو تو اسے زیر پڑھا جائے گا۔

فَإِنَّ التَّقْوَى سَنَامُ ذُرَى الْإِيْمَانِ! وَاذْكُرُوْا اللهَ عِنْدَ كُلِّ شَجَرٍ وَّحَجَرٍ، وَّاعْلَمُوْا أَنَّ اللهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ! وَأَنَّ اللهَ لَيْسَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ! فَإِنَّ السُّنَنَ هِيَ الأَنْوارُ، وَزَيِّنُوْا قُلُوْبَكُمْ بِحُبِّ هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ -عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ والتَّسْلِيْمِ-؛ فَإِنَّ الحُبَّ هُوَ الْإِيْمَانُ كُلُّهُ، أَلَا لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهُ، أَلَا لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهُ، أَلَا لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهُ، رَزَقَنا اللهُ تَعَالٰى وَإِيَّاكُمْ حُبَّ حَبِيْبِهِ هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ -عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ أَكْرَمُ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى- ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَّرَهُ!﴾ بَارَكَ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ، وَنَفَعَنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الحَكِيْمِ، إِنَّهُ تَعَالَى مَلِكٌ كَرِيْمٌ جَوّادٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ، أَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرُ اللهَ! لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْـمُؤْمِنِينَ والْـمُؤْمِنَاتِ، إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ[1].

---

(۱) یہ خطبہ پڑھ کر اندازاً قرآن مجید کی تین ۳ آیات کی مقدار بیٹھے، پھر اُٹھ کر دوسرا خطبۂ جمعہ شروع کرے۔

دوسرا خطبہ

الْحَمْدُ لله نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ ونَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِالله مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَنَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الحَقِّ أَرْسَلَهُ، صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ أَبَداً، لاسِيَّمَا عَلٰى أَوَّلِـهِمْ بِالتَّصْدِيْق، وَأَفْضَلِهِمْ بِالتَّحْقِيْق، اَلْـمَوْلٰى الإِمَامِ الصِّدّيْق، أَمِيْرِ الْـمُؤْمِنِيْن، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْإِمَامِ أَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْق -رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنه- وَعَلٰى أَعْدَلِ الْأَصْحَاب، مُزَيِّنِ الْـمِنبَرِ وَالْـمِحْرَاب، الْـمُوَافِقِ رَأْيُهُ بِالْوَحْيِ وَالْكِتَاب، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْإِمَام، أَمِيْرِ الْـمُؤْمِنِيْن، وَغَيْظِ الْـمُنَافِقِيْن، وَإِمَام الْـمُجَاهِدِيْن فِيْ رَبِّ الْعَالَـمِيْن، أَبِيْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب -رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ- وَعَلٰى جَامِعِ الْقُرْآن، كَامِلِ الْحَيَآءِ وَالْإِيْمَان، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الإِمَام، أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، وَإِمَامِ الْـمُتَصَدِّقِيْن

لِرَبِّ العَالَـمِيْن، أَبِيْ عَمْرٍو عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ -رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ- وَعَلٰى أَسَدِ اللهِ الْغَالِب، إِمَامِ الْـمَشَارِقِ والْـمَغَارِب، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْإِمَام، أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، وَإِمَامِ الْوَاصِلِيْن إِلَى رَبِّ العَالَـمِيْن، أَبِيْ الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِب -كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم- وَعَلَى ابْنَيْهِ الكَرِيْمَيْنِ السَّعِيْدَيْنِ الشَّهِيْدَيْنِ، الْقَمَرَيْنِ الْـمُنِيْرَيْن، الْنَيِّرَيْنِ الزَّاهِرَيْن، الطَيِّبَيْنِ الطاهِرَيْن، سَيِّدَيْنَا أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَن، وَأَبِيْ عَبْدِ اللهِ الْحُسَيْن، وَعَلٰى أُمِّهِمَا سَيِّدَةِ النِّسَاء، الْبَتُوْلِ الزَّهْرَآء، فِلْذَةِ كَبِدِ خَيْرِ الْأَنْبِيَاء -صَلَوَاتُ اللهِ تَعَالٰى وَسَلَامُهُ عَلٰى أَبِيْهَا الْكَرِيْم، وَعَلَيْهَا وَعَلٰى بَعْلِهَا وَابْنَيْهَا- وَعَلٰى عَمَّيْهِ الشَّرِيْفَيْنِ الْـمُطَهَّرَيْنِ مِنَ الْأَدْنَاس، سَيِّدَيْنَا أَبِيْ عُمَارَةَ حَمْزَةَ، وَأَبِيْ الْفَضْلِ الْعَبَّاس، وَعَلٰى سَائِرِ فِرَقِ الْأَنْصَارِ والْـمُهَاجِرَة، وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَا أَهْلَ التَّقْوٰى وَأَهْلَ الْـمَغْفِرَةِ.

أَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ دِيْنَ سَيِّدِنا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ -صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ وَبارَكَ وَسَلَّمَ- رَبَّنَا يَا مَوْلَانَا وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ! واخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ -صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبارَكَ وَسَلَّمَ-

رَبَّنَا يَا مَوْلَانَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ! عِبَادَ اللهِ! -رَحِمَكُمُ اللهُ- إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ والْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى، وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْـمُنْكَرِ والْبَغْيِ، يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرونَ! وَلَذِكْرُ اللهِ تَعَالٰى أَعْلٰى وَأَوْلٰى، وَأَجَلُّ وَأَعَزُّ، وَأَعْظَمُ وَأَكْبَرُ!.

خطبہ عید الفطر

پہلا خطبہ

الْحَمْدُ لله حَمْدَ الشَّاكِرِيْن، الْحَمْدُ لله كَمَا نَقُوْلُ وَخَيْراً مِمَّا نَقُوْل، الْحَمْدُ لله قَبْلَ كُلِّ شَيْء، الْحَمْدُ لله مَعَ كُلِّ شَيْء، الْحَمْدُ لله كَمَا يَنْبَغِي بِجَلَالِ وَجْهِهِ الكَرِيْم، الْحَمْدُ لله كَمَا حَمِدَهُ الْأَنْبِيَاءُ وَالْمُرْسَلُوْن، وَالْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُوْن، وَعِبَادُ الله الصَّالِحُوْن، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أكْبَرُ، لَا إِلهَ إِلَّا اللهُ واللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ ولله الْحَمْد، وَأَفْضَلُ صَلَوَاتِ الله، وَأَزْكٰى تَحِيَّاتِ الله عَلَى خَيْرِ خَلْقِ الله، وَسِرَاجِ أُفُقِ الله، وَقَاسِمِ رِزْقِ الله، وَإِمَامِ حَضْرَةِ الله، وَزِيْنَةِ عَرْشِ الله، وَعَرُوْسِ مَمْلَكَةِ الله، نَبِيِّ الْأَنْبِيَاء، عَظِيْمِ الرَّجَاء، عَمِيْمِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاء، مَاحِي الذُّنُوْبِ وَالْخَطَأ، حَبِيْبِ رَبِّ الْأَرْضِ وَالسَّمَاء، الَّذِيْ كَانَ نَبِيّاً وَّآدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْماء، نَبِيِّ الْحَرَمَيْن، إِمَامِ القِبْلَتَيْن،

(۱) عربی عبارت میں اگر حرکت تشدید کے اُوپر ہو تو اسے زبر پڑھا جاتا ہے، اور اگر حرکت تشدید کے نیچے ہو تو اسے زیر پڑھا جائے گا۔

سَيِّدِ الْكَوْنَيْن، وَسِيْلَتِنَا فِي الدَّارَيْن، صَاحِبِ قَابَ قَوْسَيْن، الْـمُزَيَّنِ بِكُلِّ زَيْن، الْـمُنَزَّهِ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ وَشَيْن، جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْن، دُرِّ الله الْـمَكْنُوْن، سِرِّ الله الْـمَخْزُوْن، نُوْرِ الْأَفْئِدَةِ وَالْعُيُوْن، سُرُوْرِ الْقَلْبِ الْـمَحْزُوْن، عَالِمِ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْن، سَيِّدِ الْـمُرْسَلِيْن، خَاتَمِ النَّبِيِّيْن، أَكْرَمِ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْن، قَائِدِ الْغُرِّ الْـمُحَجَّلِيْن، مَعْدَنِ أَنْوَارِ الله، وَمَخْزَنِ أَسْرَارِ الله، وَخَزَائِنِ رَحْمَةِ الله، نَبِيِّنَا وَحَبِيْبِنَا وَشَفِيْعِنَا، وَغَيْثِنَا وَغِيَاثِنَا وَمُغِيْثِنَا، وَعَوْنِنَا وَمُعِيْنِنَا، وَوَكِيْلِنَا وَكَفِيْلِنَا، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا ومَلْجَأنَا وَمَأْوَانَا، مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ رَبِّ العَالَـمِيْن، وَعَلٰى آلِهِ الْطَيِّبِيْن، وَأَصْحَابِهِ الْطَّاهِرِيْن، وأَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ أُمَّهَاتِ الْـمُؤْمِنِيْنَ، وَعِتْرَتِهِ الْـمُكَرِّمِيْنَ الْـمُعَظَّمِيْن، وَأَوْلِيَاءِ مِلَّتِهِ الْكَامِلِيْنَ الْعَارِفِيْن، وَعُلَمَاءِ أُمَّتِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْـمُرْشِدِيْن، وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، واللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، وَلله الْحَمْدُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، إِلٰهاً وَّاحِداً أَحَداً صَمَداً، فَرْداً قَيُّوْماً، مَلِكاً جَبَّاراً، لِلذُّنُوْبِ غَفَّاراً، وَّلِلْعُيُوْبِ سَتَّاراً، وَأَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه، أَرْسَلَهُ

بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّه، وَکَفٰی بِاللّٰه شَهِیْداً، اللّٰهُ أَکْبَرُ اللّٰهُ أَکْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، واللّٰهُ أَکْبَرُ اللّٰهُ أَکْبَرُ، وَلِلّٰه الْحَمْد، أَمَّا بَعْد:

فَیَا أَیُّهَا الْـمُؤْمِنُون! -رَحِمَنَا وَرَحِمَکُمْ اللّٰهُ- اِعْلَمُوْا أَنَّ یَوْمَکُمْ هٰذَا یَوْمٌ عَظیم، أَلَا وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: (۱) فَرْحَةٌ عِنْدَ الإِفْطَار (۲) وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقاءِ الرَّحْمٰن. أَلَا وَإِنَّ فِيْ الْجَنَّةِ بَاباً یُقَالُ لَهُ: "اَلرَّیَّانُ" لَا یَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُوْنَ. اللّٰهُ أَکْبَرُ اللّٰهُ أَکْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، واللّٰهُ أَکْبَرُ اللّٰهُ أَکْبَر، ولِلّٰه الْحَمْد! بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِیْمِ، وَنَفَعَنَا وَإِیَّاکُمْ بِالْآیَاتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ، إِنَّهُ تَعَالٰی مَلِكٌ کَرِیْمٌ جَوَادٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ، أَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَکُمْ وَلِسَائِرِ الْـمُؤْمِنِیْنَ والْـمُؤْمِنَات، وَالْـمُسْلِمِیْنَ وَالْـمُسْلِمَات، إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ! اللّٰهُ أَکْبَرُ اللّٰهُ أَکْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه، واللّٰهُ أَکْبَرُ اللّٰهُ أَکْبَر، ولِلّٰه الْحَمْد![1].

---

(۱) دوسرا خطبہ شروع کرنے سے پہلے سات ۷ بار، اور ختم کرنے پر ۱۴ بار، امام منبر پر کھڑے کھڑے "اللہ اکبر" آہستہ کہے، یہی سنّت ہے۔ ["بہارِ شریعت" حصہ چہارُم، عیدین کا بیان، ۱/۷۸۳]

دوسرا خطبہ

الْحَمْدُ لله نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ ونَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِالله مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَنَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَه، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الحَقِّ أَرْسَلَهُ، صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ أَبَداً، لَاسِيَّمَا عَلَى أَوَّلِـهِمْ بِالتَّصْدِيْقِ، وَأَفْضَلِهِمْ بِالتَّحْقِيْق، اَلـمَوْلٰى الْإِمَام الصِّدّيْق، أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، وَإِمَامِ الْـمُشَاهِدِيْنَ لِرَبِّ الْعَالَـمِيْن، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْإِمَام أَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْق -رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْه- وَعَلٰى أَعْدَلِ الأَصْحَاب، مُزَيِّنِ الْـمِنْبَرِ وَالْـمِحْرَاب، الْـمُوَافِقِ رَأْيُهُ بِالْوَحْيِ وَالْكِتَاب، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْإِمَام، أَمِيْرِ الْـمُؤْمِنِيْن، وَغَيْظِ الْـمُنَافِقِيْن، إِمَام الْـمُجَاهِدِيْنَ فِيْ رَبِّ الْعَالَـمِيْن، أَبِيْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ -رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْه- وَعَلٰى جَامِعِ الْقُرْآن، كَامِلِ الْحَيَاءِ وَالْإِيْمَان، مُجَهِّزِ جَيْشِ الْعُسْرَةِ فِيْ

رِضَى الرَّحْمٰن، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْإِمَام، أَمِيْرِ الْـمُؤْمِنِيْن، إِمَامِ الْـمُتَصَدِّقِيْنَ لِرَبِّ العَالَـمِيْن، أَبِيْ عَمْرٍو عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ -رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْه- وَعَلٰى أَسَدِ اللهِ الْغَالِب، إِمَامِ الْـمَشَارِقِ والْـمَغَارِب، حَلَّالِ الْـمُشْكِلَاتِ وَالنَّوَائِب، دَفَّاعِ الْـمُعْضَلَاتِ وَالْـمَصَائِب، أَخِي الرَّسُوْل، وَزَوْجِ الْبَتُوْل، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْإِمَام، أَمِيْرِ الْـمُؤْمِنِيْن، وَإِمَامِ الْوَاصِلِيْنَ إِلَى رَبِّ العَالَـمِيْن، أَبِيْ الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ -كَرَّمَ اللهُ تَعَالَى وَجْهَهُ الْكَرِيْم- وَعَلَى ابْنَيْهِ الكَرِيْمَيْنِ السَّعِيْدَيْنِ الشَّهِيْدَيْن، الْقَمَرَيْنِ الْـمُنِيْرَيْن، الْنَّيِّرَيْنِ الزَّاهِرَيْنِ الْبَاهِرَيْن، الطَّيِّبَيْنِ الطَّاهِرَيْن، سَيِّدَيْنَا أَبِيْ مُحَمَّدٍ الْحَسَن، وَأَبِيْ عَبْدِ اللهِ الْحُسَيْن -رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا- وَعَلٰى أُمِّهِمَا سَيِّدَةِ النِّسَاءِ، الْبَتُوْلِ الزَّهْرَاء -صَلَوَاتُ اللهِ تَعَالٰى وَسَلَامُهُ عَلٰى أَبِيْهَا الْكَرِيْم، وَعَلَيْهَا وَعَلٰى بَعْلِهَا وَابْنَيْهَا- وَعَلٰى عَمِّيْهِ الشَّرِيْفَيْن، الْـمُطَهَّرَيْنِ مِنَ الْأَدْنَاسِ، سَيِّدَيْنَا أَبِيْ عُمَارَةَ حَمْزَةَ، وَأَبِيْ الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ، وَعَلٰى سَائِرِ فِرَقِ الأَنْصَارِ والْـمُهَاجِرَة، وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ.

اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أكْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَر، وَلله الْحَمْدُ. أَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ -صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ وَبارَكَ وَسَلَّمَ- رَبَّنَا يَا مَوْلَانَا وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ! واخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ -صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ وَبارَكَ وَسَلَّمَ- رَبَّنَا يَا مَوْلَانَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ! اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا الله، وَاللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَر، وَلله الْحَمْد. إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ والْإِحْسَان، وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى، وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْـمُنْكَرِ والْبَغْيِ، يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْن! وَلَذِكْرُ الله تَعَالٰى أَعْلٰى وَأَوْلٰى، وَأَجَلُّ وَأَعَزُّ، وَأَتَمُّ وَأَهَمُّ، وَأَعْظَمُ وَأَكْبَر!.

خطبۂ عید الاضحیٰ

پہلا خطبہ

[۱]اَلْحَمْدُ لله حَمْدَ الشَّاكِرِيْن، اَلْحَمْدُ لله كَمَا نَقُوْلُ وَخَيْراً مِمَّا نَقُوْل، اَلْحَمْدُ لله قَبْلَ كُلِّ شَيْء، اَلْحَمْدُ لله بَعْدَ كُلِّ شَيْء، اَلْحَمْدُ لله مَعَ كُلِّ شَيْء، وَالْحَمْدُ لله يَبْقٰى رَبُّنَا وَيَفْنٰى كُلُّ شَيْء، اَلْحَمْدُ لله كَمَا يَنْبَغِيْ لِجَلَالِ وَجْهِهِ الكَرِيْم، وَعَظِيْم سُلْطَانِهِ الْقَدِيْم، وَالْحَمْدُ لله كَمَا حَمِدَهُ الْأَنْبِيَاءُ وَالْـمُرْسَلُوْن، وَالْـمَلَائِكَةُ وَالْـمُقَرَّبُوْن، وَعِبَادُ الله الصَّالِحُوْن، وَخَيْراً مِّنْ كُلِّ ذٰلِكَ كَمَا حَمِدَ نَفْسَهُ فِيْ كِتَابِهِ الْـمَكْنُوْن، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا الله، واللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، ولله الْحَمْد، وَأَفْضَلُ صَلَوَاتِ الله، وَأَزْكٰى تَحِيَّاتِ الله، عَلٰى خَيْرِ خَلْقِ الله، وَسِرَاجِ أُفُقِ الله، وَقَاسِمِ رِزْقِ الله، وَإِمَامِ حَضْرَةِ الله، وَزِيْنَةِ عَرْشِ الله، وَعَرُوْسِ مَمْلَكَةِ الله، نَبِيِّ الْأَنْبِيَاء، عَظِيْمِ الرَّجَاءِ، عَمِيْمِ

(۱) عربی عبارت میں اگر حرکت تشدید کے اُوپر ہو تو اسے زبر پڑھا جاتا ہے، اور اگر حرکت تشدید کے نیچے ہو تو اسے زیر پڑھا جائے گا۔

الْجُوْدِ وَالْعَطَاء، مَاحِي الذُّنُوْبِ وَالْخَطَأ، حَبِيْبِ رَبِّ الْأَرْضِ وَالسَّماء، الَّذِيْ كَانَ نَبِيّاً وَّآدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْـماء، نَبِيِّ الْحَرَمَيْن، إِمَامِ الْقِبْلَتَيْن، سَيِّدِ الْكَوْنَيْن، وَسِيْلَتِنَا فِي الدَّارَيْن، صَاحِبِ قَابَ قَوْسَيْن، الْـمُزَيَّنِ بِكُلِّ زَيْن، الْـمُنَزَّهِ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ وَّشَيْن، جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْن، دُرِّ الله الْـمَكْنُوْن، سِرِّ الله الْـمَخْزُوْن، نُوْرِ الْأَفْئِدَةِ وَالْعُيُوْن، سُرُوْرِ الْقَلْبِ الْـمَحْزُوْن، عَالِمِ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْن، سَيِّدِ الْـمُرْسَلِيْن، خَاتَمِ النَّبِيِّيْن، أَكْرَمِ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْن، قَائِدِ الْغُرِّ الْـمُحَجَّلِيْن، مَعْدَنِ أَنْوَارِ الله، ومَخْزَنِ أَسْرَارِ الله، وَخَزَائِنِ رَحْمَةِ الله، وَمَوَائِدِ نِعْمَةِ الله، نَبِيِّنَا وَحَبِيْبِنَا، وَشَفِيْعِنَا وَمَلِيْكِنَا، وَغَوْثِنَا وَغَيْثِنَا وَغِيَاثِنَا وَمُغِيْثِنَا، وَعَوْنِنَا وَمُعِيْنِنَا، وَوَكِيْلِنَا وَكَفِيْلِنَا، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا، ومَلْجَأنَا وَمَأْوَانَا، مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ رَبِّ الْعَالَـمِيْن، وَعَلَى آلِهِ الْطَيِّبِيْن، وَأَصْحَابِهِ الْطَّاهِرِيْن، وَأَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ أُمَّهَاتِ الْـمُؤْمِنِيْن، وَعِتْرَتِهِ الْـمُكَرَّمِيْنَ الْـمُعَظَّمِيْن، وَأَوْلِيَاءِ مِلَّتِهِ الْكَامِلِيْنَ الْعَارِفِيْن، وَعُلَمَاءِ أُمَّتِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْـمُرْشِدِيْن، وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ وَلَهُمْ وَفِيْهِمْ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا الله، واللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، ولله الْحَمْد.

وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، إِلٰهاً وَّاحِدا، أَحَداً صَمَدا، فَرْداً وِتْرا، حَيّاً قَيُّوْما، مَلِكاً جَبَّارا، لِلذُّنُوْبِ غَفَّارا، وَّلِلْعُيُوْبِ سَتَّارا، شَهَادَةً يَرْضٰى بِهَا وَجْهُ الرَّحْمٰنِ. وَأَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا الله، واللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، ولله الْحَمْد، أَمَّا بَعْد:

فَيَا أَيُّهَا الْـمُؤْمِنُون! -رَحِمَنَا وَرَحِمَكُمُ اللهُ تَعَالٰى- اِعْلَمُوْا أَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمٌ عَظيم، قَالَ شَفِيْعُ الْـمُذْنِبِيْن، رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَـمِيْن، مُحَمَّدٌ -صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: «مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالٰى، مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ»[١]. وَقَالَ: «مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمِ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ تَعَالٰى، مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، وَإِنَّهُ لَيَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا، وَأَشْعَارِهَا، وَأَظْلَافِهَا، وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ تَعَالَى بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَّقَعَ بِالْأَرْضِ، فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْساً»[٢].

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب الصوم، باب ما جاء في العمل أيّام العشر، ر: ٧٥٧، صـ١٩١.

(٢) المرجع نفسه، أبواب الأضاحي، باب ما جاء في فضل الأضحية، ر: ١٤٩٣، صـ٣٦٣.

اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا الله، واللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، ولله الْحَمْد، أَعُوْذُ بالله مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَهُ * وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَّرَهُ﴾ [الزُلزلة: ۷، ۸]. اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا الله، واللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، ولله الْحَمْد! بَارَكَ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ فِيْ الْقُرْآنِ الْعَظِيْم، وَنَفَعَنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْم، إِنَّهُ تَعَالٰى مَلِكٌ كَرِيْم، جَوَادٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَّحِيْم![1].

(۱) دوسرا خطبہ شروع کرنے سے پہلے سات ۷ بار، اور ختم کرنے پر ۱۴ بار، امام منبر پر کھڑے کھڑے "اللہ اکبر" آہستہ کہے، یہی سنّت ہے۔ ["بہارِ شریعت" حصہ چہارُم، عیدین کا بیان، ۱/۷۸۳]

دوسرا خطبہ

الْحَمْدُ لله نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بالله مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَه، وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَه، وَنَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَه، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه، بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ أَرْسَلَه، صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ أَبَداً- لَاسِيَّمَا عَلَى أَوَّلِهِمْ بِالتَّصْدِيْق، وَأَفْضَلِهِمْ بِالتَّحْقِيْق، الْمَوْلٰى الْإِمَام الصِّدّيْق، أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، وَإِمَام الْمُشَاهِدِيْنَ لِرَبِّ الْعَالَمِيْن، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْإِمَام، أَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْق -رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْه- وَعَلٰى أَعْدَلِ الأَصْحَاب، مُزَيِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَاب، الْمُوَافِقِ رَأْيُهُ بِالْوَحْيِ وَالْكِتَابِ، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْإِمَام، أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، وَغَيْظِ الْمُنَافِقِيْن، إِمَام الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ رَبِّ الْعَالَمِيْن، أَبِيْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب -رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْه- وَعَلٰى جَامِعِ الْقُرْآن، كَامِلِ الْحَيَاءِ وَالْإِيْمَان، مُجَهِّزِ

جَيْشِ الْعُسْرَةِ فِيْ رِضَى الرَّحْمن، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْإِمَام، أَمِيْرِ الْـمُؤْمِنِيْن، إِمَامِ الْـمُتَصَدِّقِيْنِ لِرَبِّ الْعَالَـمِيْن، أَبِيْ عَمْرٍو عُثْمَانَ بْنِ عَفَّان -رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْه- وَعَلٰى أَسَدِ الله الْغَالِب، إِمَامِ الْـمَشَارِقِ وَالْـمَغَارِب، حَلَّالِ الْـمُشْكِلَاتِ وَالنَّوَائِب، دَفَّاعِ الْـمُعْضَلَاتِ وَالْـمَصَائِب، أَخِي الرَّسُوْل، وَزَوْجِ الْبَتُوْل، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْإِمَام، أَمِيْرِ الْـمُؤْمِنِيْن، وَإِمَامِ الْوَاصِلِيْنَ إِلَى رَبِّ الْعَالَـمِيْن، أَبِيْ الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِب -كَرَّمَ اللهُ تَعَالَى وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ- وَعَلَى ابْنَيْهِ الْكَرِيْمَيْن، السَّعِيْدَيْنِ الشَّهِيْدَيْن، الْقَمَرَيْنِ الْـمُنِيْرَيْن، النَّيِّرَيْنِ الزَّاهِرَيْنِ الْبَاهِرَيْن، الطَّيِّبَيْنِ الطَّاهِرَيْن، سَيِّدَيْنَا أَبِيْ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ وَأَبِيْ عَبْدِ الله الْحُسَيْن -رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا- وَعَلٰى أُمِّهِمَا سَيِّدَةِ النِّسَاء، الْبَتُوْلِ الزَّهْرَاء، فِلْذَةِ كَبِدِ خَيْرِ الْأَنْبِيَاء -صَلَوَاتُ الله تَعَالٰى وَسَلَامُهُ عَلَى أَبِيْهَا الْكَرِيْمِ، وَعَلَيْهَا وَعَلٰى بَعْلِهَا وَابْنَيْهَا- وَعَلٰى عَمَّيْهِ الشَّرِيْفَيْن، الْـمُطَهَّرَيْنِ مِنَ الْأَدْنَاس، سَيِّدَيْنَا أَبِيْ عُمَارَةَ حَمْزَة، وَأَبِيْ الْفَضْلِ الْعَبَّاس -رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا- وَعَلٰى سَائِرِ فِرَقِ الْأَنْصَارِ والْـمُهَاجِرَةِ، وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ

يَا أَهْلَ التَّقْوٰى وَأَهْلِ الْـمَغْفِرَة! اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، واللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، ولله الْحَمْد.

أَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ -صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ وَبارَكَ وَسَلَّم- رَبَّنَا يَامَوْلَانَا وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ! وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ -صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ وَبارَكَ وَسَلَّم- رَبَّنَا يَامَوْلَانَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ!.

اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا الله، واللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، ولله الْحَمْد، عِبَادَ الله رَحِمَكُمُ اللهُ! إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ والْإِحْسَان، وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْـمُنْكَرِ والْبَغْي، يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْن! وَلَذِكْرُ الله تَعَالٰى أَعْلٰى وَأَوْلٰى وَأَجَلُّ وَأَعَزُّ وَأَتَمُّ وَأَهَمُّ وَأَعْظَمُ وَأَكْبَر!.

خطبۂ نکاح

(۱)اَلْحَمْدُ لله نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِالله مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَه، وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَه، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَه، وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه.

أَعُوْذُ بِالله مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم، بِسْمِ الله الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْراً وَّنِسَآءً وَاتَّقُوْا اللهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً﴾ [النساء: ١]، ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران: ١٠٢]، ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللهَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْداً * يُّصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ فَازَ

(۱) عربی عبارت میں اگر حرکت تشدید کے اُوپر ہو تو اسے زبر پڑھا جاتا ہے، اور اگر حرکت تشدید کے نیچے ہو تو اسے زیر پڑھا جائے گا۔

فَوْزاً عَظِيْماً﴾ [الأحزاب: ۷۰، ۷۱].

عن النَّبِيِّ ﷺ: «تُنْكَحُ الْـمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: (۱) لِـمَالِهَا (۲) وَلِحَسَبِهَا (۳) وَلِجَمَالِهَا (٤) وَلِدِيْنِهَا. فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ»[۱]. وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْـمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ»[۲]. وَقَالَ عليه الصلاة والسلام: «النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ، فَمَنْ لَّمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ، فَلَيْسَ مِنِّي»[۳].

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الرضاع، باب استحباب نكاح ذات الدين، ر: ۳٦۳٥، صـ٦۲٤.

(۲) المرجع نفسه، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة، ر: ۳٦٤۹، صـ٦۲۷.

(۳) "سنن ابن ماجه" كتاب النكاح، باب ما جاء في فضل النكاح، ر: ۱۸٤٦، صـ۳۱۰.

مآخذ و مَراجع

مآخذومَراجع

- القرآن الكريم، كلام الله تعالى.
- أخبار الظراف والمتماجنين، ابن الجَوزي (ت ٥٩٧هـ)، تحقيق بسّام عبد الوهاب الجاني، بيروت: دار ابن حَزم١٩٩٧م، ط١.
- اسلام اور انسانی حقوق، واعظ الجمعہ ۷ دسمبر ۲۰۱۸ء۔
- اسلام اور یورپ کے تناظر میں عورت کی آزادی، واعظ الجمعہ ۳ جولائی ۲۰۲۰ء، کراچي: ادارۂ اہل سنّت۔
- إكمال إكمال المعلم، الوشتاني (ت٨٢٧هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية.
- إكمال تهذيب الكمال، علاء الدين مُغلطائي (ت٧٦٢هـ)، تحقيق: أبو عبد الرحمن عادل بن محمد - أبو محمد أسامة بن إبراهيم، القاهرة: الفاروق الحديثة للطباعة والنشر ١٤٢٢هـ، ط١.
- الإبانة عن أصول الدِّيانة، أبو الحسن الأشعري (ت ٣٢٤هـ)، تحقيق: د. فوقية حسين محمود، القاهرة: دار الأنصار١٣٩٧ هـ، ط ١.
- الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد على مذهب السلَف وأصحاب الحديث، البَيهقي (ت٤٥٨هـ)، تحقيق: أحمد عصام الكاتب، بيروت: دار الآفاق الجديدة ١٤٠١هـ، ط١.
- الأعلام، الزركلي (ت١٣٩٦هـ)، بيروت: دار العلم للملايين ٢٠٠٢م، ط ١٥.

- الأموال، ابن سلام (ت٢٢٤هـ)، تحقيق خليل محمد هراس، بيروت: دار الفكر.
- البداية والنِّهاية، ابن كثير (ت٧٧٤هـ)، تحقيق: علي شيري، بيروت: مكتبة المعارف/ دار إحياء التراث العربي ١٤٠٨هـ، ط١.
- الجواهر المضية في طبقات الحنفيّة، عبد القادر بن محمد القرشي (ت٧٧٥هـ)، كراتشي: مير محمد كتب خانَه.
- الرياض النضرة في مناقب العشرة، محب الدّين الطَبَري (ت٦٩٤هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية، ط٢.
- الرياض النضرة في مناقب العشرة، محب الدّين الطَبَري (ت٦٩٤هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية، ط٢.
- الزواجر عن اقتراف الكبائر، ابن حجر الهيتمي (ت٩٧٤هـ)، بيروت: دار الفكر ١٤٠٧هـ، ط١.
- السنن الكبرى، البَيهقي (ت٤٥٨هـ)، تحقيق: محمد عبد القادر عطا، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤٢٤هـ، ط٣.
- السيرة النبوية، ابن هِشام (ت٢١٣هـ)، تحقيق: محمد شحاته إبراهيم، القاهرة: دار المنار.
- الشريعة، الآجرّي (ت٥١٦هـ)، تحقيق: د. عبد الله بن عمر بن سليمان الدميجى، الرياض: دار الوطن ١٤٢٠هـ، ط٢.
- الشمائل المحمدية، محمد بن عيسى (ت٢٧٩هـ)، بيروت: دار الحديث

١٣٨٨هـ، ط١.
- الصمت وآداب اللسان، ابن أبي الدنيا (ت٢٨١هـ)، تحقيق أبو إسحاق الحويني، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤١٠، ط١.
- الكبائر، الذهبي (ت ٧٤٨هـ)، بيروت: دار الندوة الجديدة.
- المَدخل إلى علم السُنن، البَيهقي (ت٤٥٨هـ)، تحقيق: محمد عوامة، القاهرة: دار اليُسر للنشر والتوزيع، بيروت: دار المنهاج للنشر والتوزيع ١٤٣٧هـ، ط١.
- النبراس، عبد العزيز البُرهاروي (ت١٢٣٩هـ)، استانبول: آستانَه كتابوي.
- اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الأكابر، عبد الوهّاب الشَّعراني (ت٩٧٣هـ)، بيروت: دار إحياء التراث العربي.
- انسانی حقوق کاعالمی منشور، اردو، نیویارک: محکمۂ اطلاعاتِ عامّہ اَقوام متحدہ۔
- اوراقِ گم گشتہ، رحیم بخش شاہین، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز لمٹیڈ ۱۹۷۵ء، ط۱۔
- بُستان المحدّثین، عبدالعزیز محدّث دہلوی (ت ۱۲۳۹ھ)، کراچي: میر محمد کتب خانہ۔
- بہارِ شریعت، مفتی امجد علی اَعظمی (ت ۱۳۶۷ھ)، کراچي: مكتبۃ المدینہ ۱۴۲۹ھ۔
- تاج التراجم، ابن قُطلوبغا (ت٨٧٩هـ)، تحقيق محمد خير رمضان يوسف، دِمشق: دار القلم١٤١٣هـ، ط١.
- تذکرۃ المحدّثین، علّامہ غلام رسول سعیدی (ت ۲۰۱۶ء)، لاہور: جامعہ نظامیہ رضویہ ۱۹۷۷ء۔
- تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت، مولانا محمد صادق قصوری - پروفیسر مجید اللہ قادری،

کراچی: ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا ۱۹۹۲ء۔
-تذکرۂ صدر الشریعہ، مولانا محمد الیاس قادری، کراچی: مکتبۃ المدینہ۔
- تعبیر الرؤیا، امام ابن سیرین (ت ۱۱۰ھ)، لاہور: ادارۂ اسلامیات ۱۴۰۴ھ۔
- تفسير ابن أبي حاتم، ابن أبي حاتم الرازي (ت٣٢٧هـ)، تحقيق: أسعد من الطيّب، الرياض: مكتبة نزار مصطفى الباز ١٤١٩هـ، ط٣.
- جامع معمر بن راشد، الأزدي (ت١٥٣هـ)، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، الباكستان: المكتب الإسلامي ١٤٠٣هـ، ط٢.
- جاوید نامہ، محمد اقبال (ت ۱۳۳۸ھ)۔
-جبری تبدیلیٔ مذہب کا مجوّزہ بِل اور اسلامی تعلیمات، واعظ الجمعہ ۱۷ستمبر ۲۰۲۱ء، ادارۂ اہل سنّت کراچی۔
-جنّتی زیور، عبد المصطفیٰ اعظمی (ت ۱۴۰۶ھ) تحقیق مجلس المدینۃ العلمیۃ، کراچی: مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۵ھ، ط۷۔
- حیاتِ صدر الشریعہ، مفتی عبد المنّان اعظمی صاحب، لاہور: رضا اکیڈمی ۲۰۰۱ء۔
-خلفائے امام احمد رضا، مولانا عبد الحکیم شرف قادری (ت ۲۰۰۷ء)، لاہور: مکتبہ شمس وقمر۔
- دانشِ رُومی وسعدی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق (۱۹۸۵ء)، لاہور: الفضل ناشران وتاجران کتب۔
- ذَيل طبقات الحنابلة، ابن رجب الحنبلي (ت٧٩٥هـ)، تحقيق د. عبد الرحمن بن سليمان العثَيمين، الرياض: مكتبة العبيكان

١٤٢٥هـ، ط١.

- سالنامہ تجلیاتِ رضا، صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی۔
- سنن أبي داود، سليمان بن الأشعَث (ت٢٧٥هـ)، الرياض: دار السّلام ١٤٢٠هـ، ط١.
- سنن الترمذي، محمد بن عيسى (ت٢٧٩هـ)، الرياض: دار السلام ١٤٢٠هـ، ط١.
- سنن النَّسائي، أحمد بن شعَيب (ت٣٠٣هـ)، الرياض: دار السلام ١٤٢٠هـ، وبيروت: دار الفكر ١٤٢٥هـ.
- سوانحِ مولانا رُوم، شبلی نعمانی (۱۹۱۴ء)، کانپور: نامی پریس۔
- سورج ساکن نہیں ہے "اردو محفل ای پیپر، ۲۱ ستمبر ۲۰۱۲ء۔
- سیرتِ صدر الشریعہ، حافظ محمد عطاء الرحمن قادری، لاہور: مکتبہ اعلیٰ حضرت۔
- شرح السنّة، ابن خلف البربهاري (ت ٣٢٩ هـ) تحقيق: أبو ياسر خالد بن قاسم الردادي، المدينة المنوّرة: مكتبة الغربا الأثرية ١٤١٤هـ، ط١.
- شرح العقيدة الطحاويّة، ابن أبي العزّ الدِمشقي(ت٧٩٢هـ)، د. عبد الله بن عبد المحسن التركي، شعيب الأرنؤوط، بيروت: مؤسَّسة الرسالة.
- صاحب المثنوی، قاضی تلمذ حسین، اعظم گڑھ: معارف پریس۔
- صحيح البخاري، محمد بن إسماعيل البخاري (ت٢٥٦هـ)،

الرياض: دار السّلام ١٤١٩هـ، ط٢.

- المُسند، أحمد بن حنبل (ت٢٤١هـ)، تحقيق صدقي محمد جميل العطّار، بيروت: دار الفكر ١٤١٤هـ، ط٢.
- صحيح مسلم، مسلم بن الحجّاج (ت٢٢٦١هـ)، الرياض: دار السّلام ١٤١٩هـ، ط١.
- صيد الخاطر، ابن الجوزي (ت٥٩٧هـ)، دِمشق: دار القلم ١٤٢٥، ط١.
- عجائبُ القرآن، عبدالمصطفیٰ اعظمی (ت۱۹۸۵ء)، لاہور: شبیر برادرز۲۰۰۱ء۔
- عيون الأنباء في طبقات الأطباء، أبو العباس ابن أبي أصيبعة (ت٦٦٨هـ)، تحقيق د. نزار رضا، بيروت: دار مكتبة الحياة.
- فُتوح البلدان، البلاذري (ت٢٧٩هـ)، بيروت: مكتبة الهلال ١٩٩٨م.
- فتوح الغيب، عبد القادر الجيلاني (ت٥٦١هـ) مصر: مكتبة ومطبعه مصطفى البابي ١٣٩٢هـ، ط٢.
- فضائل الصحابة، أحمد بن حنبل (ت٢٤١هـ)، تحقيق: وصي الله محمد عباس، بيروت: مؤسّسة الرسالة ١٤٠٣هـ، ط١.
- فيض القدير شرح الجامع الصغير، المُناوي (ت١٠٣١هـ)، مصر: المكتبة التجارية ١٣٥٦هـ، ط١.
- قرآن اور جدید سائنس، آزاد دائرۃ المعارف وکیپیڈیا۔

- قلائد الجواهر في مناقب عبد القادر، الحلَبي (ت٩٦٣هـ)، مصر: مكتبة مصطفى البابي ١٣٧٥هـ.
- گلہائے بخشش، مفتی محمد تحسین رضا خان قادری (ت۱۴۲۸ھ)، بریلی: تحسینی فاؤنڈیشن ۱۴۳۲ھ۔
- لسان العرب، جمال الدين ابن منظور الأنصاري (ت٧١١هـ)، بيروت: دار صادر ١٤١٤هـ، ط١.
- لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، الدهلوي(ت١٠٥٢هـ)، بيروت: دار النوادر ١٤٣٥هـ، ط١.
- ماہنامہ فیضانِ مدینہ فروری ۲۰۱۷ء۔
- مثنوی مولوی معنوی، جلال الدین رُومی (ت ۶۷۲ھ)، مترجم: مولانا قاضی سجاد حسین، لاہور: حامد اینڈ کمپنی۔
- مجموع رسائل ابن رجب، ابن رجب الحنبلي (ت٧٩٥هـ)، تحقيق أبو مصعب طلعت بن فؤاد الحلواني، مصر: الفاروق الحديثة للطباعة والنشر ١٤٢٤هـ، ط١.
- مرآۃ المناجیح، مفتی احمد یار خان نعیمی (۱۳۹۱ھ)، گجرات: نعیمی کتب خانہ۔
- مسلمان سائنسدانوں کی اِیجادات "دنیا نیوز ڈیجیٹل ایڈیشن ۸ ستمبر ۲۰۱۸ء۔
- مسلمان سائنسدانوں کی چند اہم دریافتیں اور اِیجادات، ایک جائزہ، آن لائن آرٹیکل ۱۲ اپریل ۲۰۱۹ء۔
- مُسند البزّار، أبو بكر أحمد بن عَمرو (ت٢٩٢هـ)، تحقيق: د.

محفوظ الرحمن زين الله، المدينة المنوّرة: مكتبة العلوم والحكم .
- نسيم الرياض في شرح الشفاء، شِهاب الدين الخَفاجي (ت١٠٦٩هـ)، تحقيق: محمد عبد القادر عطاء، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢١هـ، ط١ .
- نفحات الاُنس، عبدالرحمن جامی (ت۸۹۸ھ)، مترجم: سیّد احمد علی شاہ چشتی، لاہور: شبیر برادرز۔
- نیند کی کمی سے ہونے والے ۲۳ نقصانات، آرٹیکل ڈان نیوز ای پیپر۔
- فتح الباري بشرح صحيح البخاري، العسقلاني (ت٨٥٢هـ)، القاهرة: دار الحديث ١٤٢٤هـ.
- اجمیر معلّٰی میں اعلی حضرت، ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، آن لائن آرٹیکل۔
- اَحکامِ شریعت، امام احمد رضا(ت۱۳۴۰ھ)، لاہور: شبیر برادرز ۱۹۸۴م ط۱۔
- إحياء علوم الدِّين، الغزالي (ت٥٠٥هـ)، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤٠٦هـ، ط١ .
- اخبار الاَخیار، شاہ عبد الحق محدّث دہلوی (ت ۱۶۴۲ء)، لاہور: اکبر بک سیلرز ۲۰۰۴ء۔
- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔
- أُسد الغابة في معرفة الصحابة، ابن الأثير الجزري (ت٦٣٠هـ)، تحقيق الشيخ علي محمد معوّض، بيروت: دار الكتب العلمية، ١٤٢٤هـ، ط٢ .

- اسلام قبول کرنے کو جُرم بنانے کا بِل، آرٹیکل روزنامہ جنگ، ۱۳ستمبر۲۰۲۱ء۔
- اسلامی زندگی، مفتی احمد یار خان نعیمی (ت۱۳۹۱ھ)، تحقیق شعبۂ تخریج المدینۃ العلمیۃ، کراچي: مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۱ھ، ط۱۔
- اَشعۃ اللمعات فی شرح المشکاۃ، شیخ عبد الحق محدِّث دہلوی (ت ۱۰۵۲ھ)، نَوَلکِشَور: مطبع نامی۔
- التعريفات، السيّد شريف الجُرجاني (ت٨١٦هـ)، تحقيق إبراهيم الأبياري، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤٢٣هـ.
- التمهيد لما في المَوطّأ من المعاني والمسانيد، ابن عبد البرّ (ت٤٦٣هـ)، تحقيق محمد الفلاح، ١٩٨٠م.
- الدرّ المختار شرح تنوير الأبصار، الحَصكفي (ت١٠٨٨هـ)، تحقيق الدكتور حسام الدّين فَرفور، دِمشق: دار الثقافة والتراث ١٤٢١هـ، ط١، وبيروت: دار إحياء التراث العربي.
- الرّسالة القشَيرية، القشَيري (ت٤٥٦هـ)، بيروت: مؤسسة الكتب الثقافية ١٤٢٠هـ، ط١.
- الزُهد، ابن أبي الدنيا (ت٢٨١هـ)، دِمشق: دار ابن كثير ١٤٢٠ هـ، ط١.
- السنن الكبرى، النَّسائي (ت٣٠٣هـ)، تحقيق د. عبد الغفّار سليمان البنداري، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤١١هـ، ط١.
- الصواعق المحرقة في الردّ على أهل البدَع والزندقة، ابن حجر

الهيتمي (ت٩٧٤هـ)، تحقيق: عبد الوهّاب عبد اللطيف، ملتان: مكتبه مجيديّه ١٤١٠هـ، ط٣.

- الطبقات الكبرى، ابن سعد (ت٢٣٠هـ)، بيروت: دار الفكر ١٤١٤هـ، ط١.
- الفتاوى الخيرية لنفع البريّة، خير الدّين الرَّملي (ت١٠٨١هـ)، (هامش العقود الدريّة) مصر: المطبعة المَيمنيّة ١٣١٠هـ.
- الفتاوى البزّازية = الجامع الوجيز، حافظ الدّين البزّازي (ت٨٢٧هـ)، (هامش الهندية) بشاور: المكتبة الحقانية.
- الفتح المبين بشرح الأربعين، ابن حجر الهيتمي (ت٩٧٤هـ)، مصر: دار إحياء الكتب العربيّة.
- الفقه الأكبر، الإمام أبي حنيفة (ت١٥٠هـ)، الإمارات العربية: مكتبة الفرقان، ١٤١٩هـ، ط١.
- الكامل في التاريخ، ابن الأثير الجزري (ت٦٣٠هـ)، بيروت: دار الفكر ١٣٩٨هـ.
- المبسوط، السَّرخسي (ت٤٨٣هـ)، بيروت: دار المعرفة ١٤٠٩هـ.
- المُسايَرة، ابن هُمام الحنفي (ت٨٦١هـ)، القاهرة: المكتبة الأزهرية للتراث.
- المستدرَك على الصحيحَين، الحاكم (ت٤٠٥هـ)، تحقيق حمدي الدمرداش محمد، مكّة المكرّمة: مكتبة نزار مصطفى الباز ١٤٢٠هـ، ط١.

- المصنَّف، ابن أبي شَيبة (ت٢٣٥ھ)، تحقيق كمال يوسف الحوت، الرياض: مكتبة الرُشد ١٤٠٩ھ، ط١.
- المعجم الأوسط، الطَبَراني (ت٣٦٠ھ)، تحقيق محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي، بيروت: دار الفكر ١٤٢٠ھ، ط١.
- المعجم الكبير، الطَبَراني (ت٣٦٠ھ)، تحقيق حمدي عبد المجيد السلَفي، بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤٢٢ھ، ط٢.
- الملفوظ، مفتیٔ اعظم ہند (ت ۱۴۰۲ھ)، ممبئ: رضا اکیڈمی ۱۴۲۷ھ، ط۲۔
- المنهاج لشرح صحيح مسلم بن الحجّاج، النَّوَوي (ت٦٧٦ھ)، بيروت: دار إحياء التراث العربي، ط٤.
- المَوطّأ، الإمام مالك (ت١٧٩ھ)، تحقيق نجيب ماجدي، بيروت: المكتبة العصرية ١٤٢٣ھ.
- آئینِ پاکستان، اسلام آباد: قومی اسمبلی پاکستان ۲۰۱۵ء۔
- بُردة المديح المباركة، الإمام شرف الدين البُوصيري (ت٦٩٤ھ).
- بصیرت آن لائن ای پیپر ۲۳ جون ۲۰۱۹ء۔
- بُلوغ الأماني في سيرة الإمام محمد بن الحسن الشَّيباني (ت١٩٥٢م)، محمد زاهد بن الحسن الكوثري، مصر: المكتبة الأزهرية للتراث، ١٤١٨ھ.
- بهجة الأسرار ومعدن الأنوار، الشطنوفي (ت٧١٣ھ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٣ھ، ط١.

- تاريخ الإسلام، الذهبي (ت ٧٤٨هـ)، تحقيق د. بشّار عوّاد معروف، بيروت: دار الغرب الإسلامي ٢٠٠٣ م، ط ١.
- تاريخ الخلفاء، السُيوطي (ت٩١١ه)، تحقيق حمدي الدمرداش، القاهرة: مكتبة نزار مصطفى الباز ١٤٢٥ه، ط١.
- تاريخ الطبَري، الطبري (ت٣١٠ه)، بيروت: دار التراث ١٣٨٧ه، ط٢.
- تاریخ بیت المقدس، ممتاز لیاقت، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز۔
- تاريخ دِمشق، ابن عساكر (ت٥٧١ه)، تحقيق علي شيري، بيروت: دار الفكر ١٤١٩ه، ط١.
- تاریخ مشایخ چشت، خواجہ خلیق احمد نظامی، لاہور: مشتاق بک کارنر۔
- تفسير القرآن العظيم، ابن كثير (ت٧٧٤ه)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢١ه.
- تفسير روح البيان، إسماعيل حقّي (ت ١١٢٧ه)، بيروت: دار الفكر.
- جاء الحق، احمد یار خان نعیمی (ت١٣٩١ھ)، گجرات: نعیمی کتب خانہ۔
- جامع البيان عن تأويل آي القرآن، ابن جرير الطَبَري (ت٣١٠ه)، تحقيق صدقي جميل العطّار، بيروت: دار الفكر ١٤١٥ه.
- جامع العلوم في اصطلاحات الفنون، القاضي عبد النّبي (ت ق ١٢هـ)، تعريب: حسن هاني فحص، بيروت: دار الكتب العلمية١٤٢١هـ، ط١.

- جامع بيان العلم وفضله، القُرطبي (ت ٤٦٣هـ)، تحقيق: أبي الأشبال الزهيري، السعودية: دار ابن الجوزي، ١٤١٤ هـ، ط١.
- جبری مذہبی تبدیلی اور دستور پاکستان، مکالمہ ڈیجیٹل ایڈیشن۔
- حاشية الصاوي على تفسير الجلالَين، الصاوي (ت١٢٤١ھ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٥ھ، ط١.
- حاشية الطحطاوي على المَراقي، الطحطاوي (ت١٢٣١ هـ)، تحقيق محمد عبد العزيز الخالدي، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٨ ه، ط١.
- حدائق بخشش، امام احمد رضا (ت ۱۳۴۰ھ)، کراچي: مكتبة المدينه۔
- حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، أبو نعَيم الأصفهاني (ت ٤٣٠ھ)، تحقيق مصطفى عبد القادر عطا، بيروت: دار الكتب العلميّة.
- حیاتِ اعلیٰ حضرت، ظفر الدین بہاری (ت ۱۳۸۲ھ)، بمبئی: رضا اکیڈمی ۱۴۲۴ھ۔
- خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، نعیم الدین مرادآبادی (ت ۱۳۶۷ھ)، مبارکپور اعظم گڑھ: الجامعۃ الاشرفیہ/کراچي: مكتبة المدينه۔
- دلیل العارفین، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (ت ۱۲۳۵ء)، مترجم: حکیم مطیع الرحمن قریشی نقشبندی، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۹۹۹ء۔
- ديوان حسّان بن ثابت، حسّان بن ثابت (ت٦٠ھ)، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤١٤ ه.

- ذوق نعت، مولانا حسن رضا خان (ت ۱۳۲۶ھ)، کراچي: مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۹ھ، ط ۱۔
- ردّ المحتار على الدرّ المختار، ابن عابدين (ت ١٢٥٢هـ)، تحقيق د. حُسام الدين بن محمّد صالح فَرفور، دِمشق: دار الثقافة والتراث ١٤٢١هـ، ط١، وبُولاق: دار الطباعة المصريّة.
- رُموزِ بے خودی (فارسی)، محمد اقبال (ت ۱۳۳۸ھ)، مرتب: سمندر خاں سمندر۔
- روزنامہ پاکستان، ۱۰ جون ۲۰۱۶ء۔
- سامانِ بخشش، مولانا مصطفی رضا خان (ت ۱۴۰۲ھ)، کراچي: مکتبۃ المدینہ ۲۰۱۹ء، ط ۱۔
- سنن ابن ماجه، محمد بن يزيد (ت٢٧٥هـ)، بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤٢١هـ، ط١.
- سِير أعلام النبلاء، (ت ٧٤٨هـ)، تحقيق شعيب الأرنؤوط، القاهرة: دار الحديث ١٤٢٧هـ.
- شذرات الذهب في أخبار من ذهب، عبد الحي الحنبلي (ت١٠٨٩هـ)، تحقيق محمود الأرناؤوط، بيروت: دار ابن كثير ١٤٠٦هـ، ط١.
- شرح العقائد النَّسَفية، التفتازاني (ت٧٩٢هـ)، تحقيق محمد عدنان درويش، دِمشق: مكتبة دار البيروتي ١٤١١هـ.
- شرح المواقف، الجُرجاني (ت٨١٦هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٩هـ، ط١.
- شُعب الإيمان، البَيهقي (ت٤٥٨هـ)، تحقيق حمدي الدمرداش

محمّد العدل، بيروت: دار الفكر ١٤٢٤ﻫ، ط١.
- شکوہ جواب شکوہ، محمد اقبال (ت۱۳۳۸ھ)، لاہور: لائن پبلشرز، کراچی۔
- صحيح ابن حِبّان، أبو حاتم محمد بن حِبّان (ت٣٥٤ﻫ)، بيروت: بيت الأفكار الدوليّة ٢٠٠٤م.
- عمدة القاري شرح صحيح البخاري، العيني (ت٨٥٥ﻫ)، بيروت: دار الفكر ١٤١٨ﻫ، ط١.
- فتاوی رضویہ، امام احمد رضا خان (ت۱۳۴۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن، کراچی: ادارۂ اہلِ سنّت ۲۰۱۷ء، ط۱۔ ولاہور: رضافاؤنڈیشن ۱۴۱۲ھ، ط۱۔
- فتح القدير للعاجز الفقير، ابن الهمام (ت٨٦١ﻫ)، بيروت: دار إحياء التراث العربي.
- فرہنگ آصفیہ، مولوی سیّد احمد دهلوی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۲م.
- فلسطین کی بابت چالیس حقائق، ڈاکٹر محمد محسن صالح، اِیقاظ ای پیپر۔
- فواتح الرَّحموت، بحر العلوم عبد العلي اللكنوي (ت١٢٢٥ﻫ)، اللكنؤ: نَوَلْكِشور.
- كتاب الآثار، الإمام أبو يوسف (ت١٨٢ﻫـ)، تحقيق: أبو الوفا، بيروت: دار الكتب العلمية.
- كتاب السُنّة، ابن أبي عاصم (ت٢٨٧ﻫ)، تحقيق: محمد ناصر الألباني، بيروت: المكتب الإسلامى ١٤٠٠ﻫ، ط١.
- كنز العمّال، علاء الدين علي بن حُسام الدين (ت٩٧٥ﻫ)، تحقيق:

بكري حياني- صفوة السقا، بيروت: مؤسّسة الرسالة١٤٠١هـ، ط٥.
- کُلیاتِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۹۰ء، ط۱۔
- گلستانِ سعدی، شیخ سعدی شیرازی (ت۱۲۹۱ء)، بہاولپور: مکتبہ اُویسیہ رضویہ۔
- ماہنامہ سنّی دنیا، بریلی، دسمبر ۲۰۰۸ء۔
- مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، شيخي زاده (ت١٠٧٨هـ)، بيروت: دار إحياء التراث.
- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، الهيثمي (ت٨٠٧هـ)، تحقيق محمد عبد القادر أحمد عطا، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤٢٢هـ، ط١.
- مرآۃ الاَسرار، عبدالرحمن چشتی (ت ۱۰۹۴ھ)، دہلی: مکتبہ جامِ نور ۱۹۹۷ء، ط۱۔
- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، علي القاري (ت١٠١٤هـ)، بيروت: دار الفكر ١٤٢٢هـ، ط١.
- مسجدِ اقصیٰ ہمارے دلوں میں، مجموعۂ مضامین، نئی دہلی: اِیفاء پبلی کیشنز۔
- مسند أبي يعلى، أحمد بن علي المُوصلي (ت٣٠٧هـ)، تحقيق ظهير الدين عبد الرحمن، بيروت: دار الفكر ١٤٢٢هـ، ط١.
- معالم التنزيل، البغَوي (ت٥١٦هـ)، تحقيق خالد عبد الرحمن العك، بيروت: دار المعرفة ١٤٢٣هـ، ط٥.
- معرفة السُنن والآثار، أبو بكر البَيهقي (المتوفى: ٤٥٨هـ)، تحقيق عبد المعطى أمين قَلعجى، بيروت: دار قتَيبة ١٤١٢هـ، ط١.

- مفردات ألفاظ القرآن، الرّاغب الأصفهاني (ت٥٠٢هـ)، تحقيق نديم مرعَشلي، طهران: المكتبة المرتضوية لإحياء الآثار الجعفرية.
- مقالاتِ کاظمی، سیّداحمدسعیدکاظمی (ت۱۴۰۶ھ)،ملتان: کاظمی پبلی کیشنز۔
- مِنح الروض الأزهر في شرح الفقه الأكبر، مُلّا علي القاري (ت١٠١٤هـ)، بيروت: دار البشائر الإسلامية ١٤١٩هـ، ط١.
- نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، مفتی شریف الحق امجدی (ت۱۴۲۱ھ)، کراچی: برکاتی پبلیشرز۔
- نوائے وقت ای پیپر،۲۱دسمبر۲۰۱۸ء
- نوائے وقت ڈیجیٹل ایڈیشن ۷استمبر۲۰۲۰ء۔
- نورالعرفان، مفتی احمدیارخان نعیمی(ت۱۳۹۱ھ)، لاہور: پیربھائی کمپنی۔
- وفيات الأعيان، ابن خلّكان البرمكي الإربلي (ت٦٨١هـ)، تحقيق إحسان عباس، بيروت: دار صادر.
- وکی پیڈیا، آزاد دائرۃ المعارف۔
- یورپ دنیامیں عورت پر مظالم میں بھی سب سے آگے، آرٹیکل آواز ای پیپر ۲۳ جنوری ۲۰۲۰ء۔

ادارۂ اہلِ سنّت کی مطبوعات

عربی کتب

١. كنز الإيمان في ترجمة القرآن: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ)، مع تفسير خزائن العرفان: لصدر الأفاضل السيّد محمد نعيم الدّين المرادآبادي (ت١٣٦٧هـ) طبعت ثانياً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٤٢هـ/ ٢٠٢٠م.

٢. العطايا النبويّة في الفتاوى الرضوية: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ)، (٢٢ مجلّداً بالأرديّة) محقَّقة، طبعت ١٤٣٨هـ / ٢٠١٧م.

٣. جدّ الممتار على ردّ المحتار: له (ت١٣٤٠هـ) (سبع مجلّدات) محقَّقة، طبعت من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٤هـ/ ٢٠١٣م.

٤. المعتقَد المنتقَد: للعلّامة فضل الرّسول القادري البَدَايُوني (ت١٢٨٩هـ) مع حاشية قيّمة مسمّاة: المعتمَد المستنَد بناء نجاة الأبد: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّق، طُبع ثانياً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م. نشر إلكتروني أوّلاً ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

٥. الدَّولة المكّية بالمادّة الغَيبيّة: له، محقَّق، طبع ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٦. إنباء الحي أنّ كلامَه المصونَ تبيانٌ لكلِّ شيء (مجلّدان): له، محقَّق، طبع ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٧. شرح عقود رسم المفتي: للإمام ابن عابدين الشّامي (ت١٢٥٢هـ) محقَّقة، طبعت رابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.
٨. أجلى الإعلام أنّ الفتوى مطلقاً على قول الإمام: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت رابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.
٩. الفضل الموهبي في معنى إذا صحّ الحديث فهو مذهبي: له (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت رابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.
١٠. جليُّ الصَّوْت لنَهي الدَّعْوة أمَامَ موت (بالأرديّة): له، ١٤٢٨هـ/ ٢٠٠٧م.
١١. رادّ القحط والوباء بدعوة الجيران ومُؤاساة الفقراء: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، مترجمة بالعربيّة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.
١٢. أعجب الإمداد في مكفَّرات حقوق العباد: له، محقَّقة، مترجمة بالعربيّة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.
١٣. صفائح اللُجَين في كون تصافُح بكفَّي اليدَين: له، محقَّقة، مترجمة بالعربيّة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

١٤. الإجازات المتينة لعلماء بكّة والمدينة: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ / ٢٠١٨م. نشر إلكتروني أوّلاً ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

١٥. الظَفر لقول زُفر: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

١٦. شمائم العنبر في أدب النداء أمام المنبر: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

١٧. صَيقل الرَّين عن أحكام مجاوَرة الحرمَين: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

١٨. الجبل الثانوي على كلية التهانوي: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

١٩. كفل الفقيه الفاهِم في أحكام قرطاس الدراهم: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٢٠. هاديُ الأُضحِية بالشاء الهنديّة: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٢١. الصافية الموحية لحكم جلد الأُضحِية: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٢٢. الكشفُ شافيا حكم فونوجرافيا: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٢٣. الزُّلال الأنقى من بحر سبقة الأتقى (في أفضلية سيّدنا أبي بكر رضي الله تعالى عنه): له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٢٤. "القول النَّجيح لإحقاق الحقّ الصّريح" مع حاشية "السعي المشكور في إبداء الحقّ المهجور": له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٢٥. قَوارع القَهّار على المجسِّمة الفُجّار: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) مترجمة بالعربية، محقَّقة، طبعت من "دار المقطَّم" القاهرة ١٤٣٢هـ/ ٢٠١١م.

٢٦. أنوار المنّان في توحيد القرآن: له، مترجمة بالأردية، محقَّقة، ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

٢٧. الأمن والعُلى لناعتِي المصطفى بدافع البلاء مترجَم بالعربيّة: له، محقّق، طبع ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٢٨. منير العين في حكم تقبيل الإبهامَين، للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) مترجمة بالعربية، ١٤٤٤هـ/ ٢٠٢٢م (نشر إلكتروني).

٢٩. إقامة القيامة على طاعِن القيام لنبي تهامة (بالأرديّة): للإمام أحمد رضا خانْ ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م.

٣٠. حُسام الحرمَين على منحر الكفر والمَين: له (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، أوّلاً طبعت من "مؤسّسة الرضا" لاهور ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م. وثانياً (نشر إلكتروني) بتحقيق وترتيب جديد ٢٠١٩م.

٣١. فتاوى الحرمَين برَجفِ ندوةِ المَين: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّق، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م (نشر إلكتروني).

٣٢. إذاقة الأثام لمانعِي عملِ المَولد والقيام (بالأردية): للعلّامة المفتي نقي علي خانْ (ت١٢٩٧هـ) محقَّقة، طبعت ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

٣٣. أصول الرَّشاد لقَمع مَباني الفساد (ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات) (بالأردية): للعلّامة المفتي نقي علي خانْ (ت١٢٩٧هـ)، محقَّقة، ١٤٣٠هـ/ ٢٠٠٩م. وثانياً (بالعربية) من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م.

٣٤. قواعد أصوليّة لفهم الآيات القرآنيّة والأحاديث النبويّة (ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات) (بالعربية): للدكتور المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، محقَّقة، طبعت ثانياً ١٤٤٠هـ / ٢٠١٩م. و(بالأردية): له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٣٥. مقدّمة الجامع الرّضوي (ضوابط في الحديث الضعيف): لمِلك العلماء المحدِّث المفتي ظفر الدّين البِهاري، محقَّقة، طبعت ثانياً نسخة معدَّلة من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م.

٣٦. تحسين الوصول إلى مصطلح حديث الرّسول ﷺ: له، محقَّقة (بالأرديّة)، طبعت ثالثاً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٣٧. تحسين الوصول إلى مصطلح حديث الرّسول ﷺ: له، محقَّقة (بالعربية) طبعت رابعاً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٣٨. حياة الإمام أحمد رضا: للدكتور المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، رسالة مختصرة في سيرة الإمام، محقَّقة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م.

٣٩. نظم العقائد النَّسَفية، (النّظم العربي): المفتي الشيخ إبراهيم علي الحمدُو العمر الحلَبي، طبع ثانياً ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م.

٤٠. نظم العقائد النَّسَفية (النّظم الأردو): للشّيخ محمد سلمان الفريدي المصباحي الهندي، طبع ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م.

٤١. متن الآجُروميّة في النحو: ترتيب جديد: د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢١م (نشر إلكتروني).

٤٢. مختصر الآجُروميّة في النحو: ترتيب جديد: د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢١م (نشر إلكتروني).

٤٣. الدعوة إلى الفكر، للشيخ منشا تابِش القصوري، ترجمتها بالعربية: الأستاذ العلّامة محمد عبد الحكيم شرف القادري (ت١٤٢٨هـ) محقَّق، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م (نشر إلكتروني).

٤٤. "معارف رضا" المجلّة السَّنَوية العربيّة ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م (العدد السّادس) طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي.

اردو کتابیں

٤٥. اسلامی عقائد و مسائل (اردو): ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق، ثانیاً ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء۔

٤٦. عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالی عنہم (اردو): ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۰ء، الغنی پبلیشرز ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء۔

٤٧. قائدِ ملّت اسلامیہ علّامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالی علیہ حیات، خدمات اور سیاسی جدوجہد (اردو): مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۱ء (آن لائن)۔

٤٨. تحقیقاتِ امام علم وفن (اردو): حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ ء، الغنی پبلیشرز ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۱ء۔

٤٩. تعارف حضرت علّامہ مفتی محمد ابوبکر صدیق قادری شاذلی (اردو): مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۰ء (آن لائن)۔

٥٠. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۱۷) (اردو) ۱۴۴۱ھ/ ۲۰۱۹ء، عدد صفحات: ۵۳۲ (آن لائن)۔

٥١. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۱۸) (اردو) ۱۴۴۱ھ/ ۲۰۱۹ء، عدد صفحات: ٦٥٢ (آن لائن)۔

٥٢. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۲۰) (اردو) عدد صفحات: ۹۸۲۔ الغنی پبلیشرز ۱۴۴۳ھ/۲۰۲۲ء۔

٥٣. امام احمد رضا ایک فقیہِ مجتہد (اردو) ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق، ۱۴۴۴ھ/۲۰۲۲ء(آن لائن)۔

٥٤. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۲۱) (اردو) ۱۴۴۴ھ/ ۲۰۲۳ء، عدد صفحات:۸۷۲ (آن لائن)۔

انگریزی کتابیں

55. 20 FUNDAMENTAL PRINCIPLES TO IDENTIFY SHIRK & BID`AH: By: Dr. Mufti Muhammad Aslam Raza Memon Tahsini

56. Tahsin al-Wusul – By: Dr. Mufti Muhammad Aslam Raza Memon Tahsini.

عنقریب شائع ہونے والی کتب

١. عقائدوکلام (اردو): للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ).

٢. تلخيص الفتاوى الرضوية (اردو): له، (ستّ مجلّدات).